

منظر علی خاں وِلا

دیوانِ وِلا

ترتیب و جمعہ
ڈاکٹر عبادت بریلوی

ادارۂ ادب و تنقید ○ لاہور

دیوانِ دلا

| | |
|------------------|--|
| تصنیف :- | مظفر علی خاں دلا |
| ترتیب و مقدمہ :- | ڈاکٹر عباس بھٹوی |
| قلمی نسخہ :- | رائل لائبریری کورن بیگن ڈنمارک |
| ناشر :- | ناظم مجلس اشاعتِ مخطوطات ادارہ ادب و تنقید لاہور |
| مطبع :- | لاہور آرٹ پریس لاہور |
| کتابت :- | عبدالحق |
| تاریخ اشاعت :- | دسمبر ۱۹۶۳ء |

قیمت پچاس روپے

پیش لفظ

میں نے جب سے مولانا سید محمد امرا کو مل کر دیکھا، مولانا سید حسن قادری اور اردو کے دوسرے ادبی شخصوں کے یہ بیانات پڑھے تھے کہ نظری علی خاں ولدہ نے تقریباً تین سو صفحات کا ایک دیران بھی مرتب کیا تھا جس میں غزلیات، قصائد، رباعیات وغیرہ تمام اصنافِ سخن یکجا کیے گئے تھے میری یہ خواہش تھی کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہو جائے۔ مولانا سید محمد نے صرف اتنا لکھا تھا کہ اس دیران کا ایک نقلی نسخہ کتب خانہ شاہان اودھ میں موجود تھا اس کے علاوہ کسی اور کتب خانے میں ان کے دیران کا پتہ نہیں چلا۔

لندن کے دوران قیام میں دیران ولدہ کے اس نقلی نسخے کی تلاش میں لے جا رہی تھی اور بڑی تلاش و جستجو کے بعد مجھے اس کا نقلی نسخہ کوپن ہیگن ڈنمارک کے شاہی کتب خانے میں مل گیا اس نادر و نایاب نقلی نسخے کو کوپن ہیگن کے ایسے دور افتادہ مقام پر حاصل کر کے مجھے جو مسرت ہوئی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

یہ نقلی نسخہ قصائد اور غزلیات پر مشتمل ہے اور اس کے شروع میں مرزا کاظم علی خاں نے ایک ویجا پر لکھا ہے۔ جس سے نظری علی خاں ولدہ کے بارے میں گراں قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں مرزا کاظم علی خاں بھی نظری علی خاں ولدہ کی طرح فورٹ ولیم کالج سے فیلک تھے اور ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی نگرانی میں تصنیف و تالیف کا کام کر رہے تھے۔

مرزا کاظم علی جوان نے مظہر علی خاں و لاڈ کی زندگی، شخصیت اور ان کے خاندان کے بارے میں
 بھی خاص معلومات فراہم کی ہیں اور دیوانہ و لاڈ کے بارے میں یہ گہما گہما ہے کہ یہ عربوں انہوں نے ڈاکٹر
 گل کر سٹ کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔

کاظم علی جوان مظہر علی خاں و لاڈ کے والد محترم سلیمان علی خاں و لاڈ کے فارسی کلام کو نقل کرنے کے
 بعد اس دنیا سے چلے گئے ہیں :

تبار سچ یافتہ ہم ہادی اللہی در سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و یک ہجری رحلت
 گزین عالم بقا شدند۔ چنانچہ تاریخ وفات شام سے یہ نظم آمودہ ۔

خاں سلیمان علی و لاڈ افسوس ۔ ہ جا کر و چون سفر ز جہاں
 سال تبار سچ یافت از سر آہ گفت ما دلستے او ریاضی جہاں
 پر شہرہ خانی و لاڈ مرحوم مظہر علی خاں مخلص بہ و لاڈ کہتے بہ رفاقت نواب سیف اللہ
 بجٹی الماک نسبت علی خاں بہادر مظفر جنگ و چند سے پہلک طہان شہزادہ جمال
 شاہ بہادر عرف مرزا جوان بہت لقب بہ صاحب عالم فیک شد اکثر اتفاقات کہ
 اشعار چشود شہزادہ جنت آرام گاہ می گزرا نیند، تفضلت خداوندی مقبول داشتہ
 پیرایہ تحسین و آفرین می بخشید

و حقے کہ شاہزادہ عالی جاہ حضرت فراتے سمت ببارس شدند و چہ جب اتفاق
 و کھنڈازہ۔ بعد چند سے بہ سرکار نواب وزیر الماک اصحت الدولہ بہادر ہامتیاز کوکر
 شدہ ہوا مستند الدولہ شیر الماک مداراج پویر اچ فراتہ مداراج گیکٹ راستے بہادر
 صلابت جنگ احمد۔ قریب بہت سال بہاں سرشتہ بکال ہوو۔ بعد بر جی مختاری
 مداراج چند سے بیکار ہوو تیش نمود۔

لا انکساکت حسنہ در سنہ یک ہزار و ہشت صد و بیسوی حسب الحکم جہاں مطاع
 نواب مستطاب، صلی القاب، نگین خاتم سلطنت، جنت کشور، واسطہ احکام
 قضاو قدر، کج بخش سلاطین ہند و ایران، مقنن قوانین عدل و احسان صاحب الیقین

واقف، ملک الزعاب ذوالشم، امیر العرار، ندیہ توفیقان عظیم الشان، شیر خاص حضور
شاہ کیو ان ہار کاہ انکس تان اشرف الاشراف، مار کوئس ولای ہار گور جنزل کہ بہ
طلب شاعران ریختہ گورہ گشتو، شرف نشان یافتہ بود بہ سنی سبشی ملک فخر الدین اسماعیل
عرف مرزا جعفر صاحب قرابتی فراب حس رضاخان ہار ویشا کات صاحب لور کشتو
تباتہ تاو ہم ہارچ سنہ مذکور وارد گلستہ شدہ ملازمت امیر الامراء ہار حاصل کردہ بہ حاضر
باشی خدمت والا ربیت صاحبان عالی شان عالم طوم ہنگاں جان گلدرست صاحب
مدس ہندی متعین گردیدہ و بر طبق ایالتے صاحب مہرج بہ تدوین لیں کلیات
ہار شدہ۔

الحق کہ جلالت ریختہ گورن اش لغت تازہ در کلم ستوری ریختہ وقوت گفتار
ملغش شور سے در بازار شاعری انگیزتہ "۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ دیوان ولایہ قلمی شہر صرف شاعری کے اعتبار ہی سے ہم نہیں
بلکہ اس عظمت کے لحاظ سے بھی دلچسپ اور اہم ہے جو مرزا کاظم علی جوہر نے اس کے دیباچے میں
منظر ملی غلام ولایہ کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں فراہم کی۔

بہر حال دیوان ولایہ تادم ولایاب قلمی شہر ایک نئی ادبی دریافت کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے
اس کو اب شائع کیا جاتا ہے۔

عبادت بریلوی

لاہور

مئی ۱۹۸۳ء

مقدمہ

منظمر علی خاں ولا فورٹ ولیم کالج کے ٹکھنے والوں میں ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا مرتبہ میر سلوہ علی حیاتی، میر اسمن دہلوی، سید حیدر بخش حیدری، مرزا علی الطغت، مرزا اکاظم علی جوہانی، میر ظہیر علی الفوس سے کم نہیں ہے۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے شاعر اور ایک بلند پایہ نثر نگار تھے۔ لیکن ان لوگوں کا دلوان چھپانے والے کلاں شائع ہوئے جو انہوں نے نثر میں لکھی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی ادبی دنیا میں ابھی تک ان کا مرتبہ خفیہ نہیں ہو سکا ہے اور لوگ ان کے صحیح مقام کو پہچان نہیں لکے ہیں۔

مصنعی، شیخ زاد یعنی زائق جہاں نے ان کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ یہ سب کے سب ان کی عزت کرتے ہیں اور ان کی اہمیت سے بے پروا ہی طرح آشنا ہیں۔
مصنعی کہتے ہیں :-

منظمر علی خاں ولا تخلص حرف مرزا الطغت علی خاں سلیمان علی خاں و دو کو، جو ان عظیم و عظیم بہ مستغنائے مہندی ملیح کاہ کا ہے خیال شعر مہندی می کند و بہ نام جد بند گوار خود بہ جافروختہ می شود۔ استفادۂ شعرش چند سے بہ مرزا جان بخش و چند سے بہ مولات بلو۔ حالاً بہ میر نظام الدین مہنوں کلام خود را می نماید۔

”ولا تخلص منظر علی خاں فرزند سلیمان علی خاں و دادار کا ز شعرائے مشہور پارسی است۔ نسبت
قلند و سے ہمیر نظام الدین مثنوی کردہ اند۔“
اور مثنوی زائق جہاں نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

”ولا تخلص، نام مرزا الطیف علی خاں عرف منظر علی خاں خلعت سلیمان علی خاں عرف
مرزا محمد زمان و دادار ابن محمد حسین و خطاب علی علی خاں، ولی کے رہنے والے جویشہ
حمزہ روزگار رہے۔ بافضل گلکشت میں تشریف رکھتے ہیں اور اس خاکسار پر نہایت
مہربانی فرماتے ہیں۔“

الموس ہے منظر علی خاں و لا کے حالات کہیں تفصیل سے نہیں ملتے۔ جن گنت والوں
نے ان کے حالات لکھے ہیں ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ولی کے رہنے والے تھے۔
انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ گلکشت میں گزارا اور میں تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ انہیں شاعری
سے دلچسپی تھی۔ وہ مصنفی اور مثنوی کے شاعر تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے
تھے۔ شاعری کا یہ شوق انہیں ورثے میں ملا تھا۔ ان کے والد سلیمان علی خاں و دادار بھی اپنے زمانے
کے مشہور شاعر تھے۔ و لا کی تعلیم اچھے ماحول میں ہوئی اور انہوں نے عربی، فارسی، ہندو
اور ہندی میں مہارت حاصل کی۔ جب فورٹ ولیم کالج قائم ہوا تو وہ بھی کالج سے گلکشت چلے گئے۔
اور وہاں فاکٹر ٹرل کی کرسٹ کی فرانکس پر تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہے۔ ان کی تاریخ پیدائش اور
تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں۔ مثنوی زائق جہاں کے تذکرے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۲۸۰
تک زندہ تھے اور گلکشت میں مقیم تھے۔

و لا نے اپنے کتب کو خود اپنی شاعر کا ہے۔ ”ہفت گلشن“ کے دیباچے میں کہتے ہیں۔
”منظر علی خاں شاعر کہ و لا جس کا تخلص ہے، واسطے بسنے اور بکھنے کو آموز

صاحبوں کے، بموجب حکم جناب گلن کرٹ صاحب دلم اقبال زبان اردو میں
بیان کرتا ہے ۱۰

انہوں نے اپنا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ مرزا محمد عسکری نے لکھا ہے ۱۱۔
ایک دیوان رسیختہ تقریباً ساڑھے تین سو صفحات جس میں غزلیات، قصائد،
رباعیات و نحو مع سوانح عمری مصنف کے ہیں۔ اس کا نسخہ خود مصنف نے
بطور یادگار کے فورٹ ولیم کالج کرسٹال میں دیا تھا ۱۲۔

اوسید محمد نے ان کے دیوان کے بارے میں اس خیال کا اظہار کیا ہے ۱۳۔
تو لا صاحب دیوان ہیں اور ان کے دیوان کا ایک نقل نسخہ کتب خانہ شاہان اودھ میں
موجود تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور کتب خانے میں ان کے دیوان کا پتہ نہیں چلتا
ولا کے کلام کا انتخاب درج ذیل ہے ۱۴

مکمل نہیں کہ خاک نشینوں کی تو سنے
ہے ان دلوں فانی مرا آسمان پر



محتاجت کے لیے دست دعا کو منہ پہ لاتا ہوں
میں اپنی زندگی سے پہچ تو یہ ہے اتھ اٹھتا ہوں



ایک بیچوں ہے کہ چکوں سے ہما آتا ہے
کیا باتیں ۱۵ میرے ویدہ گربان کے بیچ

۱۰ منظر علی خاں ولا : ہفت گلشن ۱۱

۱۱ مرزا محمد عسکری : تاریخ ادب اردو

۱۲ سید محمد : ابواب نشر اردو ۱۶۱

یوں ہی گر کرتے رہے ہم ایک سے تراشیں
 آپ بھی رو دیں گے اک دن منہ پر دھر کر آئیں
 قتل سے میرے دشمن ہو کر ظالم اب تک
 بھر رہی ہے خون سے ترے سراسر آستین
 عشق کے آثار سب تجھ میں ہو چکے ہیں ولا
 رنگ نمد و آہ سرو و انکھ سے تراشیں

○
 ہرگز نہ گریں اس سے اشکِ اثر آلودہ
 جو سے نہ کبھی نگوں سے جو چشمِ تر آلودہ
 اذہن کر لیجئے کہ ٹکڑے ہوئے گرتے ہیں
 آنکھوں سے سر سے آنسو لختِ جبکہ آلودہ
 واں رشکِ پیمں اس نے گمراہ کیا ہے، یاں
 انکھ بگری سے ہے دیوار و در آلودہ
 اکہیل میں گزر ہاوسے یہ چرخِ بریں سے بھی
 ہوتی ہے بُری ظالم آو اثر آلودہ
 بخش اپنے ولا کو بھی اذلو کم یا رب
 ہر چند گنہ سے ہے وہ سرسبز آلودہ

○
 دل کیونکہ نہ ہو اس بہت طراز کے صدف سے
 ہوئے ہیں سبھی وضعِ طرحدار کے صدف سے
 گہ چشم و گہ اہو و گئے چینِ جہیں کے
 کھمکھال کے ہوں گاہ میں زخما کے صدف سے

اک بس کر لینے دے مجھے اپنے لبوں سے
 انکار نہ کر میں ترسے انکار کے صدقے
 اس عشق کے قطرے کو اثر دے مرے دیار
 تا ہوئے دلا چشم گسار کے صدقے

ہوم فقط نہ مجھ ہی کو اس گل نے بخش کیا
 کیا جو انجمن میں تو بس گل نے بخش کیا
 یک قطرہ عین نہیں جگر و دل میں یاں مرے
 مجھ کو تو اس شک عین کے قتل نے بخش کیا
 عالم نہ کہتے کا ہے فقط اپنا ہی دلا
 علم کو اس کی شان تجھ نے بخش کیا

زکونوں میں ما اسی کی دل زار بندہ گیا
 چھٹے ہی آہ پھر یہ گرفتار بندہ گیا
 اس برقی وکس کی یاد میں دویا ہوں یاں تک
 مینہ کی جھڑی کی طرح سے اک تار بندہ گیا
 ہوش و حواس اڑ گئے فی الفور اسے دلا
 دل میں خیالی یاد جو اک بار بندہ گیا

یاد میں اس کی کون سا دل جو مثل جبریں نالان نہیں
 چشم نظارہ کن کی یہاں اب آئینہ سا چلن نہیں
 ایک نگہ اس ماہ جبین کو دیکھا ہے جس نے اُنھ کا تو
 دیدہ ہے گریاں ، دل ہے بریاں ، ہوش نہیں اوسان نہیں

ہم میں اپنی بیٹھ کے ہم کر جو کچھ تم کہتے ہو
ہم پر گو ہموں ہوا سب، آپ کے شایان نہیں
کون تھے ہے، کس کئے جا کر ملان دل اپنا عرض کئے

تیرے سوا تو کوئی دلا کا جان نہیں پہچان نہیں

یہ اشعار اعلیٰ درجے کے اشعار ہیں اور ان سے صاف ظاہر ہے کہ دلائل غزل کے اعلیٰ درجے
کے شاعر تھے۔ اس فن پر انہیں پوری قدرت حاصل تھی اور انہوں نے شاعری کی دنیا میں اپنا ایک
مستحکم پیر کر لیا تھا۔

منظر علی خاں دلا نے اپنی کتاب جمالیگر شاہی میں اپنے حالات کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ
دلچسپی سے غالی نہیں۔ اس لیے یہاں اس کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں :-

”خیر منظر علی خاں جو سلیمان علی خاں کا چھوٹا بیٹا اور پوتا آقا محمد حسین اصلخان کا جبرک
خطاب علی قلی خاں تھا اور پوتا آقا صادق ترک کا بیٹا تھا جسے کہ جب وہ دونوں
بزرگوار ساتھ ساتھ ولایت اصلخان سے شاہ جہان آباد میں آئے — شہدہ شدہ آقا
محمد حسین نے لواب سید الدین خاں بہادر میر آتش غفران پناہ کی وساطت سے حسنہ
احمد میں فروس آرامگاہ محمد شاہ بادشاہ کا شرف ملازمت اختیار کیا اور اپنی لیاقت
قابلیت سے یہ دم ہم پہنچائی کہ شہنشاہ گیتی سنان نے ازراہ لوازش و مہربانی حضور
کی باتیں خدمتوں سے — جیسے خاصہ بارہ اور کچھری اور گلال بارہ اور بادہ کنک
اور اکثر خلعتوں سے اہتمام کے سوا، اور خدمتوں کی دودگی سے سرفراز کر علی قلی خاں
خطاب حکایت فرمایا — خان مشغور کی رحلت کے بعد سلیمان علی خاں عرف مرزا محمد
زمان و دلو کر گمالات جیدہ سے متصف تھا، لواب نجم الدولہ محمد اسحاق خاں بہادر حمزہ
لواب شہید مشغور ہے، اس کے وسیلے سے اور بہ نظر قدامت ازراہ لوازش اور
مہربانی کے ظل سبحانی نے تجویز رکھ کر باشی کے منصب سے سرفراز فرمایا — لواب
موصوف اس کے جوہر کے ملا خطے سے برابر کا سلوک کرتا اور اس بزرگوار کی تسکین و

تیسے شاہوکار کا رچنا پچھریہ بات مشہور و معروف ہے اور شاہ عالم بادشاہ غلام شاہ
 برائے نام ملک کی ابتدا کے سلطنت میں لوہاب عزت الدولہ صولت جنگ مونی خاں
 بہادر غفران شاہ کی رفاقت اختیار کی تھی جو فنی اشعار فارسی و ہندی اور محاورہ وافی آرد
 و فارسی میں مہارت کلی تھی، چنانچہ فخر الشعراء مرزا رفیع سودا اور میاں شاکر عالم حم
 شریف نے سزاہے رکھتے گئی گا اسی جناب کی شاگردی سے حاصل کیا یہ مامی بہت
 تنگ لوہاب سیف الدولہ بخشی الملک جمعت علی خاں بہادر مظفر جنگ کی رفاقت
 میں رہا اور کتنے دنوں شہزادہ جہاندار شاہ جنت آرام گاہ کے حضور اشعار گزرا تا ،
 تفضیلات و مہربانی سے تحسین و آفرین فرماتے۔ جس وقت کہ شہزادہ عادل شاہ نے
 بنارس کو کوچ کیا ، اتفاقاً بندے کا رہنا لکھنؤ میں ہوا۔ بعد اس کے متحدہ الدولہ شیر الملک
 مدارج اور حراج نرائند مدارج لکھٹ واسے ہندو صلاحت جنگ نے اس بندے کی
 نوکری سرور شہزادہ لوہاب وزیر الملک آصف الدولہ بہادر ہنر پر جنگ کی سرکار میں مہمت
 کر، اپنا رفیق کیا۔ چنانچہ چھ سات برس تک اس کے سرور شہتے میں رہا۔ جب مدارج
 کی معذری کا سرور شہتے پر ہم ہوا ، واقف کتنے دنوں غفلت رہا اتفاقاً حسن سے شاہ
 سو (۱۸۰۰ء) عیسوی میں لوہاب خطاب سکنی القاب تاج بخش سلاطین ہندوستان
 مار کوئس وازی گوہر جنرل بہادر و علم اقبال ، جو لکھنؤ سے شاعروں کو بلوا تھا ، بندے
 نے بخشی الملک فخر الدین احمد خاں بہادر عرف مرزا جعفر ابن حسن نمل خاں مرحوم کی
 وسالمت و مہنگی گری سے ملازمت اسکاٹ صاحب والا نائب و عالی مناصب
 کی حاصل کی اور مارچ کی دسویں تاریخ کو کرہ کرستہ مذکور میں وار و لگتے ہوا۔ اور
 ملازمت امیر الامرا بہادر (چیف سیکرٹری) کی حاصل کی۔ انہیں کے حکم کے بموجب
 صاحب عایشان ، عالم معانی و بیان جان گل کرست صاحب کی خدمت میں جو زبان
 ہندی کے مدرس تھے متعین ہوا۔ اور صاحب ممدوح کے فرمانے سے لاہور
 اور فیال پچھری سے جو برج بھاشا میں ہیں ، ان کا ترجمہ لکوال کتبہ کی مدد سے اس

طرح کیا کہ بیشتر درج کی بولی بیال پچھلی میں رہنے دی کہ مرضی صاحب مدرس کی بولی
 ہی تھی۔ بعد اس کے بہت گلشن کا ترجمہ کیا۔ جب اس سے فراغت حاصل ہوئی ،
 محسن زمان ، قائم دہل ، فیض رسلان شرقا مشرقا گلشن دہم شمسہ کنڈہ کے لیے پندرہ
 سہی شیرازی کا ترجمہ زبان اردو میں شعر کا شعر کیا۔ چنانچہ ہزار جلد اس کی چھاپی گئی۔
 پانچ سو گلاستان ہندی کے ساتھ اور پانچ سو ملکہ۔ بعد اس کے صاحب مدرس
 والا مناقب نے ازراہ نوازش و الطاف مجوز ہو کر فرمایا کہ لطافت و ظرافت کا ترجمہ بہ
 لطافت و ظرافت کیا جائے۔ بہتر ہے کہ تو ہی اس کا ترجمہ کر کہ زبان اردو میں سب کے
 خوب دخل ہے اور یہ مرتبہ مہارت راقم نے بہ موجب ارشاد کے قبول کیا ، اور
 اسے الفہر کم پہنچایا۔ اس سلسلے میں صاحب مدرس کو اکل کر سٹ (ولایت جانے
 کا اتفاق ہوا اور کپتان جیس مورت صاحب والا مناقب قائم مقام ان کے ہوتے
 حیرتے موافق حکم کے ترجمہ تاریخ شیر شاہی لکایا۔ بعد اس کے صاحب عالی شان منج
 لطیف و احسان ڈاکٹر دہم شمسہ شہوتہ کی ابتداء کے اشار میں اقبال نامہ جہانگیر کا ترجمہ
 شروع کیا اور بارہ سو چوبیس جہری مطابق سہ اشعار سونو عیسوی میں نواب منٹو صاحب
 ڈاکٹر منٹو گورنمنٹ ہسپتال کے عہدہ دولت میں اس طرح تمام اتمام کو پہنچا کہ بالکل حفظ بالفظ
 ترجمہ کیا ، مگر بعض جگہ رعایت محاورہ کے لیے اس کا مدعایا اور جہانگیر شاہی اس کا نام
 رکھا اور اس کو کپتان ٹیلر صاحب دہم دولت کہ بالفصل مدرس مدرس ہندی کے ہیں
 ان کی وساطت سے حضور والا میں گزرا تا ہے

منظر علی خاں و لاکی تصانیف تشریں (۱) بہت گلشن (۲) ماحول اور کام کھلا (۳) بیال
 پچھلی (۴) تاریخ شیر شاہی اور (۵) جہانگیر نامہ مشہور ہیں۔

لے منظر علی خاں والا : تاریخ جہانگیر شاہی بحوالہ اکل کر سٹ اور اسس کا عہد از محمد عتیق صدیقی

ہفت گلشن، ناصر علی خاں واسطی بگرامی کی فارسی کتاب اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب ۱۸۰۱ء میں مکمل ہوئی لیکن شائع نہ ہو سکی۔ اس کا صرف ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ راقم نے اس قلمی نسخے کو مرتب کر کے ۱۹۶۳ء میں شائع کر دیا۔

لاہور قلمی اور کام کنڈلا، سوتی قلم کبیر شکر کی برج بھاشا کی لکھی ہوئی کتاب اردو ترجمہ ہے۔ ولانے اس کو ۱۸۰۱ء میں مکمل کیا۔ اس میں لاہور قلمی اور کام کنڈلا کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اس کا بھی صرف ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن کے کتب خانے میں ہے۔ میں نے اس کتاب کو بھی مرتب کر کے ۱۹۶۵ء میں شائع کر دیا۔

دیباچہ لکھی بھی ترجمہ ہے۔ یہ سکونت زبان کی قدیم کتاب ہے جس کو محمد شاہ کے زمانے میں سورت کبیر شکر نے برج بھاشا میں لکھا تھا۔ ولانے اس کا ترجمہ ۱۸۰۳ء میں کیا۔ اس میں چھپیں کہانیاں ہیں جن کو ایک جوت بیان کرتا ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے گلشن میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد بار بار چھپی اور موجودہ دور میں ہنگری ریم لکھ میں اس کے متعدد انوشٹ شائع ہوئے ہیں۔

کار سنج شیر شاہی عباس خاں بن علی فیروزانی کی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب شیر شاہی کے بارے میں ہے اور اکبر اعظم کے حکم سے فارسی میں لکھی گئی تھی۔ ولانے اس کا ترجمہ ۱۸۰۵ء میں کیا۔ یہ کتاب بھی ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں ہے۔

جہانگیر نامہ فارسی کتاب ترک بھاشا لکھی کے ایک جھٹے کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب بھی ابھی تک شائع نہیں ہوئی اور بعض کھٹے والوں کا خیال ہے کہ یہ نایاب ہے۔ راقم کو اس کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن کے کتب خانے میں ملا ہے لیکن یہ ناقص ہے اور اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوگا۔

منظر علی خاں ولہ کا دیوان اس کی اولیٰ تالیف ہے۔ اس سے بعد ازادہ ہوا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ انہوں نے اپنا یہ دیوان ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرائش پر اس وقت مرتب کیا تھا جب وہ گلکرسٹ جاکر فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر گلکرسٹ کو

منظمر علی خاں ولایتی شاعری کا علم تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ کئی اہم ذکروں میں ولایتی کا ذکر اس سے قبل کیا گیا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گلشن ہائے سے قبل ولایتی شہرت بہ حیثیت شاعر و دور دور تک پھیل چکی ہو اور اسی شہرت کی وجہ سے کرنل سکاٹ کی معرفت وہ لکھنؤ سے گلشن ہائے کو فروٹ ولیم کالج میں ملازم ہوئے ہوں۔

یہ عجیب بات ہے کہ لیڈی ان مرتب تو ہوا۔ مرزا کاظم علی جوہر نے اس پر دیا ہے جس کا کسا۔ لیکن یہ شائع نہیں ہوا، بلکہ اس کا کوئی نسخہ ہندوستان کے کسی کتب خانے میں محفوظ بھی نہیں رہا۔ بعد ازاں اس کا نسخہ کوپن ہیگن ڈنڈرک کی رائے لائبریری میں کس طرح پہنچا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی پادری ہندوستان سے لے گیا ہو اور اس نے حیدری کی گزارش و افش کے قلمی نسخے کی طرح دیوان ولایتی کے اس قلمی نسخے کو بھی وہاں محفوظ کر دیا ہو۔

بہر حال اب کوئی ڈیڑھ دو سو سال بعد اس نامور و اب قلمی نسخے کی اشاعت عمل میں آ رہی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اس کی اشاعت کا سہرا مجلس اشاعت منظومات ادارہ ادب و تنقید کے سر ہے۔

لا۔۔۔

۱۹۸۵ء

عبادت بریلوی

دیوانِ وِلا

بسم الله الرحمن الرحيم

خوشترین مطلع که در بزم افزای دلبران فصاحت و محبت ترین مهدیکه زینت عروان و فتنه
 بلاغت تواند بود، همچو گاه ایست آسمانی شاء عفا یحشودن، که عند لبان تراستی و جود مکنات و گلشن
 همیشه بهار و محبوب وجودش پیوسته غزل خوان و نثر پسر بین در آرد اگر مضامین قصاید طویل صنعتش
 همواره سرگردان، بهجت گاه بیط تحمل از کوسج زین نظم تو صفتش خاک خجالت بر سر پیخته، و طبع
 کو اکب سیاه در خلق تبسیر طالع صناعتش بال و پر ریخته، استراچ رابعی عناصر با صفت تضاد بر
 قصصت بالذاتش دلیل است واضح - و هر فرد اوراق نبات از کلیات حقایق صنعت کلامش
 آیت است افصح - برگه او خنای سبز و نظر خوشیاد - هر ورقه و قریب معرفت که گاه
 اوراق صفت خواطر مومنین از بهشت بند سبج شاییش منقش مجتمع و زبان یاوه گویان حکیم از هر قطر
 نظم کلام معجزش باجم و منقطع از مضامین فرج آگین قطعات سحاب جود روح و الماسه ذی حیات ربان
 ساخته - و بطن محیط ایجادش از فتوی مبین و شوریه نظم جلیل پر داخته - نمش باش اگر گوهر دانه خواهی
 که خواص دم بسته دریم آئینه - و در و تا معدود و وصله و مصلوفا نامحدود - نثار ذلت عالی در جابت
 سرود کائنات سالدانیدار - نظیر انوار پر محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و اصحاب که در اقدس الطرش سخن
 مطلع در لوان و محبوب وجود - و بیکر نورش متعلق قصاید نبوت مسودست -

بلغ الله بحکم الله کشف الرحمن بجماله

حفت بسیج فصاحه صمد علیه و آله

و بر دوش منور جنب ولایت تاب قدمه فضا است عرب و علم منی نعم و تاج منکاب و حکم افضل
 اختیار، اشرف اولیاء، علی مرتضی صلاوة اللہ عز و سلالة علیه، که انفس نفیس، دیباچه مجرمة المامت
 و مقصود اتم کتاب و صایت است. زحی نقش پاییک برووش احمد. ز مهر نجات مدم نشینند.
 و بر باقیین آند مصومین طیم السلام اجمین که انور حیات و رسالت. و آثار شہار المامت اند از باقی
 سواد و بیاض بیل و شمار بر لوح روزگار باد. لاجله صغیر خاندن مذنب راجی لای رحمت ربوبه العلی کاظم
 علی بسج اہل دانش و فرہنگ میرساند کہ این در بیان منظر فصاحت و مجمع بلاغت ریخته و منکح و آب
 گزین و رای اہماز آیین. ستمج کلمات صوری و معنوی، ناظم مملکت فارسی و ہندی، خدیو کشور
 مجرب بیانی و یوسف باندر حسن معانی. آجمن منظر علی خان متخلص بہ و آلا است کہ نام نامی و الدنہ نگارش
 سلیمان علی خان و جہاد احمد شش آقا محمد حسین اصطفا علی مخاطب بہ علی قلی خان و جہاد علی شیش آقا محمد صادق
 ترک است. چون گل ہر دو جگر و رحم خان از ولایت استغیان بہ شہاد جان آلود و درو نمودند. آقا محمد حسین
 در سزا آمد بہ و ساطع نواب سعد الدین خان بہادر میر آتش اشرف ملاذمت شہاد فردوس آرا نگاہ محمد شہا
 سر فرزند شدہ. بہ استعدا کہ است ذاتی و صفاتی خود از مرام و حکام شہنشاہی بہ توفیق بعضی بہست و دو
 خدمت حضور شہنشاہ و تکی خاصہ از و پیکری و کلان باز و پدیدہ است کہ ناگہی و اہتمام اکثر قطعات
 و غیرہ خدمات برابر اب علیا فاخر گشتہ. مخاطب بخطاب علی قلی گردید. بعد از تمثال خان متغیر بہر
 کلان خان مرحوم میرزا محمد زین مخاطب بہ سلیمان علی خان متخلص بہ و دو ملا متصف بہ و کلمات حمیدہ بودید
 بہ توسل نواب نجم الدولہ محمد اسحاق خان بہادر شہور بہ نواب شہید بہ سر رشتہ قدامت از پیش گو و مخالفت
 نقل الی بہ تجویز ذہیب نگہداشتی سر فرزند شدہ. نواب موصوف بہ بلا حظ جہر قابلیت پاسب عزت
 حرمت ایشان نمودہ، اندوہ قدم وانی ساکب مساکب مساوات بودید. در عهد سلطنت شہاد عالم
 بادشاہ خطہ ہکذا اوقات نواب عزت الدولہ کہ صولت جنگ موسوی خان بہادر اختیار کردہ اند. از
 آنجا کہ در لہ اشعار فارسی و ہندی و محاورہ وانی زبان آند و وفارسی بہرہ وانی داشتند، چنانچہ فی الشعر
 میرزا رفیع سہا و میمان خاکسار خادم قدم شریف سرائہ افتخار ریختہ گونی از تلمذ آہنساب انداختہ و
 مرزا محمد علی موصوف را اشعار فارسی از قبض مصاحبش آموختہ. و کلیات اشعار فارسی ایشان در عهد

عالم گیرشانی که احمد شاه افغانی مرغانی به شاه جهان آباد آورده بود، به تاراج رفت اشعار چند از زبان بعضی
 ماهران این فن بهین احقر رسیده، ثبت می گردد.

بر سر از چو تو بر چیده که بیدم رفت تا بکوی تو رسیدم جدا از دلم رفت
 آنکه از یک قدم و درجم دیده گذاشت دل به دردم بهین گفت که بیدم رفت
 از بهون آمدن دلم و نمکون به قض سرگشته هست که خاطر سیت دم رفت

وله

ز غمیش رفتم و مشتش بهان بجا می نمود است چو عکس مر که در آب روان بجا می نمود است
 و تار اگر طبع از تلاشش پای کشش تو گردش است که این اسل بجا می نمود است
 چو تار ساز بود پیلوم به بستر دود بهر طریقی که غلطم فغان سبب می نمود است
 دو کو با که تو این گفت طوطی حاست این که دل نماده دلم چنان بجا می نمود است

وله

بهر من تعاب چون صدف گاهی که کشیم شود آب از نجاست بهر که بر خون از عطایم
 غماری زین به چشمش لم از کبره گر آنی کوسن آن قطره آنکم که دل خون کشیده ام

وله

یکسو شود اندوه، بگوئید طبعی بهین به می شود این دود و طم با شمنی نیست
 بگذشت به دل نشد آگاه دل ما این خنجر پر سرده بگرواشد نیست

وله

بر دهن گل مخند که شرمنده می شود کشای لب که خنجر پر افکنده می شود

وله

لبان زمره پرداز کسی است دیده شوی کده ناز کسی است
 محب ساز طرب را مشکن در پس پرده اش آواز کسی است
 دل که پامال جلیدن شده است از تلمام غلط انداز کسی است

وله

آتش افستد به دل بر کردن پای تو نیست
خاک بر سر که در کان شورش سخته تو نیست
چه متع بود از آمد و رفت بیم نیست
و صفت سیند که بر زبانتان تو نیست
صبر و آرام گما یانه چون رنگ روان
خاک بر کشته که مرده کن پای تو نیست

وله

گرفت از آنکه توان گفت از طبع نیست
چو هم نقتد دل آماده چکیده نبالست
بزار حیت توفی ایتنا و من خاموش
و گرد دوو و لم قابل شنیدن باست
شکایت سیند بر ای خدا رفو مکنید
که دل برای کسی در کین و درینا است

وله

جلوه اش در نظر و حسرت بدین باقی است
گو بزم نیست بیا شوقی طبع بدین باقیست
بنویسد به حیات ز مونس باقی
که کبابیم و جنز الک چکیده بدین باقیست
دارم انگشت بر است بهی چون شمع
تا قیامت لب الموس گزیدن باقیست
کدم از پر خرد شکوه ناداری گفت
دست مجلس شده کوتاه بخیرین باقیست
نفس سوخته شد سر آه از و آه
در دل می جوین ناله کشیدن باقیست

وله

دل از دست چه سر پر گزشت آنچه گشت
بشرع راست نیاید گزشت آنچه گزشت
ز شکوه منت از زبان کم گویم
جز این تصدیق چه آید گزشت آنچه گزشت
تین راحت و نیم زفر طبعی نماند
بیاید آنچه بیاید گزشت آنچه گزشت

وله

می کشی جت شعاع و انجم پرده را
عنوان آباده ما دیده ما ساغر را

وله

حقن کامل می بود بر آویز نادان مرا
نمک و سبب انگند و قفسه حیران مرا

جز اور اکم غمالت این که در دلو تو دار
موج دیا از عرق شدیمین پیشانی مرا
چرا سنگ میزد بر این از خاکسرم
مید بهرم لباس تازه عریانی مرا

وله

چو بستری تو بودم که ریستم خود را
ترا شناختم تا شناختم خود را

وله

در چرم میدنهم مانند شمشیر جا را
اعضای ما سر سوکاری بسیار نمید
گر بر زبان بوزم الهام قطعاً را
دل نام قطره خون است آگشته است ما را
صید می شکست دلم و زدم که محالست
نی ربط چنگل باز گیرم ده جوی را
نایترو روزگاران در زمین انتظاریم
ما تدمرم چشم گم کرد دست و پا را
آه از خرابی دل چون گرد باد میسوزد
تا بر خیزد خاطر چیدیم نخسود ما را
باید و دادر ملک آموختن و محافظت
با دوستان تملط با دشمنان ما را

وله

نی بیخ افتد و نی انس بگل میزنم
سپهر مشغول کنم این دل سوادتی را

وله

تیر تلافی او آنکس که نموده باشد
باید از دشمنان احوال نخست ما

وله

اختلاط اجزایم از دیگر نمی آید
جدمی بنیز از آنکس در نظر نمی آید
تیر آبدار شش را بچکش سرم یکین
دامم از ماغش این صبور نمی آید
بخت پیوسته چشم قطره قطره میخست
با وجود این بی نیت از جگر نمی آید
دم بدوشش دل دوستی آرد با لب آید
تا چون توانم کرد، آه بر نمی آید

وله

صبر تو که دوا و دهم دامن نفس افتد
کارش ز چیدن شمار نفس افتد

از ضعف به محل نرسد شبت بخارم
برخیزد و چون ناله بپای جرس افتد
فانوس خیالی است همان پای منده پیش
هر کس قدمی پیش نهد باز پس افتد
آزادی مجلس بگلی قید فرنگ است
بیکار تر آن دست که از دست رس افتد

وله

دل تن قطره خون پیش نبرد دست و آرد
مدد کباب بشوید مردم و مددیا کردم

وله

رنگب پیار دلبوی گل با هم می سرشته
گشته دو چار چون من سوزسته پرشته
قبله ناز و جان من چشم و چراغ آب تپا
محض حیا دین شرم حروشی و فرشته
بر که بپیندش زخمت مدد کشتنم کو بست
جوهر نغزش کبک قتل مرا نوشته
دل به اسیریم کشدین که مراست از اذل
رابط تمام با قفس بکده به ام رشته
آنچه بکاری ای دو آهوست شکل که بکشدی
من بچه مدد و تو کنم مزرعه بیکشته

وله

بیاد شعله غوغای پس که سگرم استان تن
بلب چمن بر سره بخار می گرد و فغان تن
سرخ مسرقم سوز و گدازم شعله پر ایلم
نمک پرده شمع است گریه استخوان من

وله

جز به پاسکته قند از شرم نگاهی که تراست
با یدم خاک شدن بر سر است که تراست
دوشادینش مملکت سودا یم
سایه بال جانم سیاهی که تراست
واخ راجع است دل از بی اثری و اثر و آرد
از کفک بگذر دین ناکه آه که تراست

وله

فته بر یک ز پلیدن شرمه خواهد شد
گر مرا بر سر خاکم گزسته خواهد شد
هر که باییدن انگم بسر کوی کردید
کست این قطره دل یا بگلی خواهد شد
پد سیر سیر پیدا است دلم و دوش و آرد
ناله رانیز امید است اثری خواهد شد

وله

ندانستم در اقل در چشم تر نیستم
ز فوطه گریه دل را این قدر خطر نیستم
بر آسید وفا آخر قرب چشم او نمودم
و دم از ابتدای گفت و من باو نیستم

وله

به دوش دوش خبر بود نمی دانستم
ناله را سخت اثر بود نمی دانستم
سرم دید سرگرد به ریش یگفت
شب بهین خاک بس بود نمی دانستم

وله

لب گزان مست شلایت پریشان است
عرق چشم چکان از گرو ابرو است
مژده ای چاک دل از خبر بید کسی
زخم دیگری تاج روی آید

وله

آتم که بخیر گاه دلم نوب غمیر است
زخم بد تشنه لب زخم بیکار است
از گویه نیز کار دل اگر گشته است
این کشتی شکسته ز دیار گشته است

وله

دین جزا است بسکه از غم نیز آهنگ بر کنی زانو
چرخ دوزخ آفرین سیر و روانه پسیدن
نرخ کنی نفس شایسته رسته بر پای خویش ماند
نرخ کنی نیز از خیال روست و دیار کاری در زند

وله

پس اندر دین و شست چون گوید و انم
تیر غراب خفت جرانم از که پرسم
هم صفتان باور از بس شتاب رفتند
من چشم تا با نام آشنا بزماب رفتند

قطعه

پس اندر دین و شست چون گوید و انم
تیر غراب خفت جرانم از که پرسم
هم صفتان باور از بس شتاب رفتند
من چشم تا با نام آشنا بزماب رفتند

رباعی

یک سخن را به کیفیت گفتن بهتر از صد هزار در سخن
لیکن از لطف این خاموشی چه بگویم مے توای گفتن

ق

چنان بمرقد زمست این دانست دو کرنی صدمه از محل برو شبنی
وگر قهر گیرد فضا می کند یک چشم برهم ندن مالی

ق

یک دست تو دست کاو جاویم کے دست و گرت رشک کت و تمہل
از ہر دو کت تو میترای یاد گرفت تفسیر مصدق لما بین یرید

ولہ

دو ستارہ ان میں آند کرد کوئی کسی چوں بہ بینند مرا منج بہت بکند

ولہ

من کہا حسرت پرواز کیا از تو دام شاید آواز شکست پر دم آید چون

ولہ

لے خندہ گلیم و ز نیر باد بیل ایم مارا دیوی چین بہ چه کار آفریدہ اند

قطعہ

دم آب این تیغ نہ صحت ممکن جو جوہر بہ زنجیر و قلاب است
وگرہ برپا انگند فیل را نہ آب ست این بکد سیلاب است

ولہ

بر کر تانی بہ متعدد نشاد کثرت چرخ چوں گرا آبرو سے خویش بہر باب نشاند

ولہ

ذرتہ نامہ ہر کس سر سودا حق بہت ہر کرا می نگم و غف تماشاں بہت

اختلاف گل بر رنگ بلی قلمی است در پس پرده هر گل چمن آرای هست
 نیست معلوم چه شد بر سر بهار و بار این قدر هست که در کس تو خفته هست
 تباریخ پانزدهم جمادی الاولی در سنه یک هزار و یک صد و بیست و یک هجری حلت گزین عالم
 بقاشد - چنانچه تاریخ وفات شاعر بنظم آورده شد

خان سلیمان علی دوازدهم افسوس به بنا که چون مفرز جهان
 سال تباریخ اقامت از سر آه گفت ای او را بین جهان

پسر سردنای دوازدهم مظهر علی خان متخلص به ولاد که ترقی برفاقت فراب یافت الدوله
 بخشی الملک نجیب قلی خان بیاد در تلفز جنگ - و چندی بسک ملازمان شهنشاه جهان در شاهزاده
 عرف مرزا جلال حجت مشب به صاحب عالم فکک شده - اکثر اوقات که اشعار بجهت شاهزاده
 جنت آگاه میگفتند اینند، تفضلت خداوندی مبدول داشته پیرایه حسین و آفرین می بخشدند و تکیه
 شاهزاده علی شاه حضرت فرمانی است بتارس شدند و بسبب اتفاق در گذشتند - بعد چندی بر کار
 نواب وزیر الملک اسمت الدوله بیاد بر اقیانوس گردیده همراه مستشار الملک ملا حاج امیر حاج نواز
 مبارج شکیست دای بیاد در صلبت جنگ مانده قرب هفت سال جهان سر رشته بجال بود - بعد برمی
 بخند می مبارج چند بیگار برده کشید نمودند - از اتفاقات حسنه در سنه یک هزار و بیست و یک
 عیسوی حسب الملک جهان طراح نواب مستطاب علی القاب، لیکن خاتم سلطنت هفت کشور و سطر
 احکام قضاء و قدر، تاج بختی سلاطین هندو ایران - متفق قوانین عدل و احسان، صاحب سیف
 اعظم، الملک القاب ذوالعظم، امیر الامراء، نوبه لوتیان عظیم الشان، شیر خاص حضور شاه کیوان
 باگاه انگلستان، اشرف قاضی اشته بود، یعنی بخشی الملک فخر الدین احمد خان عرف مرزا جعفر قزاقی
 نواب حسن رضا خان بیاد پیش بستر اسکات صاحب گرد گردیده - تباریخ دهم دهم سنه مذکور
 وارد گلست شده، لازمت امیر الامراء بیاد حاصل کرده بجامه راشی خود مستطاب و الا بخت صاحبان
 عالی شان، عالم علوم بنگلستان جان گلگست صاحب مذهب بنده متین گردید - و بر طبق ایاتی صاحب
 مودع به تدوین این کلیات مودع شدند - الحی که جلالت و بیکه گزینش لذت تازه در کلام شهنشاهی

رسته و توت گندملش شوی در بازو شاعری انگیزت - شیری کلام بانگاش فکر ریختن - و
 سواد الفبا که بدارش در مغل سختوری شمع شبستان - موزونی قامت آبیانش رشک الزامی سروجان
 و گلگونی اشدر رنگینش حسن افزای گل رخسار - غزلهای تازه مضروبش غزال ولبای عشاق صید کرده و قصاید
 عالی رتبایش گری از قصاید مرئی روده - از الفاظ آبدار حباب ثنوتش معنی در افشانی جوید - و از معدنی چهر
 لطایف رباعیاتش کالی معانی پیدا - العز من توصیف حلاوت گندارش لبای خامه بهر چپانیده - و کمرین
 حلاوت زبان در تبارش طراوت ناله شکانیده - آنسب ایگو عنان شبدیر قلم را از جولاں گاه
 در سیمش منقطع سازم - و غنایب زبان را قند سرائی و ماگروا تم الهی تصانیع الراج کائنات از قلم
 قدوت پرتقش و نگار است - و بیاض و با چه صبح از سواد لیلۀ اقدار حکمت آشکار - لوزاق گلش
 این دیوان را از مصرعین این نقد و نادر خط و لمان و نگلای آمال مرقعش از نسیم فیض شمیم اجابت شکفته
 و زیان ابوالبون و انصار -

(مرزا کاظم علی جمال)

بخت نادر سے اس نے کی
 کر زمین بخش ہمسرا
 اور اس میں سے اس کی کھڑکی
 پتوں پہل سے کے ان میں ٹھانگ
 بہسیرانی نراحت وخلق
 کیس پیدا کیا دے و تر حبان
 سیم و تر کا کیس کیا مسدن
 د کوسے ہے وہ د کوئی اس سے
 اس کے جسم ہے د ایتھ و پاقوں
 وہ غنی بیگا اور دیش محتاج
 اور عاجز ہیں وہ توانا ہے
 کر کے ہستہ ہزار عالم خلق
 خلق جو کچھ کیا ہے حنائی نے
 ایک بے گامستہ دبی
 بلکہ ہر مہم سے بری ہے وہ
 مسد کر اس کی اب حشر دیں
 سلطان آفرین

ذکر ہر دم یہی ہے ہر اک کا
 آشتِ ربانی و آشتِ بی مولا

چرخیں تیرج دات دن مرو مہر
 واقم مسد ہے عطا د بھی
 آتش عشق میں حبلا مریخ
 کریں نجم و شمس بھی سہا سدا
 بخشش و خوش و شمس و سدا
 اور نعل سوخت ہو ہر اک کلا

نعتیں دی ہیں مومنین کو جو کردہ اپنے کرم سے اس کو عطا
تیرے ہی ہاتھ اس کا بیگا بناو کیا کہنے عرق آگے اس کے ہوا

قصیدہ نعمت میں سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے

سحابِ طبع نے میرے ہاں تک کی دُافانی کہ عجلت سے گھرِ بطنِ صدف میں ہو گئے پانی
نظرِ کر آب و تابِ بکاکِ نظم و معنی رنگیں جو ایک قطرۂ خونِ رشک کما کر لعلِ رمان
جواہرِ خضراءِ عالم میں جو ہر طبع کے پیری نظر آئے کہ ہو گی دیدۂ جیسا کو حیرانی
رہے کیونکہ دُردِ شدم سے نرمانِ دیباں کہ معدن میں چپا رہتا ہے یا قوتِ بدشان
سُخن کے آگے میرے کب نفوذ کو جے سوزی آب و تاب میں لباس کی دیکھی دُرخشانی
سُخن جے جیتے میں فیروزۂ روزِ چلا دوں دیں بے حکاکی نہیں جاسکے ہیں ہرگز اتنی و جانی
رستم کہ نہ رہی کسی اک غزلِ ایسی ہی پلکیں کہ جس کی تاب سے جو ہاں گہر سرِ سرِ پانی

مطلع ثانی

کیا جب خلق پر جلوسے کو اپنے بس نے اندانی چمکی جا ابر میں خوشییرِ دُرخشان کی دُرخشانی
شہ پر چو کہ جب جلوہ خولے اس کو ہنسا جے بجا چہ کہنے اس کو جے وہ رشکِ ماوِ کشانی
لب جانِ بخش اس شہری لدا کہ ہم نے وہ دیکھے کہ جس کے فیض سے پلا حضرت آبِ حیوان
لدا و غمزہ و ناز و کشر اس سیرِ ستم گر کا ہر اک ایمان کا غامت گر جے دل کا دشمن جانی
شہ پر چو کہتی تیرے سے اس کلاں ہر اکِ مڑاں نے جگرِ گنجانِ ماوا کی ہاں تک تیسرہ دانی
علا کا ڈر نہیں تیرے کو جتا سے دل کو ڈھانچے کہ کسی تیرے کرے ہے شیخِ دحوائے سُلائی
غرض جے اگر اک دن کا کر جا کہ بزمِ ہاں میں وہ دیشا جاکر تھا میں بھی دماں غزلِ خوانی
یہ لاکھ یہ غیل کیا کہ کسی کہ آبِ شفا کیجئے ہوتی دل کو میرے سے اس سوچ جے اس وقتِ خوانی
وہیں فیضانِ حق سے کوششِ دل میں یہ صلاحی کہ ہے برج و شفا پر از ہی کے نعمتِ نادانی
اٹھا کر گر تم لکھے جو کچھ نسبتِ میرِ بریں ہاں آسا قابلِ جودیں دیکھتے وہیں نادانی

کبھی گنہگار نے تیری کبھی دیدار نے تیرے
گواہ تیرے دعا ہے وہ مجھے کاوت کتر
تو وہ جزا عالم ہے کہ تیرے حمد میں حاتم
تجلی کو حق نے ۲ جنت عطا کی فضل سے پانے
ترا دست کرم والا گیسو مجھو مجسم ہے
ہجم کا تیری شہرہ آئینہ پر ہے دو عالم کے
نہ تنہا روز و شب نہ چھوڑے گی گردش کرتے تلیں
تھمہ تنہا دریاں میں ترے آغوش پر ہر جیگی
فتاب تیرے تیرے جو کھولے شیر آئیں تک
غیب محل سے تیرے ہزاروں قتلے جنگے ہیں
فقط نے محل سے صوف اچک لے ہڈی ٹپٹی
اگر سلطان کی غلیانی ملک سے ہونہ راہ کین
د سرحد حکم نفاذ کی سے تنہا باوجود حیران
تو وہ اشج جہاں میں جگہ تیر سم سے تیرے
تیری تلواری حوصلت سے دن اور رات میں بڑاں
کیست خار کس سے دے ترے شہید کو لبت
کون کیا میں جہاں میں وہ سرچے السیر الیا ہے
پری پیکر تک سیرت بلاق بنے ہا ہے وہ
کردن کیا عرض اب آگے لٹ لہجہ ہے یکایک
وہ شہد خدا بیگناہی تھی آندو میسری
سوچہ ایامت کے مولوں میں لیا ہوں حضور میں
دم ۲ ہے مرض ہیزا مستدل جو دے صحت

ساعت سنگ کردی خاک کو درج شہم نرانی
اگر دیکھے کوکے سر پہ اکیلیں جہاں ہانی
ترے سائل کا سائل ہے سدا بامد ثنا خراتی
کہ دم میں بخش دے ہے مور کو ملک سلطانی
کو رنگ اس کے سے شرمندہ ہے دائم ابریشمی
تو ہی ہے جنت نقابیں تیسرا نہیں ثانی
سطح ہفت اختر بھی تیرے حکم فرامی
قضا بھی کر نہیں سکتی بغیر از حکم جبرانی
ہزاروں جہاں کا زہرو ہوا دوسے دور میں ہانی
تیری خیم تصور میں ہے روشن راز پستانی
دوست کشنوں کی چاہے گرگ سے بڑ بھی بھولانی
تو عالم کو اٹھا دے حفظ کی اپنے تو ہدائی
وقار علم بھی تیرا کرے ہے سنگ کو پانی
کرے اجہم سے دوقین تنوں کے عمن لطیفانی
دلیران جہاں سے جتنے جنگے انہی و حبان
کو جنت و نیز میں جس کی نہیں بیگا کوئی ثانی
کو جس کو دیکھ کر باد بھاری کو ہے حیرانی
کوں بگی کی کو کہ اس کو جو اس میں رنگی جلالی
نہ علم و فضل ہے مجھ کو نہ دعا سے زبان دانی
بہترین شاعران تیسری کروں میں بھی شاعرانی
بہتر اعتقاد اپنے نہ بردھوا سے حسانی
کرم تیرا کس میرے مرض کے حق میں مدانی

ثنا و وصفت ہے اس کے ٹراس منے کر گئیں
وہی مستم البی بیگا شفیق المذنبین برحق
وہ تم المرسلین الیا کہ جھڑک جیسوں کا
محمد اسم ہے اس کا وہی ہے سید عالم
کوئی بھی انبیاء سے اس کے سچے کو نہیں پتا
اگر تشبیہ دون اس سے کسی کو وہ مثل ہوئے
اسے منصب نبوت کے سے حق نے سرفراز
جوار مرتبہ کس کا بغیر ذات احمد کے
دیا ہے کنگ حق نے آج تک یہ رتبہ اعلیٰ
نہیں ہوا ہے سیری دل کو ہرگز مدح مانجے

مطلع ثالث

حزب آیتہ رخ ہے عجب یہ منہ یزدانی
لگا کر مرشس سے تارش تو جسے حضور عالم
تجھے علم کدنی کا حق نے مرتبہ بخش
خدا نے ایتیں کی ہیں جو تیری شان میں نازل
تجھے حق نے کیا الیا کہ دل سے خلق کے ٹوٹے
کیا ہے مار شوکر دودہ بہشت نے تیری اسکو
ہوا جو ملت غنائی دو عالم کا ترانے مسد
ملا ملک کا نہ کیوں آدم ہو قبل جب متحد ہو
تیری دولت سرا الہی وہ فردوس بریں رنگ
تراہد لجا واداد کیونکو جو حشرین کا
تیری جلالت سرا یا نایہ رحمت ہے عالم میں

کہ جس کی شان میں نازل ہوئی کیا مستحق قرانی
شفاعت کے جبرو سے رہے جس کے فائق وظل
شرف ہے آدم و عوا کا وہ ہی نورِ خدائی
اس کا ہر سرکلہ پڑے ہیں انہی و جانی
ادو العزیزوں میں کوئی بھی نہیں اس کا ہوائی
کہ دتے کو کون روشن ہے جس نور شہ نورانی
جو تے زبان میں اس کے ملک تابین جانی
کہ جس کی شان میں حق نے کیا لو لاکت نذرانی
کرے روح القدس جس بارگاہ کی آگے دہانی
کوں اب مطلع ٹماٹ میں حاضر ہو شان خوانی

کہ جس کی دید سے حاصل ہے سب کو نور ایمانی
تجھی کو کشش جنت کی زیب و تجھ جہانمانی
کہ ادنیٰ ہے حیرت منبر کا یا اعز شرف ربانی
ہوئی تفسیر آیات کی تیری ہی پیشانی
شا کر گزرفی خلقت ، دیا نورِ مسلمان
دلہ نے ہی ہے جو کچھ مطلب دیا پس ہماری وکان
تیری حضور کا رتبہ پاوے کب مہر سلیمان
کہ اس کی نسل میں تجھ سا خلعت ہوئے گا اذانی
کہ رضوں دھو شب کرتا ہے جس کے دیکھ بدایا
کہ رحمت فیض حق کی ذات پر تیری سے اندازی
تو فیض رب ہے ظاہر میں تری صورت چاندانی

سوم ہے یہ اجنبی مومنین سادات چتے ہیں
 چارم ہے کہیں مجھ کو حقائق میں کسی نہ کا
 یہ خیمہ ہے نداری مسرتان مہر عشریں
 ذاکر اشتہام آگے قید سے کوئی نہیں کا
 کرم سے اپنے سب کو بھٹا دے کر آسان
 ذکر مستحق دنیا میں سخن کان مسراتی
 شفاعت سے تدری ہوئے صحت مجھ کو امان
 شائخاں ہو کوئی پھر کیا کرے اس کی شہنائی

قصیدہ منقبت میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب اشد الغالب علیہ السلام کی ہے

جہاں میں کی ہے باد بہار نے کاغذ
 چلی یہ باد صبا طہر جز عالم میں
 چمن گوں سے یہاں تک جوئے ہیں شاہک
 چمن کاغذ جو بہنار کیلئے حیران ہو
 کہیں بنفشہ و کہیں شبنم و کہیں سوسن
 کہیں ہے لولی و طاووس و ہر و فستری
 نگاہ مطرب و ساقی ہے اور باد و جام
 کھلا چمن میں ہے اس رنگ کیوڑا ہر سہ
 زبک نیم و شجرہ میں شگفتہ و سر ہیز
 فضائے صحن چمن کیا یہاں کروں آگے
 پھریں میں بارغ میں وہ گلزار غنیمت دین
 حزام نازیں ہر ایک نازیں ہر سو
 ظہم صانع خالق کو دیکھ حیران ہوں
 ہوئی ہے ہر دم و عشرت سے غیرت قدوسی
 سہاں یہ دیکھ کے حیرت نہ سہاں ہو کر
 ہو ناگاہ یہ کما یہ سیر عقل نے آ کر
 کر طار و خس میں ہوا ہے شگفتہ گل کی نظیر
 کو خاک و دشت میں خوشبو ہوئی رنگ بزمیر
 بہار غلغلا جو چمن کے آگے رنگ پائیر
 اور اس کے ہاتھ سے گر جاتے غامت تصویر
 کہیں ہے غنیمت گل و شکر گلشن کشمیر
 کہیں ہے فاختہ و غنایب و ابر مطہر
 ہے ہر دم پیش و طرب میں میں ہے خوشی کی نیر
 کرے دماغ میں کوسں سے صحن کی بو تاثیر
 کرے ہیں طائرستان ہزار گونہ صغیر
 شگفتہ ہوئے ہے دیکھ کر دل دلیگیر
 کو اک کرشنے سے عاشق کا دل کریں تیز
 نئی طرح سے ہے پہنے ہوئے لباس حریر
 کہ ہر طرف نظر آتی ہے اک نئی تصویر
 کہ جس کے محو تماشا ہیں سب غنی و فقیر
 غمخوش رہ گیا مانند بھسب تصویر
 تو کیوں غمخوش ہے نادان کہ آگے کر تقدیر

کہ جس کے بیگے ٹانگوں سب امیر و فقیر
 کہ ایک آن میں کی جس نے شش جہت تیز
 صدر ملک ولایت امیر نکل امیر
 ہے اس کی منزلت و تقدیر میں بعد تو قیام
 دہی کیا ہے بہ امر خدا بروہی حیدر
 کہ جس کی شان میں نازل ہے آیت تطہیر
 پھر انہیں کوئی مسکین سے تاہم و اسیر
 کرے نہ کاتب اعلان و شہی تقیر
 کہ مرد ہو جو جس کے مثل قدر و حیر

مطلع ثلاث

رکھا فرشتوں نے لا کر قرار عرش سرور
 نہیں ہوا ہے نہ ہوئے گا کوئی تیرا نظیر
 تو وقت عصر کیا تو نے شمس کو تیز
 بچے میں بال ملک بھائے فرش حریر
 کہے ہیں طوفانِ حرم قدسیاں بعد تو قیام
 سرور طوفانِ حرم کی ترے کہے تعبیر
 نہ تیری شکل و شان کا کوئی شبیہ و نظیر
 تو ہی ہے اورچ پہر شرف کا سر منیر
 نہ دیکھا چشم نے گیتی کی کوئی جھمک سا دلیر
 تو آبِ آبِ دہی پل میں ہوئے نہر شیر
 تو ہی ہے صاحبِ بحر و عالم بعد تو قیام
 کسی کو دولت کو زمین دے ہے بے تاخیر

زبانِ مرج و شش کھول و صفت میں اُنکے
 وہ یعنی کون ہے شاہِ تختِ امامِ ام
 برپہر بدلت عمل کوئی آتش
 حدیثِ ملکِ آبی و موحکِ دوس
 وہ ذات اس کی ہے عالی ہے مہر لے
 بیان میں کیا کروں ذات و صفات کا اس کی
 یہ فیضِ جود کہ عسودم اس کے دے کہی
 خلقت راستے مبارک کے، ایک حرفِ رقم
 پڑھوں وہ مطلعِ عالی حضورِ انور میں

ترے ہی واسطے اسے فرماؤ شاہِ دو وزیر
 یہ مرتبہ ہے کہ بعد از عتقِ عربی
 جو اس نے معجز ششِ انوار کا دکھایا
 حرم میں ترے حرد و پری کریں جادوب
 ترے حرم کے دے کہے میں خاکِ بوسِ ملک
 جو رات کہے کہ دیکھے ہے غلاب میں اپنے
 صفات و ذات کا تیری نہ کوئی مدیل و مثال
 تو ہی ہے ماہِ عربِ فخرِ بوسِ کنک
 دلفری و جالری و شہامت میں
 وہ ذوالفقارِ دہم جب نیام سے بچے
 تو ہی ہے خواجہِ بادل و کم و جود و سخا
 کسی کو اسب و براق و جواہر و زرد و سیم

کہ ہے شگفتہ و خوشنود جان ہر بل گیر
 تو ہے گی پہل ناس پر نگاہ سودا گیر
 جو دو جہاں کے بہم ہوں محاسبان دیر
 رزاق نطرت و کرم شے سے اسے امیر کبیر
 کروں میں غلغلہ جنتی کی جا کے وہاں تعمیر
 خیال و ہر کفن میں مرے بجائے میر
 یہاں تک ہیں دل و دیدہ میرے شوق سے ہیر
 کہ ریش ریش ہے سینہ و ہر صغیر و کبیر
 ہوں مبتلا تے بلیا بچنگ قتلہ اسیر
 حدیث بے کنی اپنی کی کیا کروں تعمیر
 دغم گارہ و پادشاہ و محرم و نہ ظہیر
 غریب و مضطرب و عاجز و فقیر و حیر
 کئی طرح سے نہیں سوچتی ہے کچھ تعمیر
 ہوئی ہے اب و غورش کی یہ باتوں میں زحیر
 و قہ کے کام میں ہوسر خدا نہ کر تاخیر
 بیان کرے کچھ اب اوصاف یا کرے تحریر
 منافقین کو ترے جو سدا مذاب سیر

یہ بدل و داد سے دی گولے دہر کو رون
 ترا جو بدل نگار ہر ضیعت کا ہے
 د و صفوں کا ترے قہار لا سکیں بشمار
 مری یہ عرض ہے تیری جناب اقدس میں
 یہی ہے دل کی قستا زحاک کرتے نبض
 یہی جو بس کہ مروں تیرے آستانے پر
 نظر اشاد کہی دیکھوں مسر و ماہ کو میں
 بیاں میں کیا کروں انبا کے جس کا احوال
 فقط ذلک سے غم و غصہ رنج لا جنت ہے
 نہ رہنے کا ہے غلاما نہ جانے کا کیوں شہد
 نہ ہم و نہ پلورہ و مشفق و نہ شفیق
 یہ ناواں و ضیعت و ضیعت و زار و زار
 ہوا ہے قیدی غم یہ کہ اب رہائی کی
 نہیں ہے بل کہ کسی نگہ بیاں سے ہائے گریز
 مشتاب حمد و گناہی کہ اس کی حمد و گناہ
 کہاں یہ نطق و فصاحت کہ شجر جناب کا یہ
 موافقین کو تیرے ہو نصیب جنت عدن

قصیدہ منقبت میں سیدۃ النساء العالمین بنت سید المرسلین حضرت فاطمہ زہرا کی ہے

کہ ہے بے نور جس کے آگے نخل وادی این
 جہیں ہیں گے ہر اک شلم و شرم و قر سرن

تہل وہ تری محبت کی ہے آفاق میں روشنی
 تو وہ قدسی نسب ہے گی کہ اسم پاک کی ترے

تو سے بھروسہ کر رہا ہے۔ جو کہ اس میں مودت
 کر رہی ہیں۔ میری واپس دیکھا ہے۔ ہاں تو
 دیکھا کہ خدا میں میں نے جیسے شک ہے۔ وہ
 تجھی پر ہر سحر سحر بیجھے ہیں۔ کل و کشن
 کہ شہزادی تجھے جانے ہے ہر اک نیرک و کورن
 ہر جن و بشر سوجاں سے رکھا ہے۔ درگاہ
 علیل آساکر سے ناز بہنم کو جو تو کشن
 جی جی صاحبِ عفت کائنات میں گی۔ لہذا ان
 کہ تیرے نام پر قربان کرتا ہے ہر اک نیرک
 ملک لے گیا ہے۔ آستانے کو تیرے شکر
 کہ جو فیض لکھ سے جس کے ہاں میں رہتا ہے
 کہیں صد آفریں سن کر ہے کیا دوست کیا دشمن

مطلع ثانی

مصلحتی انہماک کا ہے گماں بیگا تیسرا دامن
 کھال کے چنگے پر سجدہ کر رہا۔ زہد جوشن
 کیوں کیا تجھ سے ہے جنت پناہ ہے۔ آگاہ
 جہاں میں پرورش پانا سے ہر اک نیرک و کورن
 تری مرضی کے تین بیگا سب سے نیکیوں پر فتن
 مخالفت کا تری ماتم بھی نہدی ہے بجا تو
 کہ رہتا ہے۔ سدا خواہ گراں میں فقر چہ فتن
 وہیں میں سوزناں برویں تو میں گی لال جوں سوسن
 نکالے یوں قطار اوتاروں کی توان دیدہ سوزن

وہ فیض نام ہے تیرا کہ دائم ہر سحر سحر کر
 نہ تنہا تو شرفِ حمد و ملک کی ہے۔ خدا تجھ پر
 تو اس بی بی کی بیٹی ہے کہ مال و زور مع اشتہار
 کل باغِ بہشت کی تیری نہار ہے شہزادی
 وہ ہے تیرا اس جنتِ نعمتِ اعلیٰ جگہ میں
 تو ایسی بیگی شہزادی کہ طوقِ بسندگی تیرا
 جب کیا ہے کہ اونی مرتبے سے ہے کہ کابل میں
 تو وہ عاتقِ جنت ہے کہ تیرے نام سے جگہ میں
 دو عالم کے عاتق کی تو ایسی ہے گی شہزادی
 نہ تنہا باوجود ہیں جنتِ ماسم و مسرور پر
 تری چشم جہاں میں بالیقین اکسیرا ہی ہے
 کمرے مطلع غرا پڑھوں ایسا حضور میں

خیا محنت کی تیری مروت سے ہے فدا تو
 وہ اسم پاک ہے تیرا کہ ہر سحر سحر عالم نے
 فقط لے لور کا عالم تری گردن سے ہے نہرک
 عاتق پر ہے فیض نام ہے تیرا کہ روزِ شب
 فقط لے حکم میں تیرے ہے گردشِ بہشتِ انزک
 نہ تنہا ہے عدالت کا تری بندہ اور شیر و اس
 عدالت کا تری ہے وہ بیگا نہانے میں
 کہے دیا ہے تیرے جنت کا عاتق لے عاتق
 گزشتہ کا جن سوئی کے گئے ہے ہر ایک نام میں

ضیا عصمت کی تیری ہے عالم میں اُجالا ہے
 تجھ کو ہندو متی پیسہ سنے ہے فرمایا
 جگر گوشوں کا تیرے آکے جبریل امین اکثر
 مل کی تری نو مہر ہے توی منت محمد ہے
 ازل سے ہے ابد تک نا ہوتی تجھ سی دیوگی

کوئے کہ مردہ سے میں نکل کیا تیر کیا بہن
 خوزدای ہے توی کرنی کی ہے سب پہ ہے روشن
 کرے قحط خدایانہ وہ صورت آدمی کی بن
 توی اُم الزمر ہے تری وہ ذات ہے احسن
 کہ تری ذات دیگی گوہر اسرار کی معنون

قی

ہسر کی بندگی طاعت ہیں اپنی زندگی خاتون
 یہاں تک تو دیے و بلند اپنے حق کے فدا ہیں

قی

جو حق مرج ہے تیرا ادا وہ جو کے کس سے
 ولیکن مرج سے تیری ہی ہے آرزو دل کی
 تو اس دم سب لطف و کرم میں تیرے ہی ہوئے
 محبت سے تیری ہو دوستوں کو غلہ کی نسبت

جہاں لطف و فصاحت حق کی کرتی ہو انک
 کہ سے پرواز میں دم اس ولا کا مرغ جان از تن
 کہ تیرے آستانے کے ہوا اس کو نہیں مان
 سدا تاجہنم میں ہیں بچتے تیرے دشمن

قصیدہ منقبت میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ہے

بانج جہاں میں اب کے ہے کربت ہمار
 بستے ہیں ہر پیر میں جو سرور کو
 مندی لگاتے ہزار توپا کے سرو میں
 پروانہ باغبان سے کتا ہے دہم
 فیض ہوا سے شعلہ آتش فقط دہن
 فتور و نسا ہے فیض ترشح سے یہاں تک
 لیکن سخن سے کیا مرے نسبت ہے بحیر

ہے شایخ گل سے نشو و نما گل بجا کے خار
 شے کو زرق و دے ہے کہ دیکار نیتن حیار
 دست چادر زکف میں سنبھل کی شاد ہار
 کر دے حیار سے لاد کے روشن چیلخ ہار
 ہر کہ ہے رنگ فرخو کے سبز و زار
 کر دے ہر تاجہنم کو ایک ہار
 ہے چند روز میں کو خزاں اس کی سب ہار

بادِ کر اس کو گھیر لے بارِ حشر تک
 اور خاص و عام کے جو زبانِ ندریاں تک
 جس پر جا رہے گا مجلسِ عشق میں سدا
 خضرِ طبیعت اپنی جاں جو سخنِ طراز
 رنگینِ کلام کا میں کیا بیاں کروں
 میرے سخن کے ٹوبہ برگزہ سبز ہو
 میرے کلام جمہورِ ناتی کو سنِ صد
 مصحفِ نوح پر پڑتے ہیں دُنبالِ نطق کے
 توجہ میرا ہے تلمیذوں میں یہ پسند کے
 اتنی ہی عودستانی نہیں خوبِ خلق میں
 بنز ہے اس سے یہ کہ کر آگے تو اس کا حق
 زیبا ہے اس کے حق و سدا سرِ لباسِ بزم
 پتیا کبھی نہ نہر نہ ہوتی اُسے اگر
 گر مصطفیٰ شہادہ تھا دل اس کا تو
 بیتا اُٹ وہ بختِ طبعِ پل کی پل میں گر
 جتنے کا اس کی قدر کے ایسا ہے لوحِ سخن
 یہ مرتبہ ہے جاہ کا اس کی کہ جس کو دیکھ
 دل بند مرتضیٰ ہے جگر گوسشتِ رسول
 یعنی حسنِ لہم ذمیں بیٹھائے وہیں
 بخشائے والا خشر کو گر ہو نہ اُس کا خلق
 اس آستانِ آگے خاک کے غیلِ غیل
 زائر کے اس کے پاؤں کی لے لے کے نکل کر

میرا حق رہے گا دلالتے میں یادگار
 اشعار کو پڑھیں سرے ہر پل و ہر خد
 خواہیں سرے سخن کا ہر ایک جو گا بار بار
 شوقِ بعدِ زبان جو اس جا پہ انگار
 حاد کا جس کے رنگ سے دل بیگا دلخوار
 طوطی چین میں جا کے کہے پہچنے ہزار
 دل میں کہے ہے تینا سخن ہے یہ آبدار
 ہے عملِ میرے حال پہ تائیدِ کردگار
 شہر ہے اصناف سے لے آہ رنگار
 ایسے سے نگ و مار رکھیں اپنی مددگار
 لایب جن و انس کا جو بیگا شہرِ آباد
 جس نے کیا ہے دہر کو اپنے پہ خوشگوار
 تو نظرِ رضا سے خداوند کردگار
 کون سے کو مروت کے ٹپک دیتا ایک بار
 اس کے ذکرِ علم کا جوتا زمین پہ بار
 روزن کا جس کے سر ہے کڑی نہ پود و کار
 کرتا ہے عرشِ اوج کو اپنے سدا نثار
 ابرِ کرم ، عیالِ شفا ، مسدِ نقار
 غنثار بانگاہِ خداوند کردگار
 سرِ خاک سے احاطہ کے خلقِ نرینار
 جوتے ہیں خاکِ بوس بعدِ عود و انگار
 سُرور کریں ہیں حمد و پری بہرِ افتخار

نظار کے چراغوں میں چھوہاٹے کوئی عمار
کشیر کا غراج نہ کافی ہو زینہ
چمکن کے بوجھ سے لہے جے فوٹن کا قلعہ
لے دیش و طبرجہ و ہر سب یں وگہ غرار
جب تک چرخوں میں مطلق نہ ایک بار

مطلع ثانی

مضی جو خلق پہ ہے وہ مجھ پہ ہے آشکار
جس رنگ سے ہے شرع میں بُرمان استوار
لے برہن سے بخت پہاڑیں کہ ہزار بار
اس سے زیادہ مرجہ تیرا ہے شہر بار
کرنا و گرد مجھ پہ کواکب کو وہ نثار
مُنہ سے لے دے اپنے حشر سے دکان غبار
ہو دے دبیح و مشام غلیظ پہ آشکار
مُضی میں چاندوں حکم میں ہریل و ہرنار
پاؤں دم بولاج نہ بے حکم زینہ
کدے کبھی چراہ کو اتنا کہ ان جبار
دم میں نکالے اٹھ نوغزار کا دمار
قند بھی سو دیا ہے یں اب پاؤں کو پلار
باز و گنگ بھی اڑے یں بانہ سر قطار
صل و سخا میں اتم و کسریٰ میں بندہ وار
بچنے اُسے تو غلبت سگیں ہزار بار
دراے اُسے تو کب خطا و ختن تشر

پہنچے سے مر کے بھی فلک کے دوہیں نکال
اک دھڑکاں کا منہ ہی پہلیج میں اٹکے
ہوتا ہے صرف مد یہ اس جا پہ سیر بیان
لیض طام اس کا یں تک ہے خلق پر
کب مدح نہا نہاد سے دل کی تسلی ہو

لاریب و لاجق کا تو ہی بیگا ناں دار
یوں محکمت میں آئے منہاں ترا کہ نص
وارد ہو جا کے دیر میں تو مجھ کو دیکھ کر
مد گزشتہ کو جو گر پھر پھر سے کیا جب
پاکے سے حیرت بک فلک زیر دست
پاؤں جلاد آئینہ مر جب ملک
دھست نہ راتے سے تری یوں اگر فلک
قراں میں تیرے ہفت کواکب یں نور و شب
نقشہ و ظہر سے دم میں بے اذن کے تھے
جائے نگر ہرین گسر کہ جب نہیں
گر ہو مساوت تری محمد صلیف کو
شہر یہ دل کا ہے شہر تیرے مدین
ہم آشیایں نہ دل سے شاہیں تدوین
یہاں تک ہے تری داد و بخشش غل پر کواکب
مناج جو کہ دھست گزی کا جسم سے ہو
مانگے درسا نکاح بھی مجھ سے اگر کوئی

بجٹے اُسے تو قہرِ جہنم کے ہے شہد
 جو دین نہ تیرے نہ ہو دے روزِ کارِ ناز
 لڑے ہے خوف سے فقط خلقِ ذلہ وار
 بلے اختیار کا ہے ہے مزاجِ بار بار
 دہم و خیال جس کے نہ ہمسرہوں فرشتہ
 مانند برق کے نہ کسی جاچے ہے استمرار
 جو دے پھر ایک آن میں اُس کا وہیں گزار
 حمد و پائی میں ہوتے ہیں سو جان سے نادر
 خدام کے ترے نہیں لائق ہے فرشتہ
 اِس کو قبول کیجیو تو ہمسرہ کر دو گار
 تو روزِ امتحان کے یہ بھی جو ہر سنگار
 اعدا ہوں جو ترے ہیں نیت و ذلیل غلام

ہرگز کہیں جسے نہ ملے جائے بود و باش
 رستم سے ملے کے زلال و نہان و نامِ ناک
 ایسا ہے رعبِ جہنم شہامت کا دہر میں
 دیکھے ہے جہنمِ تیج کو جس دم کہ چہرہ رخ
 فرحت کو ترے گھوڑے کا آگے میں کیا گھوڑا
 ہے اپنی ہٹ اتنی ہی اس میں کہ ایک ہل
 ناکب جو شرق سے کہیں عازم ہو غرب کا
 عالم یہ اس کا بیٹا چلوے گا جس کو دیکھ
 جو کچھ کیا ہے نغم و لائنے یہ درج میں
 لیکن یہ عرض ہے تیری خدمت میں یا امام
 مدفن جو اس کا خاکو مدہ آستانِ حرا
 احباب ہیں سدا تیرے مسرود و شاد کام

قصیدہ منقبت میں جناب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہے

ہوا یہ شہد و نقل اللہ اکبر
 رُوحِ روشن پہ لی جب اس نے چاند
 چہا ٹکلت میں نہ ہمسرہ اللہ
 نظر آنے لگا کہ ایک اختہ
 پکار اٹھا میں شب اللہ اکبر
 الم سیری کو پیشوا کر
 کہ تا مقبول ہووے ہمیشہ داود
 کہ بیگناہ ذکر حق سب سے ہی ہتر

گیا مغرب کو جب غورِ شہیدیناد
 ہوا چشمِ فلک میں روزِ تاریک
 سیاہی شام کی پھیل برآک شہ
 سیاہی ہر طرف مٹھی ہوئی شہ
 بکہ کہ وقتِ مغرب باوضو ہو
 ہوا میں مٹھی بہرہ جہانست
 صلوة اس لمحہ سے میں نے ادا کی
 کا اہم نے مٹی تو کرکشیں دل سے

وے منت اند شرط ہے گی
 کر آگے رخ تو اس کی ابائے دل
 الم سیری وہ ہی ہے برحق
 وہی مقبول رتبہ العالمین ہے
 مرا ریکان ہے وہ جس کے حق میں
 وہی پیدا فرما ہے نبی کا
 وہ شہزادہ حسین ابی مثل ہے
 مری جن و ملک کا فخر بیگا
 بزرگی کیا کون اس کی میں آگے
 فقط رخسرخ کی گردش محکوم
 اے منصب الامت کا ہوا جب
 اسی کا حوصلہ تھا جو کہ اس نے
 نہیں پایا جسے اس کی سب کا
 وہ ہی اسرار نہیں کا ہے ملک
 دسیری رخ غائب سے جو برگز
 وہ مطلع میں درخشان سے جس کی

مطلع ثانی

گنگادوں کا اسے نور پیسیر
 تری وہ ذات عالی ہے کہ دائم
 ولایت اور نبوت کا تو ہے نور
 ترے منبر کا ادنیٰ ہے وہ پایہ
 رواں ہوں حکم سے تیرے جمادات
 تری بیگا شیخ رونق مشر
 ترے سنسوں میں ہیں گے چارخضر
 الامت کے ملک کے مسراند
 جسے عالم کے عرشیں منور
 ہوا شنوا ہو ، گویا جو دیں ہتر

زبیں تابین تیرے چہرہ لطیف ہیں
 حرم میں تیرے ہے بال ملک فرش
 تیرے دکا ہے ہر قدہ ہر ازمہ
 لگا کر انیس و جان نمود ملک ملک
 تیراں ہے یوں آفاق کے ذی
 تیرے طوف حرم میں ہو کے شغل
 سداخورد و پری جادوب کش ہیں
 تیرے نواہن ملک قسم کو
 چبھے ناز کے پا میں گر کوئی غار
 پڑھوں دھبہ تھوڑ میں وہ مطلع

مطلع ثالث

شجاعت کیوں نہ ہوئے ختم تجھ پر
 اگر آجاوے رستم روز ایجا
 زبان و تہمتی، زال و برزد
 نہ تنہا بین کا تیری ہے یہ کاٹ
 کرے دو ہی سراسر گر سپر ہوئے
 تو وہ اشج کہ تیری بین کا دار
 علم جس دم کرے شمشیر کو تو
 عجب کیا گر تری انگشت مہمز
 نہ کسری کا کوئی لیتا ہے یہاں نام
 تیرا وہ صل ہے آفاق کے
 تیرے اہواز سے دم میں پردہ بال

کہ وہ اشج تو ہے فرزند صفدر
 تو بھاگے وہاں سے اپنی جان لیکر
 تو سے اپنی غلاموں سے ہیں بیکر
 کرے دو گر مدد ہو کہ وہ سپر
 ملک کا اس کے تن پر نمود و بکتر
 کرے گا وہ زمین کو دو مقرر
 تو کس موک کا یار جو ہو سر
 پذیر آسا کرے دو حجتہ خور
 نہ ہے کوئی ہوا غواہ سکندر
 کہ میں ہم آشتیاں بارو کبوتر
 نکالے علاج کے پیچھے سے تیر

فقط بیٹھے ہی میں دہشت سے تیری
 سدا بلے دوسرے سوچنے سے چوہان
 بسر حقیرین کی ہوئی ہے اس رنگ
 تو ایسا بدل و جنت میں کر تیرے
 تو ایسا ہے جہاں پردہ کہ دم میں
 جو تو چاہے تو ہر دیا سے غراں
 حجب کیا ہے کہ دستِ مسریرا
 تو وہ جزا عالم ہے کہ پل میں
 نہ کیوں ہو آیت رحمت سدا پا
 جو ہو گمراہ تیسری ہے سزاوار
 کیت غامد کر تربیت اس کی
 یہ اس کی نال و سرچئی کا عالم
 پری پسکر وہ الیا شدت سے
 یہ جنت و عجز میں شریعت جاسکی
 یہ عالم اس کے قطراتِ عرق کا
 نہ میج و نعل میں اُس برقِ خوگے
 سدا لطف و احسان ہے تیرا ذات
 جہاں نوح الایم سا جو سے مداح
 ملک عادمِ معرفت حق تھا ہے
 کرے ہے نعم آگے یہ قصیدہ
 یہی ہے آرزو تیرے وقت کی
 کہ فیضِ ناک تیرے آستان سے

رہیں بکا د آہو و غضنفر
 شبانی گرگ کڑکے کی بکسر
 کہ جوں باہم ہیں چارِ عنصر
 میں کسری اور حاتم دونوں چاکر
 ہر ایک محتاج کر کر دے تو نگر
 غزف کی جالے کو سے مُشتِ گوہر
 کرے ہر ذائقے کو خود شیدِ خاوند
 چمے چاہے تو دے کو نین بیکر
 کہ تو بحق ہے اولادِ ہمیشہ
 پسندیدہ تو ہی ہے پیشِ دامد
 کہ جو شہریک ہیگا باو پسکر
 کہ رشکِ مُنبتان ہے سراسر
 نہ پہنے ساتھ جس کے باو ضرر
 کہی جس کے نہ ہو سے برقِ ہسر
 دُرِ سلطان کوں با آن کو آختر
 مرویدِ یون ہم میں گئے فلک پر
 کہ تو دیاتے رحمت کا ہے گوہر
 ثنا گر ہر کے دہان کوئی کیونکر
 ہیں دال اس پر اعلیٰ بیہر
 تو کہ مقبول اس کو بہرِ دامد
 بلکہ دے جگہ تو اپنے نہ پر
 ہوناک اس کی کا ہر ذرہ مُنور

اور اس کے بعد یہ ہے حشر کے دن
 ٹھٹھوں کو ہے جنت تیری دولت
 عدو چراسیہ دو بیگانا ہے
 جو ہے دشمن ترا ہے شہر و ملک
 تو ہی حامی ہر اس کا پیسٹن خادم
 سلا ہی شریخ نہ پیش پیسہ
 نہ بھٹائش ہے اس کی مدد حشر
 وہ ہی ہے دشمن جان پیسہ
 جو لادے اس میں شک بیگادہ کفر

قصید منقبت میں حضور سید الساجدین امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ابنی تو مجھے دکلا دے وہ مکان و مکین
 نصیب کر تو مجھے اس کی آستان بوسی
 وہ کون حق کی عبادت میں ایسا ہے ساجد
 کون میں کیا کہ ہیں آثار سجستہ کے ظاہر
 ہے تو نامہ کس لا کہ جس کے پر تو ہے
 وہ نور مائع و لایع ہر ایک حب پر ہے
 وہ کون جس کے خدا درجہ جبر سا ہیں ملک
 وہ کون حکم میں جس کے ہے بیت قضا و تعد
 اسی میں سراج میں ریشا خاکس کی ہے یہ جناب
 کہ اتنے میں یہ کلہر عقل نے مجھ سے
 قطب جہان میں جس کا ہے سید التجدد
 وہ ہی لام ہے ابی لام ابی امام
 اسی کے سپہ میں دن رات چشمہ سار و غور
 وہی حسن کا چہرہ وہی ہے نور حسین
 اُس کا دادا ہے بڑھن تو گمشدہ دل سے سُن
 کہ جس کے نور سے روشن ہے آستانِ نبی
 میں جس کے نام پہ تڑپیں سلا و پردہ
 کہ جس کا نور جبین پینا بیگا زبر و ریں
 ہے منتشرہ جہاں میں اسی کا نور جبین
 ہر ایک حق ہوا ملک ہمسہ چرخ بریں
 یہاں ملک کہ وہ پہنچا ہے تا بہ رطبتیں
 اور اُس مقام کے جادہ کشش پر نور الیں
 وہ کون جس کے ہیں فسلان میں زلمین و زین
 کہ جس جناب کے آثار لیلے ہیں گے حسین
 یہ وہ خلاصہ کون و مکان ہے عرض نشیں
 لے لے لام چلام کسیں کہیں و جبین
 وہی ہے کبیر مقصود آسمان و زین
 اُسی کا نام ہے زین العباد قبلہ دین
 وہی بتول کا پوتا علی کا نور مبسبین
 محمد علی وہ جو ہے رسول آیین

لگا کے انس و ملک وحش و طیر چڑھ پڑی ہیں اُس کے ہر کے تالیں ہر سب کہیں وہیں
 ہے اس کی جاہ کے رُتبے کا پایہ بیگا بلند کہ جس کی تہ کے آگے جہ پست چرہ ہیں
 پڑھوں وہ مطلق قرآن حضورِ اقدس میں کہ جس کا ہر دے ہر اک حرف ہر ذوق نہیں
 مطلع مطلق

تری جناب دو عالم میں ہے کی قبۂ دیں کون دیکھو گے غزیریں سیلان کا
 ترا وہ نامتو افصح کہ دو بڑ میں کے ترا کلام ہے وہ مجرہ کہ اک بلی میں
 ترا کلام وہ اچھا ہے کہ مینے وار ترے کلام کا وہ مرتبہ ہے بالیقین
 ہے جس قسم ہے ناز کا ترے نقش قدم عجب نہیں ترے اچھا ہے اگر بادشاہ
 فقط نہ مجھ سے ہے ترے ہوتی ہو اگر وا فتاد امر ترا اس طسرح ہے عالم میں
 کہے ہیں خاک مشیاطین کہ تیری آتش قبر ترا وہ عدل کہ جنگام خواب بے دلوں
 ترے عدل ہے یکجا فقط ہیں لگ و غم ہم کا تیری بیان کیا کہے کوئی آگے
 تو دونوں اہل حق ہے بخش کرے مسکین کہ ہے تیری حمد سے پر انسانا عالم
 زبیک تیری شجاعت ہے جد و آباے گر اس کا وار کرے کہ آہنی پر تو
 کہ بہرہ وہ ہیں میری ذات ہے کہیں وہیں کہ دو جہان کی حشمت ہے ترے نیر انگیں
 کلام ہر دے کسی کا نہ سہرا نہ رنگیں کہے ہے غرق و خوشنود خاطر انگیں
 کہے ہے نہ وہ جو مردہ دم میں اس کے تیش کہ جیسے مشرط میں بیگانہ کا حکم متین
 کہیں ہر ذرہ اس جا ملائک اپنی جہیں خباہت ترے ذوار کا ہو عسرس نشین
 ہیں دست برگِ شجر ترے ہی سدا گل ہیں کہ حمل غنا و تہ کا ہے خلق میں آئین
 کہ جیسے آگے چل کر خوش قنوا سے کہیں ہیں گاؤں شیر ہم آغوش اور ہم بالیں
 کہ آسمانے میں رہتے ہیں بے بدشاہیں گرا ترے کے گرا ہیں تو انگ و مسکین
 ہجوم کر کے جو آویں یسار اور یہیں کہ نہ کوئی میں چاہے نہ کوئی مہر نہیں
 کہے ہے تیغ تیرا دم میں دو عو کے تیش قبلہ و جنگ کرے دو وہ تاجہ گلابیں

نہ ہوں ساختے میدان میں ہرزہ و بہن
ہوا کی طرح وہ بجائیں نظر نہ آویں کہیں
پڑھوں میں دھت میں لگوں کے تیرے مطلع
کہ جس کے ٹٹے ہی جہاں ہوں سب کہیں کہیں

مطلع ثالث

ادارہ کرتا ہے ہر ایک دم نہیں ٹٹل ہیں
کہ جس کے دیکھ یہ سر چٹا کا ہر اک عالم
یہ اس کی چال میں شرمٹ کر یکدم صبا
جو حق ٹٹا کا قری ہے سوجھ سے کب ہو لدا
یہ ہے آئندہ پیری شہنشاہ کوٹیں
وفا کی عرض کرتا ہے قری خودت میں
میں اختتام قصیدہ دکھا رہا کرتا ہوں
جو دوستوں کا تیرے دوحضہ جناں نکلیں

کہ بچے اس میں سے کیونکہ کوئی گل نہ لگیں
کہ اس کو چٹا کون یا میں ڈالت حور العین
نہ چنے کام کو اس کے چلے ہے اس آتیں
کہ تیری وجہ میں عاجز نہ ہے جبریل میں
کہ سبک و ہوا تر اور پیری جو بالیں
کہ وہ جہاں میں تو ہی اس کا جو ٹٹہ میں
کہ ٹٹے ہی کہیں تاسا میں سب آئیں
یہیں وہ ناؤ جہنم میں جو ہوں دشمن میں

قصیدہ منقبت میں حضرت امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے

منہیں خدا کسی سے بچے خدا ہے گواہ
مگر جو کوئی بچے چھڑے تو ہوں میں ناچار
کسی کے مہرے ایذا جو کوئی ناحق ہو
یہ شخصیت ہے کہ کچھ لغو و پوچھ کر نہ ہو
جنوں کو ٹٹے کا ہے شوق ہرزہ گوئی کا
سوا حمد کے کو اس سے کچھ بھی حال ہے
غرض یہی ہے اگر اس سے دستیں نہ ہڑا
انہوں کے حق میں جو پست و بلند کہیں میں کہوں
رکھیں معاف بچے اہل دانش و فہرنگ

کہ دل لکھ کر دیں جو اس کی خاطر خواہ
وگرنہ ہے بچے ان باتوں سے بہت اکل
خدا کرے کہ وہ عالم میں اس کا منہ ہو سیاہ
پڑھیں وہ جا کے ہر ایک جہم میں گرو چکا
حفاظت اپنی سے جس جس کے وہ کہیں لے دے
کہ دانیات میں اوقات لیں کہے میں تباہ
تو اس میں کچھ نہیں تقصیر پیری اور نہ گناہ
نہیں ہے اپنی جنیں آبرو پہ آپ شکاہ
کہ خود انہوں نے خرابی کی اپنی دھنڈ لی راہ

خیال اگرچہ گزرا تھا طبع نے وہی
کما کر ٹولے انہیں آگے کیوں کیا
بس اب تو کچھ وہ بیان کر کہ جس کے باعث سے
ترے کلام میں دیوے تجریت اشد
زبان پہ آگیا فی الفور میری وہ مطلع
کہ دیکھ جس کو خوشحالی اپنی بھولا ماہ

مطلع ثانی

یقین جان ٹولے دل نہیں ہے ، افواہ
ہر ایک شام و سحر میں و انس و جن
سدا طواف حرم میں ہیں اس کے سب شغل
نہ باہر کے نقطہ اس کے مردہ شہر
اُس کی ذات کا ہے آسرا جیسے شبِ روز
جناب حضرت باستر نام پنجم وہ
اب انتظار میں آنکھیں حرم کی ہیں سفید
نور آئے کی سنیں کہ ترے سکون میں کیا
پڑھوں حضور میں تیرے وہ مطلع ثلث
جسے کائنات کا کرم میں اسی سے بہا
دور و بیچے ہیں اس آستان پہ رکھ کعبہ
فلک کی پشت ادب سے ملم ہے گی دوتاہ
جسے دور فلک اس کی راتے کے ، مسد
اُسی کے نام کی تھری چوں ہوں شمع و چرا
کہ جو ہے علم لفظی سے سدا بسر آکاہ
فراق اس کے سے نذر غلام بیگا سیاہ
کہ منظر میں بساں گوشا و چشم بڑا
کہ جو دے بزم میں ہر ایک کو نیشا بلواہ

مطلع ثالث

تیری جناب دو عالم میں ہے گی عایب
فقط نہ مرتبہ افلاک سے ترا ہے بلند
ترا وہ مقدم ملن کوئی سے جس کی
کیا ہے جس نے قسم بوس تیرا گہا
خدا نے تیرے کو دیا ہے ، مرتبہ کہ ترا
تیری وہ ذات مقدس کہ ٹولے ہر شب و روز
نہ کیا کہ ہی ہے جس کی کو نہیں
عطا کرے اُسے بوس تو مع جہنم
کہ تیرے سایہ دوست میں سب کا بیگا بہا
نیشب جاہ تیرا بیگا شکل منہم ماہ
وہاں جو روئے ہنواں جہاں پہ ہوئے گیاہ
وہ راہ راست پہ آیا اگرچہ تھا گمراہ
جسے طوق جہنگی گردن میں سب کی بکاہ
ہر ایک دم کو گیا صرف عیب شد
کرتے جسے خاک کو اکیر تیری یعنی نکاہ
نہ دکتا ہو وہ بھلاعت سے اپنی جو پکاہ

لگا کے پیل و ہا ہسہ سے نیمرو و غرگاہ
ہر ایک مریض کو لا یہب بنٹے جے شفا
کہ کچھ دوشیاں دینا قادیانہ گراہ ہر گاہ
کہ دست آزد و زبان نیبا زہے کرتا
غلام سیکڑوں حاتم سے ہیں ترے باندہ
کہ کوہ کے کسے سرگوب آن میں تر گاہ
توہل میں باز کے سرے اپکے صوہ گلاہ
کے قعاص غلب بک شیر سے روباہ
کہ جس کے سنے سے لشکر مدد کا ہوئے تباہ

مطلع رابع

کے فضل وہ اک خطے میں ترے ناکا
جو دوش تن جو تو لے وہ بھی تری آنکھ پناہ
کے جے صفحہ کاغذ کوٹے پلا آگراہ
کہ جس کے باوہساری دہل کے ہجراہ
کہ جس کی گرد کو پہنچے کبھی نہ شہرت ماہ
تری ہی دہل کا جے آزد و منداجہ گراہ
ہر ایک امر میں تو ہی میں ہو ہسہ راز
کے عرش کا حاضر جے بندہ دگاہ
قبول کیجیو اس کو تو حسیبہ شدہ
کہ تو جے مامیوں کا حشر میں شفاعت خواہ
کرم کی اس پر نظر کیجیو یا ولی اللہ
سدا مقرب ہو اعدا کا ترے آتش گاہ

جے تو پا جے اُسے سخن دوسے ایک پہل میں
نہ خاک دے فقط ترے گرد بیسنا جو
تری جناب سے حاتم کو رنگی کیا نسبت
یہاں تک تری جنت کا مرتبہ پہنچا
تو وہ کہ جان نہ جانی حقیقت ہیں سے
تری جنب جہاں میں وہ صل گستر ہے
ترا جہ صل مدگار ہر ضعیفوں کا
دیت نہ کشتوں کی بڑا لہ لڑکے چلے
پڑھوں وہ وصی تہتہ میں مطلع رابع

مقلبتے میں ترے ہو اگر مدد کی سپاہ
تو ایسا اجمع عالم کہ روز بیجا کے
یکست ندر ترے وصی بخش میں اس نام
جو دعویٰ اُس کے چلاوے کی کیا بیان آگے
برنگ برق و شب رنگ ہے فلک سید
اب آگے مقصد دل ے بیان کرتا ہے
تری جنب میں بیگا ے مدعا اس کا
کرم سے اپنے اسے جس گھڑی تو یاد گئے
یہی ہے عرش کمرہ جنب میں تیسری
گاہ گار کو اپنے نہ بھول مدد جزا
دعا پر ختم کرے جے دلا تعید سے کو
جو ہوں محبت حرم سے ان کو جو سے نظر ہیں

قصیدہ منقبت میں حضرت امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ والتسلیم علیہ کی

گنہ کو پہنچے جس کی رائے صواب۔ وہ سخن میرا جسے ہر کتاب
قد دان جو اگر مرا کوئی۔ نہ نشان کروں بربک حساب
جو ہر اک جن کا صرح معنوں۔ لفظ و معنی میں ہر ذوق خوش آب
جو ہر ذوق میرا دیتا سخن۔ کہتے ہیں ہے گوہر نایاب
نہیں تمید سے کچھ اس کی غرض۔ اس کو کتا ہوں محض بہر ثواب
کیا حجب ہوں میں لیے کا دارج۔ گر کہیں مجھ پہ علم اکے ابواب
جب کہ وصاف اس کا ہوتا ہوں۔ مضطرب کتابوں پر تک و کتاب
ہوں شاخوں میں لیے کا جس سے۔ گوہر نایاب کو ہے آب و تاب
یعنی وہ ہے مرا اہم ششم۔ عرش رفعت کہیں ہیں جن کی جناب
نام نامی وہ جعفر صادق۔ جن کے اوصاف کا نہیں ہے حساب
گر فضائل سے اُس کے ایک شرف۔ اب بیان کیجیے تو ہووے کتب
دن کو گر غم ہے تیرے گرد حرم۔ آستان بس شب کو ہے جناب
اُس کے فیض مستم سے گلشنیں۔ ہے ترو تازہ خستہ و شاداب
خیرتہ اُس کا ہے یہ بسند۔ نہ تو جس کے مد کا ہے مراب
خلق ہوتی ہے جہہ سا در پر۔ آستانے کا اُس کے ہے یہ تاب
ہے ہر اک شخص اُس کا ملتہ گوش۔ دل سے بند ہے باستان آداب
دارج غائب سے کیونکہ ہر سیری۔ نہ کروں عرض جب تک بظاہر
اب حضور میں تیری وہ مطلع۔ پڑھوں جو ہووے ہر ذوق خوش آب

مطلع ثانی

تیری وہ ذات رنگی فیض آب۔ بہر قدر جس سے سب ہیں شیش و شاب

دو جہاں کی ہے تجھ سے نوبہائش
 تیری نعمت سے ہے خلق کا حال
 بھر مواج ہے تو دریا دل
 ریزہ ہیں تیرے خواب احساں کے
 جے گا بخشش میں تو ہی لائق
 جس کو پا ہے توہل میں کرے نہال
 تو وہ عادل کہ عصر میں تیرے
 نہ فقط عدل سے ترے ہیں بہم
 دورۂ عدل میں تیرے ہوا
 آتش قر سے تیرے یوں دیو
 شیب جانا رہا زائے کا
 احتساب ایسا تیرے حمد میں ہے
 نہ کو ساز سے ہے بکلی صدا
 تیرے ایمان سے نہیں ہے عجب
 دوزخ و بہا کے سامنے تیرے
 تو وہ الشیخ کہ لڑے ہیں ہر سو
 حمد میں تیرے قند ہے سویا
 وصف گلگوں میں تیرے اب مطلع

مطلع ثالث

تیرے توں کالے سپہر نہاب
 وہ سبک سیرایا ہے مواج
 اس کے ہر قطرۂ عرق کو دیکھ
 اوڑھ کر کیا فلک نے رکاب
 شمس دھو تر ہو بھی ہو سلا آب
 اب ہوتا ہے گوہر نایاب

باو تو اس سے اک بھڑا ہے
 مدح کا اس کی کس کو یاد ہے
 اس قصیدے کو میرے کر مقبول
 غم کر لے وگدہا چہ کلام
 ہوں مجاور یں آستان کا ترے
 دوستوں کو ترے ہو تعلق نصیب
 اور خود ترے ہیں جو دشمن ہیں
 نقش سس اس کا جو پڑے پر تراب
 عقل قاتل کی وہاں نہیں ہے کب
 اے مصلیٰ جناب فیض آب
 یہی کہتا ہے بار بار آداب
 میری چہ آندو زوا ہو شتاب
 اپنے ختم عمل کا پامری ثواب
 ان کو نادر جہم سے ہو خدایا

قصیدہ منقبت میں حضرت موسیٰ کاظم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ہے

ہر دم اسی کی مدح کی ہے دل کو انہاس
 اُس کا غور شن کوئی کیا جیسا کرے
 اس بارگہ کا مرتبہ ہے اس قند بلند
 اُس آستان پاک کو خیل فرشتگان
 گرو حرم آکے غلیظ کے جھوٹی جوق
 اک روز فیکر شعر میں بیٹھا ہوا تھا اور
 باغ سے وہیں آئی ساگوش دل کے بیچ
 یہ مرتبہ ہو مدح سے اُس کی کہ گرو برو
 چشم بین سے دیکھ کر کوئی کا وہ ہی
 جب نریب وہ ہوا وہ لامست کے تخت پر
 بے شبہ اس کی ثابت مقدس سے فرد شب
 اس واسطے کہ حق نے کیا اُس کو ایسا خلق
 کب مدح غائبانہ سے دل کی تسلی ہو
 کرتا ہے جس کے سائے سے غم دور اقتباس
 ہرگز کرے کلام جہاں وہم اور قیاس
 بہرہ نثار پھرتا ہے حرش اُس کے آس پاس
 کرتے ہیں اپنے سر سے سادہ بلب لباس
 طوف حرم کرتے ہیں پھر پھر کے آس پاس
 تھی اتفاق طبع مری اُس گھڑی اُداس
 کہ ہے اداس کہ تو شمس کے لبم نام
 ہو ماسیہ نشیں ترا کر کے بو فراس
 ختم الہم موسیٰ کاظم ہے حق شناس
 تابی جوتی تب اس کے غلیظ ہوس پاس
 رکھتی ہے دو جہاں کی غلیظ تمبید و آس
 مستحکم اس کے نام سے ہے دین کی اساس
 جب تک کروں حضور میں مطلع ذالنام

مطلع بلبل

فاسر میں تیری کتنی کلاست میں حواس
 تیری جناب پاک سے ہرگز جب نہیں
 فکر سے پڑ طبق و فقط خود کا دن کو ہے
 کن ہے یوں فیر کو وہ آن میں حسنی
 صحن کو تیری طبع سے تشبیہ کیونکہ دون
 جزاء تجھ سا دیکھا نہیں ہے جہان میں
 گر خط تیرا دلو لے امان تو کیا جب
 حانی اگر جو عدل ترا ایک ہل میں تو
 پاسے ہے شیر تیرا آہو بھان و دل
 تجھ آتش غضب سے شیا میں ایں
 د اٹلس فلک کی جو چلتے صد کی ہو
 اشج تو وہ جہان میں بیگا کہ دور و شب
 گر عزم جنگ کا سنے تیرا تو باہتیں
 فلکوں کے تیرے دست میں اب کیا کرن قم
 اُس برق و شش کی سرعت و قدر کیا کہوں
 اُس پر سوار ہوئے جہاں کو تو بہر سیر
 چاہے جو کیجئے نقشہ پری و ش کا تیرے تو
 دہرے سنی سے کاسر جزا گر ہے بین کا
 کن ہے نعم اب ۛ ثنائتیر پر کلام
 ۛ آرزو و آقا کی ہے بر و ثواب مشاب
 ہوں تھے غلہ کے ترے لبیب کرباں

پہنچے د مرغ وہم نہ وہاں طائر قیاس
 دیار سے نوازد اس کی چھ ہر جہاں سوا اس
 شب کو رہے ہے شیر سے راہ لہجی کس
 تاثیر کیا ہے ہو جس دنگ نہ مخلص
 دیکھا جو اُس کو خوب تو وہاں ہے کا اعتبار
 ساقی کو نہ دے اتنا کہ پڑ ہو فلک کا پاس
 برفار بے محاس رہے بیشریہ کے پاس
 ٹوٹی ایک لے باز کی قصور ہے ہر اس
 از بسکہ تیرے صل کا اُس کو نہ ہے پاس
 خلی ہے جیسے گل کے شطے صحن میں گلاس
 اک دار میں تو کاشے اُسے جیسے کوئی پاس
 تیری نسیب تیغ سے عالم کو ہے ہر اس
 جنگ سے جاگیں زال و زبان بے حواس
 جس کے عرق کے قطرے سے آتی ہے گل کا پاس
 جس کی د پہنچے گرد تک طائر قیاس
 پہنچا سکے د ناستیہ وہاں مگر یہاں
 آرزو میں اس کو دیکھ کے جزاء کے حواس
 تو بارہ نشا ط سے میں پڑے دل کا پاس
 مقبول کہو بہر خطا ہے ۛ اناس
 پھر آہے حریف حقس کے آنس پاس
 بر کمن نصیب د ادا کو ہر کہ پاس

قصیدہ منقبت میں حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کی ہے۔

یہ کس کے روضہ انور کی ہے عیا و صفا
کس کے کھڑے صحن چمن کیا بیاں کروں اس کا
روضہ پہ اس کی جو سرسبز ہے ہر ایک شجر
یوں خوشنما ہیں گلے اس میں خوشنما لکڑ
وہ گنبد اس کا طاقی منور و موزوں
ہے اس کی طاقی کی عراب جوں بولہ پیر
خط شکستہ ہے گرا ہر ایک منبر اس کی
جس جہت سے آب سے گروا کے جہول سے
وہ اس کی شمع کہ ہے تاشکی طائر قدس
نہیں یہ طلیح میں قندیل جا بجا اس میں
یہ جلوہ گر ہے ہر امر سے روشن ان کی
ہر ایک بند تمایل یوں ہے آویزاں
ہر ایک بیضہ قندیل ایسا روشن ہے
یوں جلوہ گر ہیں منور مزین انور
حرم اس کے میں ہاؤں سے اپنے گرجا خوب
کرے یہ مردم چشم اس کا عزم طوفان
وہ بارگاہ مطلق ہے حشر رخصت ہے
منشا ہے شرف اس کا ہو سکے چہ بیان
وہ لینی مشاہیر اس الم جم و بشر
ہیں نکال ہر کس ملک اس کے آستانے کے

کہ جس کے نور سے روشن ہر ستار چرخ سما
کہ جس کی غول کو پہنچے جنت الملو
کہیں میں اہل چمن اس کی طریقت طرب
کہ مشک خوشہ ہدیوں کے جہنم خدا
کہ جس کے آگے جہل ہووے گنبد خضر
صفا میں شہتہ نور سے دیکھے بے زار و صفا
کروں میں پانی کا کیا وصف ہے کہ کہنا
ہے صفوحش کا ریبہ چہ یا معنی شفا
کہ جس کے بیضہ قندیل سے ہے نکلے ہما
شیل و شتری و ملا و زہر میں یکجا
نخل جو دیکھ کے ابو سپہر نور و منیا
کہ جوں ہو طوق حموی و شان پناہ و ادا
کہ گرتے ماہ کون اس کو یا پر بیضا
کہ بیچے شب کو سارے ہوں گروہ پنا
طواف کرتے ہیں سب قدسیاں ابدی و صفا
ہر ایک قنظر اس کی ہو بجا سے عصا
کہ جس کے ہاتے کا بیلا حیض اوج سما
کہ جس مکان کے کیکر کشا کرے ہے خدا
جس کے ہیں جہاں میں مسلی بن موسیٰ
حرم اس کے لاکرتے ہیں طوفان و صفا

گھٹا ہے اس کا دیر آستان باہیں نہ رہی
گویا کہ اہل جہاں پر دیریشٹ ہے وہ
کہوں جناب معلیٰ کی اس کی کیا توصیف
کہ وصف ہوئے خاتم درکاجن کے لوا
و لا وہ مطلق اور حضور میں کر عرض
ضیا سے جس کے ہوں روشن تمام اجڑ سنا

مطلع ثانی

جولے کے شہرہ کرے خاک آستان تیرا
تو دوں ہی دودہ گدڑی کو جو سہیل میں ضیا
فقط نہ رہے تیرے جتن و لاش و دل و طہور
ہیں تھوڑے کس بھی تیرے اہل اعجاز و سنا
جو تیرے ساتھ انصاف میں کتاں آئے
تو راہ تیرے تاروں سے اس کی بیسویں تبا
محافظت جو پہکاء کا کرے تو دو ہیں
کرے رنگ حسانے حکم نشو و نما
جب نہیں تیرے اعجاز سے صبر یا شہا
حری ہم نے یہ خیال منی اور بخشش کی
کہ کھلے عاج کے بیٹھے سے ایک دم میں جہا
ولا کا تو ہی مدکار ہو کہ تیرے بغیر
کوسیر ہو گیا عالم زوالت و نسیا
چرے سے دلوی بہ داری تلاش میں تیری
جہاں میں کوئی نہیں اس کا ملبا و ملوا
اے نصیب حری خاک آستان مجھے
چہ یاد میں حری نالوں یہ دل بسا ہی مد
کرم سے اپنے تو بڑا نہ آرزو دل کی
کر تیری مدح و ثنا ہے زبان جو گویا
رجے یہ مدح و ثنا میں تیری سدا مشغول
دوایا طبع کو جوئے زبان جو گویا
سوائے اس کے اُسے اتنی دست و پا نہیں
کہ ہووے شکر کو مشور تیرے زہر لوا
پھر اس کے بعد ہی یہ دعا ہے ہر خجالت
ادا ہو مجھ سے شہا کیونکہ تیری مدح و ثنا
جہ تیرے وصف میں اگلی زبان نالوں کی
تو افتخار تو تیرے جو سدا مذہب الیم

قصیدہ منقبت میں حضرت امام محمد تقی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ہے :

وہ کی رفتہ ہے چرخ جناکار
کہ تعمیر جہاں کی جس لئے مہسار

۱۰ میں تنہا ہوں نالوں اس کے ہاتھوں
 کہ چہ کاوش سدا دوسرے میں اس کے
 بتائے قصیر دل ٹھاتا رہا جو
 بیاں جو جو جفا اس کا کروں کیا
 کیا دلی سے دیران اُس نے مجھ کو
 ہوا سب کچھ گزرا رختہ رختہ
 جو کچھ مدد سے اٹھاتے اس کے ہاتھوں
 ہوا بے داغ سینہ اس سے یاد نگ
 زلیخا بیچ والہ کھینچے ہیں اُس نے
 چند آسا جب کیا سوز دل سے
 وہ نا انصاف دوں پہر ہے ایسا
 نہیں باز آتا اپنی کج تدوی سے
 لباس تہہ بہ تہہ مفصل کو بھٹکتے
 وہ اشد رنگوں ایسی بکھڑے
 نہیں بیٹھا وہ چمک مارے سو ذی
 کون اُس کی کساں تک ظلم رانی
 ۱۰ وہ جاں پر ہوا دیات دیات
 غرض بیٹھا ہوا میں دوستوں میں
 کہ اتنے میں کہا پیر خستہ نے
 ہے بہتر سب سے کہ تو مر اسکی
 وہ ہی یعنی امام الشیخ ہے
 غلط حضرت علی موئی رضا کا

غلام کو دے ہیں اُس نے آزار
 درست اس کے نظر آتے نہ آثار
 کر کے تعمیر دل کب وہ دل آزار
 کہ چہ ظالم وہ ایسا ہی ستم گار
 پھرا یاد دہد ہر شمر و بازار
 کیا ہوا تھا جو کچھ کر دشوار
 سناؤں کس کو یہ حال دل تار
 تجلے ہیں استخراں جوں شمع کے تار
 زبے ہے چشم گریاں میری خوبا
 سراپا ہو اگر میرا مشر بار
 کہ پرے سے سو کوئلے مجھ سے رفتار
 سدا دانا کو رکست ہے دل افکار
 ذلک کے سر سے وہ چھینے ہے دستار
 ضیں چھوڑا کسی کو اس نے زہار
 احاطے میں کیا ہے اس کے سفار
 کہ ایسا ہی سنگر ہے وہ خوشخوار
 ڈسا ہے جس گن کو اس نے اکہ پار
 شکایت کر رہا تھا اس کا اسے یار
 مشکوہ کہ خاک کا پار رہنار
 ثنا خواں جس کے درگے ہیں جہاندار
 ہو یا ہیں حندا کے جس پہ اسرار
 کہ ہے ہر مہز و کل کا وہ ہی مختار

جناب پاک وہ حضرت تھی ہے
 نہ ہی کیوں ہی بندہ اُس کے در کا
 گہر جتنے لنگ کی جیب میں ہیں
 مگر مرتبہ آگے کھدوں کیا
 ہوا جو جا کے اُس کا آستان برس
 ولا ایسا ہی مطلع پڑے کر سُن کے
 خم و مہر وہ ہی دیں کا ہے سالار
 ادب سے پشت خم ہے چرخِ وقار
 ۷ ہیں ابرِ کرم کے اُس کے آثار
 کہ ہیں خود شید و سر اُس کے طہار
 کھلے دونوں جہاں کے اُس پر اسرار
 ہنسیں سامعین کی ہونے گفتار

مطلع ثانی

سدا دستِ کرم تیرا جہاں دار
 کرم اپنے سے گر چاہے کس کو
 کہ ہیں آلِ نبی دیاتے جنت
 ترے در سے بھارتیں حشرِ اعلیٰ
 سخاوت کی جو لذت اُٹنے پائی
 کریم ایسا ہے تو آفاق کے بیچ
 نہیں حاتم کو نسبتِ تجھ سے برگز
 غلاموں سے ترے اکثر میں ایسے
 نہیں دلوں و دہش میں تجھ سا کوئی
 کو اکب نے فقط تالک ہیں تیسرے
 عصا سوئی کا ہو بیکار چس دم
 پڑھوں دھبِ شہامت میں وہ مطلع
 برنگِ ابر نیان ہے گہر بار
 تو دیسے بخشش تو کو نہیں یکبار
 کما غیر البشر نے ہے بیکوار
 بی کا ہر مل کا تو ہے دلوں
 کوسلے وہ مزا پایا د زہار
 کہ دوزی پا کے ہیں لے حد سے بار
 ترے خدام کو بھی اُس سے عسار
 کہ حاتم کا ہے ان سے سو بازار
 کہ ہے ابرِ کرم کا تو گہر بار
 ترے حکوم ہیں ۷ چسرخِ وقار
 ترا خلد کے اہلِ اہلِ اہل
 کر سُن ابدار کے پرش اُڑ جائیں اکیلا

مطلع ثالث

حری شمشیر کی تیز ایسی ہے دھار
 نہ تنہا انس وہاں کا اپنے ہیں بچہ
 کہ سرکشِ مزگوں ہیں گے ہماں دار
 لڑنا ہے سدا تو ریحِ خونِ غوار

تو ایسا عدل گستر ہے جہاں میں
 نہ عدل و داد میں تیسرا ہے ثانی
 کہ چہاں آن کر یسر شبانی
 قصاص کی کشاکش میں بکھ پیوئی
 ترازو سن پری پیکر ہے ایسا
 کہوں تریف سرعت کیا میں اسکی
 یہ چھل بکھلک دو دو میں کہ ہرگز
 کرے دورہ ٹھک کاٹے وہ ہر گز
 کہے ہے ختم آگے یہ قصیدہ
 تری وہ ذات عالی ہے کو تیسرا
 وادہ کا بھی یہی خواہش چھڑل کی

ہے ترے عدل کا کسری غریب
 تو وہ عادل ہے مسلم کا بھائی
 کہے ہے گرگ کو گئے کا منتر
 کہے پیل و دان کو دم میں مسد
 کہ جو دیکھ بچک رہ جاتے یکبد
 کہ صرصرے ہے جس کی جلد نقد
 نہ جودے برق ہمسر اس کے زخا
 نہ گرد اس کی کو پچھے ماوس تیار
 تو کہ بھول اس کو یسر واد
 رکے یگا جروس ہر گناہ کا
 کہ تو وہ جگ میں ہو اس کا مددگار

قصیدہ منقبت میں حضرت امام علی النقی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔

جو فیض حق سے ہر داد کی نط ادا
 ہر ایک شعر میں اس رنگ ہر نفس و شاد
 ہر ایک مصرع معنوں کے رشک سے چرے
 نہ اس پہ ہوں گامیں ناہان، نہ قیسر کجوں کا
 اگر چہ رشک سے حامد کہیں مرے حق میں
 بیان واقعی گر نہ کرے میں آ حباب سے
 نہ کام آدے ہے میرے کچھ ان لافضل کمال
 اگر چہ پچھتے ہج تو ہر ایک عقداں سے
 وگر نہ علم و ہنر میں نہیں مجھے کچھ نفل

ہر رنگ موسم کروں دم میں تو وہ لولہ
 کہ رنگ ہر دوس جیسے دیکھ فانی و بے خا
 گلے دہتے ہیں ہر اک جا میں سواور شمشاد
 کروں میں خلق میں بیٹھا مانتج ابداد
 نسب کو اپنے بیاں کر کے دل کرے ہے شاد
 تو منصفی کرو اس میں نہیں ہے کچھ ایراد
 کروں جو شام و سحر ان کے نام کا اوراد
 یہ رنگی سبدا فیاض کہ ہی سب ادا
 یہ فہم شعر میں کتا ہے کج جہاں استاد

مرے سُن کے، شمرے کی پہنی ہے تربت
جب نہیں ہے کہ برابر میں سے ہوں اجباد
کے ہے بلج، کر اگے غزل تو وہ سوزوں
کہ جس کے سُنے سے ہوں سامعین غم و شاد

مطلع ثالث

فائدہ ترے عاشق کا پہنچا ہے بلا غزل کہ اب کوئی نہیں سُنتا ہے قبضہ فریاد
نقطہ میں قدم والا کا تیرے شیدا ہوں
نہیں ہے طاقت پہلاز ہوں میں وہ طائر
ہر ایک دیکھ کے والد کو تیرے کتا ہے
میں تیرے جودہ جٹا کیا بیسیاں کروں آگے
د اتنی ہی مجھے فُصت کہ بھر نظر دیکھوں
وَلَا سُن کاہ تیرے ہے شمرہ عالم میں
ۛ حوتِ فخر ۛ پیرِ غم نخس کے کما
جو دیکھے غم سے تو اس سے کہ نہیں مائل
مگر کہ دج کہ اس کے حوض اب تو اس کی
اسی کی دج کو کہ وہ یارِ بیل و نہار
ہے دودا بی لاست دبی شہر کو میں
وہ کوئی یقین عسلِ الفتی الم و جسم
چنانچہ دست و کلم میں ۛ اس کے قہر ہے
گلو مرتبہ ۛ اُس کے قصرِ عباد کا ہے
خدا نے بخشا اُسے خلعتِ لاست جب
میں اُس جنابِ مقدس کی سیب گردنِ تھریں
پڑھوں وہ مطلعِ عزّا حُسنِ الطبر میں

بہان سرو کے پابند ہے ہر ایک آزاد
قفس سے آہ نہ مجھ کو رہا کرے صیاد
کہ شجر کو دیتی ہے اب مرگہ نو ہمار کیا
کبھی نہ خلعتِ آدم سے ۛ ہوئے ایجاد
اِس آئندہ کا ہے گردن پہ تیری خون جلاؤ
کہ جس کے سُنے کا مستحق ہے ہر گناہدار
فضول گوئی نہ کرتی یارِ حد سے نہاد
جٹ کرے ہے تراوتات اپنی کیوں برابر
کہ جو نام ہے اود ہے نام کی اولاد
سمجھ اُسی کو تو اپنا تعاش اور معاش
کہ جس کے در پہ ملک جبہ سایاں اور نہاد
کہ جس کی ذات سے بھر آئے دجوان کی کُتر
کریں میں دم میں وہ اعجازِ موسوی برابر
جہاں نہ عرشِ شہیوں کو جالے کی ہے استعداد
تمام خلق ہوئی اُس کے تابع ارشاد
کہ اس کی ذات سے قائم ہے وہی کی بنیاد
کہ جو سُنے اُسے بے اختیار دل سے داد

مطلع ثالث

خدا نے خلق کیا تجھ کو ایسا ایک بناد
نفاذ امر سے تیرے جب خیمیں یا شاہ
غیب صل کا میرے ۷ شہسزجے پرنا
تحدہ بہری ہی ہم آشتیاں جیں میں فقط
خدا وہ صل کہ بجا رہے ہیں گرگ و خشم
جہاں کیا ترے بیٹے میں صل کے مہدوں
بہم ہے آشتی میں رنگ ہاں میں مغریں
کرتے تو سب سے سے سنگ و شست گز گیا
خلیل ساں کرتے تو دم میں نادر کو گلزار
و قار علم سے تیرے جگر ہو کرہ کا آب
آردے کسی کو اگر سیم و نر سے بے قدر صل
کسی کو بچنے تو فرزند صاحب اقبال
ہم کا تیری کو سے بیان کیا ہو سے
تو وہ ہے اشبح عالم کہ دور میں تیرے
تیری وہ تیغ ہے الماس رنگ ، برق مثال
لگا سے دار اگر اس کا فیصل گروں پر
اب آگے دھت کوں کیا میں تیرے تو سن کا
جو پیکر اس کے میں تھا ہے کیا کوں دم میں
دماہ نر سے شاہ فقط ہیں فصل اُس کے
جو حق ہے درج کا تیری سو کہ ہو اُس سے لدا
ڈلے ہے ثابت ہانک سے یہ اُنہد قوی

کہ تیری ذات مبارک ہے باعث ایہاد
جو نکلے بچتر طوطی ز بچتر نولاد
کسی طرح کا کوئی کر سکے نہ فتنہ فساد
تجہ ہیں بیٹے میں آہو و شیر باہم شاد
کسی طرح کا نہ باہم رہا ہے اُن کے عتاد
کرتے جو سید کوئی جانور کہی صبار
اُسی طرح سے تیرے علم میں ہیں جینے تغادر
دعاں ہوں حکم سے تیرے جہاں تک ہیں شہاد
ترے غضب کا کرتے آگ کفر کو رب
جو چوب خشک ترے فیض علم سے شہاد
خدا ہو نہ سکے اتنے اُس کے ہوں اعداد
کسی کے شمع کی تو نہ لاوے ایک دم میں مراد
تو بچنے دولت کریں لیا ہے تجواد
۷ سرکشوں کہ رہے قوم عا دساں جنیاد
کہ دیکھ چرخ پہ کا پنے انگ کا ہے جلد
تو دواغت کا ہوں مانند یاد وہ اعداد
پر وی دش اس کو کوں یا کر ہے برقی نشاد
برنگ برقی وہ فرج عدو کرتے بر باد
شہیر تام شرا سے رکھتے ہیں اوداد
نہ فرس اس تعداد اس کا شافی استعد
کہ دستگیر تو ہی جو سے اس کا قدر مقام

سولتے اس کے، دل کی تہ سے یہ عرض ہے اور
قبول اس کا قصیدہ کر اپنے لطف سے تر
جناب پاک میں یا شاہ دیں نام نثار
بہن احمد سرسل واکہ الامجد

قصید منقبت میں حضرت امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے

کام کو یکلواں کا مدح ہے ہم سے بڑی
اہلی سے اپنی حق میں میرے کہہ گئے ہیں ملے
طس کے لائق نہ ہو جو ادھاس پر سکے
مرد وہ ہے جو مثال آسنے ہو تو برو
کاش وہ جو راست تو بھی کہہ نہیں اس پر کائن
بل جانی کا وہ بزرگ منہ پر اپنے لیتے ہیں
چاروں چار آسنے ہے میری زبان پر وہ سخن

پر کہیں تنبیہ کو ان کی جنوں میں ہے حزی
اور ہے کنا وہ ان کا جو ہر پہ گہری
عہد ہوتی ہے اُس پر دیر نہیں گنتی فدی
ہے کم از کم وہ جو رعیت سے کسے پر دوزی
واسے ان کے جھوٹ پر اور قہت یوں نہ کوئی
ہے جنوں کی اصل طینت لوٹ جیسا کہ گہری
ورد میں ہوں اور ہے اُس شاہ کی صفت گری

مطلع ناز

زحل و مریخ و عطارد، مہر و زہر و مشتری
کئی سجدات کا لا یہاں ایک ہے قہری
لاہ پاک اُس کی بڑا ہے گی ہر اک جب سے
قبیر و گاہ کی اُس کی ہے رفعت اس قدر
آستان ہوسا میں ہیں اُس کی ملک ہے انہ جہاں
ہو شاگر جن کو کا مٹھنے و جبر سبیل
مدح میں عاجز ہیں اُس کی فہم و فائد سب
قد کا پایہ ہے اُس کی بخش اعظم سے بند
جب نواز حق نے تشریف نامت ہے اُسے
اُس شہنشاہ کے ہونے تب تالیف زبان سب

حکم میں جس کے ہے لے نابید و چرخ چہری
روز و شب فرماں میں اُس کے یگی خشکی و تری
خلقت انسان میں ہے اُس کو سب سے بڑی
جس کے روزن کی ہے کڑی آفتاب خاوری
بارگ کی اس کی ہیں چاروب گش حمد و پری
وہاں کہو کا پیش کش کیا جاتا ہے فن شاعری
فیض و مسماں نصیب سے غلوری افوی
چہ سا ہے جس کے در پر گنبد نیل فوی
اور نگا سر کے ٹوپر اس کے تاج ہتری
بحری و تری سے لے کر ہر بشر جن و پری

وہ سلطانِ ائمہ میں جس کے جہے انگشتی
 انکارِ علقہ میں تعلق و حیدری
 اُس نے کی ہے ایک دم میں دو جہاں کی بڑی
 بجٹے ہے صد معرکہ وہ امامِ عسکری
 شانی مطلق نے یکسر ہے شفا اس میں بحری
 رطب کر اس بس کرے وہ اور خشک کو تری
 سنگ کو دی ہے طاعت خاک کو دی برتری
 کر خیر اس کا ذہنِ علم دیں کی دفتری
 مطلق اور جب تک بہ زمرِ غاوری

مطلع ثالث

عالمِ اسطر فیضِ مشرقِ سوارِ صفندی
 حق نے بخش ہے وہ عالم کی تجھے مادی
 ذات پر تیری ہے لیا دو جہاں کی سروری
 جبکہ تیری ذات پر موقوف ہو دیں پوری
 کفر و غفلت قطع کر کے تو کرے ہے کوشری
 قد جہلم جم کساں آسنہ اکستری
 ہے کرم کا تیرے شہرِ قیروا، و مشتری
 ہووے ہر ایک اپنی جاگہ آفتابِ غاوری
 طاعت میں تیرے حرم کے اس وجہاں سحر و پری
 دستِ بستہ چر کریں کیونکہ تیری چاکری
 ختم ہے داری کی تجھ پر ہی اب دانشوری
 پیشِ برسم کی دجاوے جراتِ خداوری

ہے نسب اس کی نبوتِ ایشاہی چہ شب
 وہ عطفِ حضرتِ نوح کا ہے لہم دوسرا
 گیارہواں وہی آئمہ میں سے بیگا پیشوا
 کام یہ شیریں زبانی اس کی کرتی ہے دلم
 ہر مصلح کی ہے دعا خاک کو اس کی بالیقین
 حق نے یہ قدرتِ عطا کی ہے اے گلِ آیین
 مجروح ہے اس کی یہ گفتار اور رفتار میں
 دہم و برہم ہی رہتے تو ورقِ افلاک کے
 لوحِ قاتب سے دسیری جو حضور میں پھول

اے شہنشاہِ دو عالم وارثِ برطہری
 ہے یقین آبادِ ابدِ اپنے کا وارثِ بہن
 ختمِ تجھ پر علم ہے منقول و منقولات کا
 نورِ ایمان سے منور کیوں نہ ہو تیری جبین
 نورِ وحدت سے ہے لہال انبیس دلِ ترا
 تجھ سے وہ کار نمایاں اب ہوتے ہیں خلق میں
 قمر کا تیرے نور ہے لا مستورِ جلا و ذل
 مجرے سے کیا عجب تیرے جود ذاتِ جہاں
 آستانِ پر تیرے ساحل ہیں نہ تنہا اہلِ تقدس
 ہے دنا مندی تیری واجبِ خلاق پر مدام
 تیرے اصحابِ فضائل کیا کروں آگے قسم
 تو وہ اشبح ہے کہ تیرے سامنے روزِ نورو

سلیبت مصمم سے تیری نہ تھا اہل ہیں
 گرد و خیل ہو روئیں تن تو بیٹھے سے دیں
 بدل کے بیٹھے میں تیرے آثاراں جہے تری
 استعانت گرتی ہو کیا موجب اک آن میں
 تیری جڑوں کا شہرہ جہے گاہ آفاق میں
 بہشت و ملک خطائے آفتاب تک اس کے تین
 چشم بہشت میں تری نہ مل دوزخ کا مرتبہ
 آن میں بجٹے تو سائل کو یہ انبارِ طلا
 وصف کیا رہو کا تیرے کردوں آگئے بیان
 اس قدر مرکب تیرا بیگا سرِ السیر جو
 وہ شاعر فعل اس کے ہیں جہاں میں جلوہ گر
 یال و سرچوئی کی عجب کیا کردوں آگئے قسم
 جس گھڑی کا دوسے لگا دوسے اُس پہ تو جو کہ سدا
 اب کیست نامہ کی معلوف کرتا ہوں جہاں
 میں نہیں جانوں کہ جہ جنسِ سخن کا نام کیا
 لیکن ایسا ہے سخن میں میرے اوصاف کے فرق
 قدر کیا جانے گھر کی جو کہ ہر شیشہ فروش
 دینتے وہ جو زبانِ آدمی میں موزوں جو
 نغمہ کر چشمِ آفتاب سے جو دیکھا خوب میں
 حجبِ سیاہ کوئی نظر آتا نہیں منسیادریں
 دستگیری میری جی کر میں میں کرتا امام
 اذکارِ محتاج دنیا میں کسو کا کُؤ نہ کر

کا بٹے ہیں دوسری وزنگی کیا دوسری کیا نمبری
 جدت کہ ہمارے اہل ہر تیر کی تیر سے سری
 جہاں کے جہے دواہ سے دم داب کہ شیر جوی
 باز کی ٹوٹی ٹوک لے آئی کہ گنگب دوسری
 برگڑا کر اہل میں بجٹے جہے گاہ آفاق تیری
 مانگے ایسا جو تیر سے ملک کوئی کئی
 جیسے ہے سنگتِ خونت کا رتبہ ہاشی جوہری
 پنہنہ خد جی نہ پہنچے ہو نہ تو جہنم جہنری
 تیرا کامی کو نہ پہنچے جن کی مہربان جہنری
 برق ہرگز کر نہیں سکتی جہے اس کی ہسری
 دیکھ کر سیادت سے بھولیں جن کو اپنی اختری
 ہوتے جہے ہر افسردہاں جن پہ رنگ جہنری
 چرخ کھاد سے گرد اس کے گنہر نیلوری
 اس طرف کہ یہاں نہیں ہو سکتی جہے جہانگری
 معجزوں نے کہ سکوں اُس کو نہ سمجھ ساری
 جہانِ نظر آتا ہے وہ اور مسرِ حنادری
 پر کے وہ قوتِ سخن میرا جو ہو سے جوہری
 نے وہ دیہاتی زبان نہ پلوی جہے نہ دوسری
 سرسبز موقوف تیر پہ جہے خلائق پر دوسری
 عرض کس سے جا کردوں یہ حال بے بال و پری
 کو نے ہر مشکل میں کی ہے ہر کسو کی یادری
 دوسرے جہتی میں کیو میری تیری رہبری

تیسرے میل قہیدہ ہرے یا سولہ قبول
ختم کن ہوں دھاتیہ آگے میں کلام
تا کہ بزم شاعران کی جگہ کہ ہرے سڑی
دوستوں کو تیرے نہ اندر دشمنوں کو پہنئی

قصیدہ منقبت میں حضرت صاحب العصر والزمان محمد مہدی ہادی صلوات اللہ علیہ کی
اور بعد اس کے تعریف حسین علی خاں بہادر کی جو بیاضیدر بیگ خان بہادر ہے

کیا بر صبح لے یک مرتبہ جاں میں بطور
سپیدہ دم لے اشاکر غائب ، تاریکی
وہ نور صبح ہوا جب فروغ بخش جاں
نور جب براغاکان صبح عالم میں
میں دیکھ روشنی شمع با وضو جو کر
وہیں نہ شاہد بنم ازل سے آئی نما
ظلم تہیہ فیاض مشق تو وہ سدا
یہ سن گئے مژدہ جاں بخش میں نے اتنا
ٹٹا کر اس کی تو اسے دل گئی موجبات
وہ کون یعنی ظلم زمان شہر کوثر
ظلم مسیری ہادی شفیق ہر دو جہاں
نور اس کا ہو یا رب کہ نہ سے جس کے
گر آوے حفظ و حمایت یہ اس کی کیا
عدو گلازی پر آوے مزاج گر اس کا
وآہ وہ مطلع تازہ حضور میں کر عرض

تورفع تیسرے شب ہرے نہ محاسن نہ
شباب چہرہ شب سے کہ یکساں میں نہ
توہل میں ہو گئی معدوم پھر شب و بچہ
تو نا پید ہوئے جملہ اختلاط و سور
جزا دل سے ٹاکر نے شکر تبت حضور
کا شکر وہ رب العالمین قسم یہ و شہد
وہی کرے کا عطا جو کہ جو جگہ منکر
مسلک کو اٹھ میں لے کر وہیں کیا مسطور
اذل سے جس کی ٹاکر کے لیے ہوا امور
اوب سے ناطقہ کرنا ہے جس کانت نہ کر
کہ ہے وہ چشم غلظت سے اب پہلے نور
تلم کفر کی غفلت ہو ایک پن میں دور
کرے وہ کار حصائے حکیم اس کے حضور
تو شل سیم گلین ظلم ہیکر مقصور
کہ جس کے سامنے بلے نہ ہوئے جلوہ طور

مطلع ثانی

وہ ہو لیب مرے خاکستان حضور
کہ ذہ ذہ ہے جس کا ہر ایک چہرہ نور

بیاں ہو مرتے کیا تیرے آستانے کا
 ہیں عتبہ بوس تیرے دہکے بسکہ شام و صبح
 ہے فرشِ بال ملک سے حرم میں تیرے
 گئے کب اس کی صفائی کر آئسے غاۃ
 تہنیت کا اس کی بیاں کروں میں کیا
 وہ کچھ معائنہ ہو تیری رہنمائی سے
 تری وہ ذات ہے شاد کہ مجزہ تیرے
 جو ہو سے دانتے تیری تیرے بیضے فولاد
 کہیں جو دتے کے دتے کہ دہے تو پر بال
 کرے جو سرکش فراں سے تیرے چرخِ فنا
 معاونت ہے جو مردِ عنایت کی تو آئے
 جو تیرا بدل کرے ملک حمایتِ مظلوم
 پڑ حاشیہ باد میں تو نے سورۃ قدر
 ہے تیری ذاتِ کرم وہ مصعبِ ناطق
 ہے تیری ذات ہے مروتوں رونقِ اسلام
 تری وہ تیغ کہ اک دم میں یوں راوِ عدم
 دگر نکاوے تو گوتے نہیں ہے اُس کا وار
 جو مجزب گزرتے ہو نیالِ اعداء میں
 ہو عزم سے تیرے ملکِ عدو کا یہ احوال
 ہو ہم تیرے تیرے تیرے بروزِ شہر
 ترا وہ اوجہ شبِ ملک ہے ملکِ سیار
 براقِ اصل ہے وہ مرکبِ غفصفر

کہ جس کی گرد بھی ہے کرتا سے دیدہ محمد
 لبیں سے آہ ملک جن و انس مشاغل
 طوائف سے ہے دلِ تھکسایاں سدا مسود
 نہ دیکھا روح سکندر نے خواب میں وہ نور
 ہر ایک نقشِ جبین ملک ہے جلوۂ طہ
 جو کہ کہ وہ دیدہ عالم سے ہے یہاں مستور
 جو ہو قیاس سے باہر وہ آئے چہرہ ظہور
 نہیں جب کہ بخل آئے بہستہ حصفور
 تو پہنچے ہر سے تری وہیں بساطِ نور
 بادل طوقِ گلے کا ہو اس کے آہ نشور
 تو چل مست لہلہ میں وہ پل کے کھاتے نور
 کلاو باد اُچک یوں سے بہستہ حصفور
 ددو بیجے ہے تجھ پر تمام عالم نور
 کہ جس سے معنی انجیل حل ہے آہ زبور
 خدا کو ہے کہ جہان میں ہو جلدِ چرا ظہور
 جو ہو سے سانسے دجائ کافر مقبور
 تو کائناتِ پشتِ سک تک کرے داعیِ تصور
 تو استخوانِ ہوں بدن میں وہیں انوں کے چور
 کہ وہ ہو ہر ایک زندہ مردہ گردِ بگور
 عدو کی چشمِ نرہ سے رواں ہو ہو نور
 کہ برقِ گرد ہے جولاں گری میں جس کے صنور
 کروں میں اس کی ملک و نور کا آگے کیا ذکر

پہر اوست شرق سے تا مغرب اٹنے کے عرصہ میں
 نہ ہمسری ہے صبا کو کچھ اس کی سرعت میں
 جو چھیکے تو صعب احسا ہے اس کو روزِ مصافحہ
 کنوتوں کی لطافت میں ہے نہاں دستار
 کرے ہے غارِ کو صیغہ یل و سر چوٹی
 مشطِ نعل کوں ہے جو سب سنا ہے ہیں
 جو ہوں ہر دوسرے لشتِ دولہ ہے ان پر
 تری جناب مقدس میں یا لایم زمان
 کرتے ہے خدمتِ عبادتِ مومنین ہر
 سواتے اس کھر ہی لہس ہے ہر آمر و دش
 ہر لیک مرنے دیں جو بہاتے غار اگر
 تری شاکے بیاں میں نہاں قاصد ہے
 نہاں اس کی ہے اکھ، بیان ہے اہتر
 کرم سے بہت فصاحت سخن کو دیر سے
 تری جناب کے ادنیٰ تری غلاموں کا
 چنانچہ ایک جو ہے کتری غلاموں سے
 غلط پرست و جوان صالح و جہاں پور
 زبک خلق ہوا ہے ہر صفتِ موصوف
 کہ ہے حسین علی خاں ہمسار و دران
 بیاں میں کیا کروں اب اس کی جا و رفت کا
 سخاوت اس کی تو تہذیب بیاں سے انفسوں ہے
 نہ ہر دے کیسے دیا دلوں سے کچھ بھی کم

کہ کہتے سے بھی اس کا نہ مکس ہر دے دے
 نہ پہنچے اُس کے چل دے کو بھی شمال و دہلہ
 تو ہوں صفوں کی صفوں کے تمام احصاء پر
 ہزار رنگ سے سوئی کیا کرے مذکور
 کہ وہ ہے نیرتِ شبنم نہ دھکڑو غور
 پڑا دہل لڑیوں ہے نہ نقشِ شبنم استور
 طے بہتوں کو جنت میں پڑے ہے ہر دے قصد
 قبول اس کی دعا جو بہت سب غصہ
 کرم سے اپنے دلا کو دے استغفار
 کہ تیرے زور لایا ہر دے حشر کو مشور
 تو جنوں کا تیرے شکر نہ ہو کے ملو
 ذوقِ مدح ادا کر کے تو ہے معذور
 شہاء یہ چھائی تے اپنی ہے مجبور
 کہ جس کے تھکے بھارے ساری کی شہور
 ہر دے ہے کہ جس کا نہ ہو کے مذکور
 نہ اس کے شکر فضائل کا ہو کے مصور
 خلیق و حاتم و عادل و دو جگ میں ہے مشور
 بالاتفاق کہ ہے یہی اُسے جس
 عزیزِ کرم و فیض و جود کا گنجور
 کہ جس کے تہے کو پہنچے نہ قیصر و غفور
 ہر اک گدا کو وہ بخشے ہے لعل و درہنور
 ہزار بکتے کسی کو وہ دوتے فخور

ذہب کے من اہل جہاں جہاں میں ہے
 دیکھے ہے بہت عالم وہ ایسی والا شہیں
 اب آگے مطلع عزا کر اتماس ایسا

مطلع ثالث

ہم کا تیری کرن کر سکے ہے کیا مذکور
 جن سے جس کے ہر بریں لباس عروانی
 سواتے اس کے عطا ہوئے خلعت عہدین
 عرق ثنائ ہر تیرا جیتہ گرم جس دم
 نہ بدشش ہے فقط کچھ میسج و سلام کی
 ہر اک ناکاں ہے مشتعل ہر گلب برقلوں
 تو وہ کشادہ جبین ہے کیتری مصل میں
 ہر ایک عشیں و طرب میں ہے اس قدر
 ذہب خوشی ہی کا عالم تیرا ہر طرف ہے سماں
 تو وہ ہے انجمن آراستے عالم ناسوت
 کر کے باقاعدہ ہیں تو قرأت قرآن
 تری جانب منتظر وہ محل گھر ہے
 فقط نہ عدل سے ہم ریش ہے غزل پگ
 یہ اعتبار کہ استقامت جو محل ہیں
 اب آگے حالت غماز کیا کون تم سے
 کہہ مرید مستطاب حمد میں تر سے
 لگا کے مشرق و مغرب سے تا جنوب شمال
 فیض برشش شہیر سے تری ہر سو

زبان خلق کی کو نکو طہ ہوئے پیر شکر
 کہ فیض علم سے اس کے جہاں ہے سمور
 کہ جس کو شمس کے کچے آفریں کیں جہور

کہوئے ہے جم کا لڑاکا دم میں مرگور
 اسے دے خلعت دیبا و قائم و سیف
 مشکل لڑ توجہ بہ کاشی سسور
 تو جیسے قلعہ نیساں قلعہ قہر و نور
 غنی ہے حال سے ہر کردنگ و ہر رنجور
 ہر ایک جا پہ ہے مفر و شش اطلس و سیف
 مئے نشاط سے سمور ہے کا جہم بلور
 گرا کہ شیشہ دل ہے پُر از شراب طہور
 ہر ایک روح کو راحت ہر ایک دل کو طہور
 کہ تھپہ پہ دل سے چھا ہوئی تھیں دھور
 کہ جن فصاحت و اقہ دواوائے زبور
 کہ تر سے صبر میں ہرگز کرے نہ نقد نور
 رہے ہے باز بھی اک آشیان میں لڑ جہور
 جو ہوئے گوشت ترند سے بھی ہار و انگور
 جو قلعہ افتاد ہیں اس کے تو سرے تن سے نور
 پہنچ کے نہ کبھی بر سنار عفا و نور
 ہے دھاک تیغ کی تیری جہاں میں مشہور
 ہے خیل خیل ہوا سے گریز پا جہور

کبھی گلاوے لگا کر دیکھتی ہے اُسے
 تراویک نکالے گاں سے گر پرو بال
 اب آگے دھت لکھوں کیا میں تیرے لنگوں کا
 د سلج آپ کو چلنے سے اُس کے ہونے نکل
 وہ شہسوار تو ہے لا کر اپنے چوگاں میں
 وہ سر بلند تراویک غریش دقت ہے
 صفائے کون میں اس کے د جلوہ گردان
 دھن ہے سوئروں دانتوں میں اس کے تیل
 نہیں ہے مشکب رنگیں ہے اس کے بار کجک
 یوں جلوہ گر ہے عادی نور نگار اُس کی
 فنشخ بخت ہو یوں اس کی تو عاری میں
 بزرگ و غرور و ہلار، رفیق و یار و مسخیر
 ابد تک رہیں غزنین مہنگے ترے اعلیٰ
 دعا و دعا کرے اور سن کے سب کہیں آئیں
 اگر حساب منکس کرے تو توئے جل
 جو عمر و جاہ تری ہفتین صدی کے
 بخت اہل مستند بخت زبست غنود

کبھی گلاوے لگا کر دیکھتی ہے اُسے
 تراویک نکالے گاں سے گر پرو بال
 اب آگے دھت لکھوں کیا میں تیرے لنگوں کا
 د سلج آپ کو چلنے سے اُس کے ہونے نکل
 وہ شہسوار تو ہے لا کر اپنے چوگاں میں
 وہ سر بلند تراویک غریش دقت ہے
 صفائے کون میں اس کے د جلوہ گردان
 دھن ہے سوئروں دانتوں میں اس کے تیل
 نہیں ہے مشکب رنگیں ہے اس کے بار کجک
 یوں جلوہ گر ہے عادی نور نگار اُس کی
 فنشخ بخت ہو یوں اس کی تو عاری میں
 بزرگ و غرور و ہلار، رفیق و یار و مسخیر
 ابد تک رہیں غزنین مہنگے ترے اعلیٰ
 دعا و دعا کرے اور سن کے سب کہیں آئیں
 اگر حساب منکس کرے تو توئے جل
 جو عمر و جاہ تری ہفتین صدی کے
 بخت اہل مستند بخت زبست غنود

قصیدہ تعریف میں شہزادۃ والا جاہ مرزا سلیمان شکوہ صابہ عالم کی ہے

اُس کے بیاہیں سدا شتری اہل کرم
 کہنے ہی کن کے ہوا لوح سے سہتم
 اس کے کلام حندا ہے کا دل میں آتم
 بعد من لکھوں نام مستند دشتم

ہے زائر و اہل ہے دیر سخن کر رسم
 ہے سخن کو شرف مودہ بیضا ہے یک
 عین کرامت ہے وہ ہے جو حدیث قبول
 ہے یہ ملا سخن یمن کہ جو مستند وقت

کیا کروں آگے بیان اس کا میں خلقِ عظیم
بعد نبی کے عیسیٰ نے تو مسیحا تک
مالکِ ہر دو جہاں غنہ زین و زان
ذات و صفات اپنی میں بہتر و بزرگتر
گر ہوں شہر سب گم اور ہوں دیا داد
ان کا تو کیا ذکر ہے ان کے مہتوں عذاب
مدح کروں اس کی ہشت جس کے خلیفہ و شریک
حالی شہرچہ نبی قوتِ بازو سے دیں
صاحبِ عالم لقب یعنی سلیمان شکوہ
نصرت و فتح و نظیر، شوکت و اتہال و فر
شوکت و حشمت کا کیا اس کی کروں بیرون
خلعت و تین و سپہرِ احیم و زور و عمل و دور
تو جی حضور میں جا مدح پڑے اس کی دلا

مطلع ثالث

خود حق چہرہ بھی تیری ثنائیں ہیں کم
تو سے کو نسبت ہے کیا تجھ سے اکبر کرم
مثلِ مرد مہر تو جتنے ہے دام و دم
ہیں گے زمانے کے اب جتنے ہے والا حشر
جس کے سدا باج وہ ہدیہ فرید و جہم
جس کے نہیں بڑا سے خلق ہوئی کرم
پانی سدا پرکشش سب نے رہے تار و نرم
حلقہ خوشامد نہیں کھاتا ہوں اس پر قسم

آگے اب اوصاف کیا تیرے کروں میں رقم
اے شرفِ انیس و جاں، سب کا تو ہے انتظار
کیونکہ دشنام و سرِ خلق تیرے دیکھے آتھ
تجک کے اب سے تجھے تودے بھرا گیا
ہے جو تیرا خاندان اس کا کروں کیا بیاں
اے شرفِ دعداں ہے وہ تیرا آستان
خلق کے نام و نشان پیلے بیان سے کیا
اس میں نہیں مہوش کہہ سکا یہ سب وافی

بدل و کرم سے سدا تیرے، جہاں تنہیض
 تیرے کرم سے ہوا دفترِ حاتم بھی ملے
 ہیں گئے تیرے گرد پیش لیے دلاور جہاں
 دم و دہم وہیں فوجِ مسد ہو تمام
 گر تیری شمشیر کے دھمکے شد چہرہ پر
 یہیں و ہند سدا رستم و افرا سیب
 محکمہ دہر سے ڈر گئے ہرگز نہیں
 ہو دے جہاں غمزدہ دل کا تیرے بیان
 دانگے مبارک تیری حامی ضعیف ہو گر
 امن و امان یہاں تک کہ حد میں تیرے تہاب
 مرد و پال ہو پیل دہان سے کبھی
 رہتے ہیں۔ یکجا بہم باز و کبوتر سدا
 دھاک ترے فکر کی ہے گئے آفاق میں
 کہتے ہیں شہیدِ اُسے وہ جو ہے گزشتہ اُمر
 جس سے کبھی ہمسری کر نہ سکے باد و برق
 جس کی ہر ایک بیج و نعل دیکھ غلامی کچھ
 ہے وہ دلاور ترا پیل دہان عرش و ش
 سوئیں زخمیروں اس کے اگر موزہ دم
 چہرہ شب نگ پر رانت یوں ہیں جلو گر
 دیکھ عاری میں یوں خلق کے ہے جسکے
 ذات مقدس تری وہ ہے شہا بے نظیر
 تو ہے وہ ہمسر عطا گر ہر کان شہا

جہد و سفا کاری کیا کرتے کئی رقم
 ذات جہاں تیری ایسی ہے والا دم
 تیغ سے دم میں کریں جو سدا رستم قلم
 مازم کھیاں ہو جس گمشدی کو لاہرم
 کانب لگے مرجا بھی لے دیں ناو دم
 مسلم و زہد سبھی ہستے تیرے پیہم
 شجر ساداکت نشان جن کا جواب حکم
 عدل کا ہرگز دہان دانے نہ کسری بھی دم
 بھاگے ہے بے اختیار پٹے سے پیل دم
 گرگ شہبانی کرے دشت میں گر ہو خشم
 شیر سے آجو کرے جیش میں ہرگز نہ دم
 و دشاہیں بھی ہوتے ہیں پراں بہم
 قند سدا بکلا ہے کا بجواب دم
 اس کے ملک و تاز کا کیا کروں آگے رقم
 اشپ رنگیں ترا ہے وہ جہاں قدم
 کیا ہوتے ہیں جلو گر اب مر و پیدیں بہم
 دیکھ کے جس کے تپیں دم کرے شیر خشم
 فوج عدو کو دیں جیسے براہ دم
 نکلے ہیں وہ طرے سے لڑ کے شے بہم
 ہر ج حل میں حیاں آج ہے ہمسر کم
 جس کے عقاب کوئی پہنچے نہ ہرگز بہم
 آگے ہم کے تری آب کا طرہ ہے ہم

اس کا نہیں کچھ جب گر لے ہو رحمت
 بلکہ سنا ہے تری کچھ نہیں ہرگز بید
 ہے ۛ تراغاد زانو لے مرے بندہ لاد
 کرتا ہے ۛ اختتام آگے دعا پر کلام
 دولہاں جہاں میں ترا جو کہ ہے مالی الضمیر
 ہمدردی نذر و نعم تیرے اُجھا دام

ازدہ لطف و عطائے عوالم کرم
 گر مسدود درج میں بختے عراق و بزم
 تیرے کرم کے سوا چاہے دالم و دم
 تیرے نالہ کا یہی درد ہے اب دم بزم
 حق ہے ۛ امید ہے پہنچے وہ جگہ بزم
 حامد مشقت تیرے وہ ہیں جیش بزم

قصیدہ تعریف میں شہزادہ نجم جاہ مرزا شگفتہ بہجت صاحب عالم کی ہے

چلے جے باد صبا اور اٹھا جے ایر ہزار
 پلدا ساقی گلنام وہ سنے گل رنگ
 پری زخوں سے ۛ علم ہے آج گلشن کا
 ہر ایک گلشن ایسا کہ رشک مدح و سن
 نوائے چنگ کہیں ہے تو ہے کہیں پرونگ
 کہیں ہے نقش و غزلوان اور کہیں شہرت
 بساط جنت و طرب ایسی ہے قنطاری انگیز
 سماں ۛ میں نے جو دیکھا تو وہیں میل طبع
 خیال دل میں ۛ گزرا کہ اس کا مدح و ثنا
 جو رہنمائی سے پیر غیور کی اس ساحت
 شگفتہ بہجت وہ شہزادہ بلند اعتر
 ۛ وہ جناب مطلق کے نہ گستر ہے
 شکوہ مشقت و جاہ اس کا کیا کہوں ہر بیان
 بلند مرجہ ایسا وہ یکبارہ اختر ہے

جہاں میں چپے کرتے ہیں طائر گلزار
 کہ جس کے پینے سے ہر مرغ لب خوش گنار
 کہ ہر طرف نظر آجہ آگ ۛ نیا گلزار
 صدا ہر ایک کی ایسی کہ جیسے صوبہ ہزار
 کہیں بیک ہے طہورہ کہیں بیک ہے سار
 سنے خیال میں اپنے ہر ایک ہے سرشار
 کہ ہاتھ شیشہ بھی ہوتا ہے مائی رفتار
 ہر رنگ طوطی ہند آتی ہر سر گنار
 رستم کروں کہ فدا دفع ہو سے جی کا خند
 کیا ۛ دلائی مدح و ثنا سے شاہ گزار
 کہ جس کے نزدیک ہے جہاں سلطان دار
 کہ جس کی مدح میں ہیں جنت و انس میل و نہار
 کہ ساقی جو سے جہاں مجسم سکندر آفتاب دار
 کہ آسمان بلند اس کی ماہ کا ہے خیمہ دار

مزاج اس لاکر آوے عدو گزاری پر
 ہے خاموش کیا کیوں کہ وہ چشم و چراغ
 ہاتھ جنت والے شہر کو کھولے ہال
 ظلم عیش فشاں اس کی جزم سے ایسی
 پڑھوں وہ مطلع ثانی حضور اقتدر میں

مطلع ثانی

جہاں کہ ایرکرم تیسرا ہو سے گوہر بار
 کرے جو مدنی تو میزبانِ عدل میں اپنے
 تہ سے مد عدل سے یکجا ہے ہے ابو شیر
 اگر تو آوے حفاظت پہ ایک ادنیٰ کی
 پڑھوں وہ آگے تیرے اب میں مطلع ثالث

مطلع ثالث

جو مہر کے میں جو کستم بھی تجھ سے ملے دیا
 لگاوے دفترِ وفا کوپ پر اگر تو آوے
 اگر وہ برق باد کوہ آہستی پر گرے
 لگاوے نیلِ فلک پر تو اس کی ہو یہ شکل
 اگر تو گاو نہیں پر لگاوے گلِ شمشیر
 کہاں سے کہ کے دامن پہ گر لگاوے تیر
 تمام خاک کو دوستے نہیں کی گر چھانے
 بجائے تودہ جو دیوے مستاد کوہ کو تو
 نیال و وہم کو کیا دخل اس جنگہ پہنچے
 زبان میں کیا کروں لبِ جنت و نیر کا اس کی

تو دیکھتے ہی تیری شکل کے کرے وہ مزاج
 کرے دو حجت کے ضرب تیغِ شل خیل
 خد نہ اُس کا جو موسیٰ جبرِ بطلِ خیال
 کہ وہ الفت کے ہوں جس طرح یازدہ ہشتاد
 تو کاٹ ہنفت طبع تا سسک گئے گود
 کرے وہ طوہر ہی ایسا کہ چھلک جائے دوسرا
 بھستہ قاتلے کے آوے نظر نہ بھر سوتا
 تو مثلِ مناءِ زہد جو آس و سار وار
 جہاں کہ ہاوسے ترا آوے شلِ فلک سید
 برنگِ برق نہ ہو ایک جا پہ جس کو قرار

مہاں کیا جہ کہ ماہ ٹھک ہو اس سے وہ چار
 طرح لٹانے کی نہ جانتے وہ بھی جیلان ہار
 عدیل ہو نہ سکے اس کی سوسن گلزار
 کہ بلباقی ہے گردن پہ اس کی سنبھل وار
 رہے بیٹہ سلامت یہ ٹھگ میں شاہ سوار
 کہ جس کے دوہو آؤج ٹھک ہے بے مقدار
 کہ کہو عورت سے نکلتے ہیں شعلہ انوار
 نہیں وہ دانت برابر علم ہیں دو تلوار
 محمول ایسا کہ جس میں تکان نہیں رنند
 ٹھک پر چلتے کہے ماہ چہار وہ سیار
 زہند کا بھناں زمین تا بہ تحتار
 کہ غار زلہ خرچ سے جس کے ہے گلزار
 لے خطاب قید سے کہ اب مشکفتہ ہمار
 کوٹن کے آئیں کہیں جس پہ بزم کے شفا
 زلہ قدر پہ حرمے جیہ سا ہو ایل و ہنار
 بتائے ہستی اعلمہ ہمیشہ ہر مسد

لڑیں پہ رشک نہ کرے نقش فعل اس کا
 وہ چشم اس کی ہے دیکھے سے جس کے چشم فزاں
 کھنڈوں کی مفلت میں کس نہاں سے کہوں
 ڈیال کر آئے لے دل وہ جبر مشکیں ہے
 جو دیکھے خلق تجھے اس پہ ایلوں کے زاب
 لکھوں میں اٹھ کی ترے باب آگے کیا دھت
 صفاتے سونڈ میں اس کے ہے حسن دانتوں کا
 سوائے اس کے جو دیکھا تو ہر مقل عسود
 بیاں میں کیا کہوں پاؤں ہے کیا چلنے میں
 کہ ہے خلق تجھے دیکھ اُس کے چوڑ میں
 عجب نہیں ہے جو دماغ کوڑ دواسے بخش
 کو حق نے دی ہے تجھ اب کرم کوہ تاثیر
 قنصلت سے ترے امید ہے شاہ
 کرے ہے ختم دعا تیرے پر واکہ یہ کلام
 رہے ٹھک پہ دہر شذہ ضرور جب تک
 جو دوست ہوں ترے دنیا میں شاہ گام دیں

قصیدہ تعریف میں وزیر اعظم ہندستان ذاب آصف الدولہ بہادر مرحوم مفتو کی ہے

کو جس کو دیکھ غنزل خواں ہے جیلہ ہستان
 نقی روشنی سے غیاہاں میں آب جو بہ دہان
 تمام سرخ گلستان میں نغمہ سنبھان
 رنگ برنگوں کو دیا ہے سب ہستان

چمن کا ہر شبنم گل ولالہ سے ہے سامان
 ہر اک مثال ہے شاداب و محض و سرسبز
 لبان دست دعا ہے ہر ایک بگڑ شہر
 ہوا سے اب ہادی نے فیض سے اپنے

بساط فرست ویش و طرب بھی ہر سو
کمال فرط خوشی سے جو دل شکستہ ہے
گزار کس کا ہوا ہر صیر گشت میں
پس کے پیسہ خورد نے ویا جواب بے
ۛ وقت نوح کا اس کی ہے جس کے باعث ہے
حضرت اقدس والا میں اُس کے حاضر ہو
ملوئے قدر شایان شکوہ آصوبہ حمد
و غور و ملح سے لہادہ فرج اُس کی
بولائے بہتت والا جو اس کا ہے بُرا
ہے فیض بخشش وہ ہر سپہر نیشاپور
ۛ اُس کے فیض سے مہمان لفظ ہے خوش ملیکہ
خیز ہے سلج رویں ہی ۛ نطق زہر فلک
کھوں میں کوشک رنگیں اس کی کیا قرین
وہ وکشت ہے علامت مکان ہر ک پلپ
ہر ایک پاتہ گریں کا اُس کی ۛ رتبہ
اور اس میں برج شمن جو ہے لب ہوا
لفیذ و لایم و شیریں و صاف لور شک
چراغے پانی کا کیا کر کے کرتی اوصاف
کہا ہے حق نے من اللہ بکل شق حق
وہ آستان فلک تہہ عرش رفت ہے
وہ ہنگامہ معشوق غریب پردہ ہے
وہ ہی ہے بیع جود و سخا و بجز عطا

جس میں گل و بلبل ہے غم و شادیں
دن میں چمن ساقی نہیں ہے جان جہاں
کہ جس کے فیض قدم سے ۛ سبز ہے بہاں
رہے گا فکرتوں میں تو کب تک نادیں
رہے تو گشت سستی میں شل گل خنداں
کہ تو غور میں جس کے تمام خلق جہاں
کہ جس کے روبرو نہیں ہے ۛ قائم وہاں
عروجِ جاہ ۛ اُس کا کہ جو سکے ۛ بیاباں
گلا کا نام بھی سنا نہیں ہے گوشِ نہاں
رکے ہے فخر ۛ جس کے شرف سے ہشت نگاہ
ہے زکوۃ جہاں میں ہر ایک پرو جہاں
کہ اس کے خزانِ کم پر ہر ایک ہے صفا
ہر ایک قصر ہے اس کا عجب بلند کاں
کہ دیکھ کر بھرتے جس کے تین نفا جہاں
کہ جس کو دیکھ کے خلق ہے فلک پناں
ۛ رشک گنبد خضر ۛ وہ ہشتہ حیوان
کہ جس کے پینے کا رکھے ہے خضر میں ارباب
اگرچہ رکھے وہ قندہ سی ہزار زبان
کہ جس کی شان میں صاف ہے آیہ قرآن
فلک اُس کے نگاہاں ہیں قدسیانِ دہاں
ۛ ہے رتبہ بال با گشت کر جہاں
کہ جس کے فیض کرم سے ہے نت نعلِ نیلاں

پڑے اگر نظر کیسیا اثر اُسس کی
عرق کے قطرے اگر پونچ کر کے چرے سے
کسے جو ہر کی اپنے تھام پہاڑ کی صحت
کسے ہے کام وہاں فہم مذککہ اُسس کا
بہان مدح و ثنا عقل کل کی جو قاصر
وجہ کیا کون ایسا وہ مسرور ہے
وہ جلوہ گر ہوا اگر دوبارہ دہر کے بچ
اب ایک مطلع رنگین رستم کروں ایسا

مطلع ثانی

تو وہیں جو نور خالص بس وجود وہاں
دعا اپنے کو جھٹکے تو ہو گہر افشاں
تو ہر دے وہیں ہر اک سنگ گوہر نشان
کہ جس مکان پہ دیکھتے فراست تھاں
میاں نطق و فصاحت کا اُس کی جھٹے جہاں
کہ جس کے رشک سے ہے داغ پیدتاہیں
کے ہے خلق جے دیکھ یوسف کتعاں
کے چھ کریں سن جس کو طائر بہاں

تیز گزر جو ہو گلزار میں لے سرو رواں
نگاہ طفت سے ترے وہ رنگ گلشن ہو
جب نہیں ہے اگر دست یمن سے ترے
غیب حل کون کیا میں ترے حمد گوئی
معاذت ہو اگر ایک ضیعت کی تجھ سے
نہ حل سے ترے ہم پیشہ میں غزال و چنگ
ہے بسکہ امی وانا ایسا صبر میں ترے
ترے ملک محرومیں جو ہو آباد
کوں وہ دھبہ شامعت میں مطلع ثانی

بیلے ہنر و کام فرشتے ہر یکساں
کہ جس کو دیکھ کے حیراں ہو زگر تھاں
چنار کی ہر ہر ایک شلخ پنجہ مرہاں
آج ہے قنہ سدا بقلہ بھلاپ گراں
تو کیا جب کہ ہو پتھر پتھر پیل و ناں
قطار باغ کے باند گلگاہ ہوں پتراں
کہ جاکے لگاں کو سوئے ہے لاکڑ کا شاہاں
سوائے سورہ ہرگز کہی ہو اس کو نہاں
کہ جس کے ٹٹنے سے ہوئے حد کا ٹھری رواں

مطلع ثالث

ہر دے میں کوئی کیا تیسرے ہر دے ہم میداں
علم ہو جس گھڑی میداں میں تیج ہر تیری
اگر قدہ ہیں اشارے سے ہاتھ کے اس کو

شہان وقت ہے تو مثل رستم دستاں
حد کے مندری پہ اندہ برقی ہو نشان
لگاؤ سے خود پہ اُسس کے تو کینہم ہواں

وہ عود کاٹ کے دو ٹکڑے کر کے کاسے سر
 فودہ کو کاٹ کے بجز کو چار آٹنے کو
 دو حصہ کر کے سرخشن تاہ پشت سنگ
 ٹنگ باز ہے ایسا کہ تیرے تیرے
 عودنگ سے ترے جاں ہر دوڑے مٹی تن
 لکھوں میں وصف میں لگوں کے مطلع چام

مطلع رابع

کرے جو صفو باہر نسیم پر جولاں
 پھر آدے غرب سے تاشق لختے موصوں
 یہ وہ سندھ فلک سیر تیز تو ہے جیسے
 نخل برادر سپید دیکھ تیرا دل بول
 بجا ہے گر اُسے کیے کہ ہے چرخ شبیر
 یہ مست وہ ہے کہ جس کے گئے ہی رہتے ہیں
 ہمارے سنگ لگیں کہ اُس کا ہے الہی
 وہ پائی ایسا ہے چلنے میں جیسے ابر سیاه
 سوار دیکھ کے ہاتھی پہ تہجہ کو کہتی ہے خلق
 جو ہو تو چڑھنے کو ہودج میں پاکی پہ سوار
 وزیر حکمت بند ہے سلیمان مہاب
 کب اُس کے رُتبے کو پہنچے ہے تخت عبادی
 غرض کہ دیکھ جو مصائب چار طرف اس کی
 ہے بنے شان ظہود لبکہ فاست تیری
 سوائے تیرے میں تشبیہ تہجہ سے دلی کس کو

قدم کو دیکھتے ہی اُس کے برق ہو حیریں
 کہ جس کے آگے نہ باہر چپک سکیں نراں
 خیال وہ ہم کا ہرگز کرے نہ کام لگاں
 کہ عرش و شہ ساری کا تیری ہل ہل
 وہ میل قلب نمودار اس کے میں دنداں
 دو طرف مشیشہ بلدیں سے درمیان ہاں
 کہ جیسے شام و شفق کو سہم ہمارے
 بھول ایسا کہ ہرگز نہیں ہے اس میں تباہاں
 کہ کوہ طود و بیضا ہے مونسِ عماریں
 تو یک یک کہیں آپس میں جلاں کے پڑ جاں
 رُج ہے جس کی ساری میں رت ہے تحت ٹول
 جواہر اس میں گئے ہیں جو کچھ ساس میں کہاں
 یثیں ہو اس کو کہ ہے قبلہ زمین و زمان
 مہین نظیر تیرا کوئی ہے یہ سب چہ عیاں
 تو آپ دیکھ کہ حیرت ہے آنکھ کو یہاں

ہم سے ترے نہیں جہ بیدگر بجھتے
 پر اس قدر نہیں تلاج کو ترے دکار
 آئید وار قنصل سے ہے ملے اتنا
 و لہ دعا ہے تو اب ختم کر قہید سے کو
 انی جب تیں مشرق سے مرا کا بطلوت
 لگا کے مشرق و مغرب سے تاجنوب و شمال
 خدا کی خلد میں تو اور تری حمایت میں
 عدو ہو جو کوئی دولت کا تیری تاپہ ابہ

تو درج خوان کو اپنے زبند تا ایراں
 مرے ہی دست سے شیریں ہوا کا کام و دہاں
 کہ اقدار ہو اس کو پشیم ہم چشماں
 کہ آیین آیین کہیں سن کے مرش کے گناں
 نمود جب تیں مغرب سے ہو نہ تاہاں
 ترے ہی حکم کا حکوم ہو تسلیم جہاں
 ہوں بیٹے، جہاں جیتیہ رفیق و خد و کلاں
 بسان چرخ کے گردش میں دیکھ کر گرداں

قصیدہ تمثیلت میں نواب وزیر الملک آصف الدولہ بہار جنگ کی جس نے غلام محمد خان پر فتح پائی تھی

تنبیہ کو رو بیوں کی جب تر ہو سوار
 اقبال و فرزند نصرت و شوکت تھے گرد و پیش
 جس دہلے سے تھا متوجہ ہوا ترا
 کڑت اگر بیان کردں اس کی حضور میں
 تیں کہیں اس قدر ترے لشکر کے دیباں
 اس رنگ سے تیں پٹھیں آراستہ جہیں
 القعدہ حد و صحر کی طاقت کلاں ہے
 اس دہلے سے نہفت حال کی سس نمبر
 نزدیک پہنچنے کی نمبر میں گمراہی سنی
 ہیبت پڑی تھی سس کے دہلی براہیکے
 پر جب گزرا دہلی کی کسی طرف

فتح و ظفر کا ب میں حاضر تھے بند و دار
 تھے طرز و کمان مشم و جاہ و اقتدار
 پیش ظفر اثر طرب جمع تابکار
 حمص سے ہر نہ آسکے تعداد اور شمار
 دہم و گلاں بھی کر د سکیں جن کو انحصار
 صد لاد و درجہ جس کے نہ ہو یک نوخ و وار
 لاد سے احاطے اپنے ہیں وہ ہیا دہ و سوار
 مانند صید کے تھی غنائم پہ انظار
 اس غلم و دشان سے لشکر والا کی آباد
 تھا مختار و ب تن سے کرے روح بھی قرار
 نام جو ہو کے آتے تھے مرے کا کر قرار

ایک دست کینچ کینچ کے شمشیر آہل
 پہ اختیار ہو کے پمیدان کارزار
 لے چند ہنوں کو ہرے مستہ کار
 طوفان کس قدر ہوا ہر پاؤ آشکار
 جو کچھ بچے قضا سے وہ سب کر گئے قرار
 وہاں میں نہ آئی دیکھا کیس کوہ میں قرار
 تب لا علاج صلیح کا ہو کر اسیہ دار
 تھا گرچہ کھیلے میں دو طاق دو زار
 اتنا ہی آسمان لے گیا اس کو غار و زار
 نظروں میں ملے کی وہ نہایت ذلیل غار
 گاہوں قسم سیا ہے اگر اہل روزگار

قطعہ

ہو پا کھیل سے جو دل مرد بھی فگار
 اُس کے حرم نکالے نہ کر فیل سے دار
 بخشش کا تیری پایا نہ قصدا اور شہد
 جنت حری کے سامنے گوہر کو کیا وقار
 پایا جاں میں جود نے تیرے یہ اشتہار
 تیری شناسا و سچ کو لاقوں بہ انحصار
 اس نظم کا حضور میں با محضہ و انحصار
 تیرا چہ راج دوست اقبال کو دار
 ہووے تجھے ملے یہ سہجہ کد گار
 رکھے اُسے ناز ہمیشہ ذلیل و غار

انگریز کے ہوتے تھے وہ لشکر کے سامنے
 اور چاہتے تھے دل کا لٹکائی وہ اپنے جوش
 جنرل بامد اسس گھڑی یہ دیکھ مہر کر
 چہر کیا کوں کر آتش توپ و فشک کا
 اکثر وہ نامی ہوتے واسلن جیم کے
 ہر چند کما شکست وہ پہنچے بہ دلم پر
 جب تنگ مانیت ہوتی سدا فوج کی
 آخر کو اپنے پاؤں سے آکر ہوا اسیر
 جتنا جبر تھا مغز میں اس کے غرور و کبر
 جس نے کیا جہاں میں تیسرا جدول حکم
 اقبال و بخت کی جیسے لے مسدین کرم
 قطعہ

ایسا ہے دل و دار ترے عہد و عصر میں
 پاؤں دہین خاطر عالی کہ جب تنگ
 جود و سخا کا تیرے کوئی کیا بیباں کیسے
 کیا قد اسب و فیل کی نزدیک ہے ترے
 طے کر دیا ہے دفتر احسان طے کو اسب
 کیا فم و منکر کیا لب و لہجہ مرا کہ میں
 کرتا ہے آب و لآیہ دعا یہ اختتام
 تا مرد و تنگ پر دشمنان دیں رہے
 پیش و نشاندہ مشرت و جش و طرب نصیب
 بدخواہ ہووے جو کوئی غم دلم کا تسک سے

یہ نسیج ہنگامہ مندوں کے تئیں ہر دے مہارگ اور ہزاروں ہزار بار

قصیدہ تعریف میں نواب وزیر الممالک طاہر علی خاں بہادر مبارز جنگ
دام اقبال الہی ہے

سنن وہ گوہرِ حال ہے بے عدیل و نظیر
سنن ہی بختِ لوح و قلم کا پاس ہے
رکے ہے لطف و کرامتِ حدیثِ مصطفوی
غرض سنن سے ہے سعدِ خدا و نعمتِ نبوی
سنن ہے برجِ علی و آئینہٴ اطہار
سنن ہی وصف ہے ہر اک صفتِ مولا کا
سہرِ حق و مشرف ہے وہ تاجِ مالِ تقدیر
خطاب اُس ہے سزاوار ہے مہارِ جنگ
بلندِ اختر و دلا حشم ، سکندرِ فر
علاقہ مرتبہ جاہ کیا کون اُس کا
یوں فیضِ نام سے اس کے آئینہ دار سے خضر
و لا وہ مطلعِ نورِ حضور میں کر عرض

مطلع ثانی

تو عدل و دل میں ایسا ہے بے عدیل و نظیر
جو اک ضیعت کا عالمی تیرا کہیں ہر عدل
ہم آشتیاں نہ قطعِ مہاں ہیں بد و بدشاہیں
یوں مس میں تری کرا ہے دلِ سننِ نبلی
تیری ہر صفتِ روح و شنا ہے آہِ پھول

کر تیرے صوری آہو سے جاگے نہ شیر
کو شاہِ بادچہ ہر دے نگاہِ صمد و دیس
وہاں بھی بیشہ میں بکبار ہیں آہر و شیر
کہ بجلیے بیلِ شیدائے گریہ چمن میں صغیر
مفسرینِ زمان ہیں نہ کر سکیں تفسیر

عید خلق و کم بہر ہر غنی و فقیر
 صفات و ذات میں جس کا کوئی نہیں ہے نظیر
 کہ جس نے ملکوت جن وانس کی تفسیر
 بہ جود وذل و سخا مرجع صیغہ و کبیر
 کہ تو شعباع ہے ابن شعباع کبیر گیر
 کرے ہے توصیف اعداد کو ان میں تدبیر
 کہ حق ہر ایک کا بے جاں پڑا ہے جو تصویر
 بہتر فرما کے اُن کو نہ سوچے کچھ تدبیر
 کہ جس کو دیکھ کے عالم میں اپنے ہے تصویر
 کہ جنت و نیر کی جن کی نہ ہو سکے حقیر
 کرے تمام وہ دوسے کو اپنی بے تائید
 وہ برقی و باد رنگ و وہ میں بے عدیل و نظیر
 کہ جس کے وصف میں حیراں ہے غنی فقیر
 کہ جس کے رُتبے کے آگے بہت چرخ اثر
 کہ جیسے ابریسہ میں ہو توں کی تحسیر
 کہ کہنی اپنی ارٹنگ لئے گرا تصویر
 گوا آٹھے ہوتے دست و دعا میں رشب تیر
 کہ جوں اکابر کا تب میں منارہ تحسیر
 کہ جوں ستون سے شب پستار داتا گیر
 کرے ہے لشکر اعداد کو دم میں وہ تدبیر
 کہ جیسے رات ادھیری میں ہو سنا سے منیر
 کہ جیسے شمع ہوئی رنگِ شب کی دانگیر

سپہر دار و درخش آفتاب آویز ہم
 تری جناب ہے عالم میں افضل و نور
 ترا وہ اسمِ سعادت ہوا ہے نقش نگین
 تری وہ ذات کہ ہے طہار و ضیاع و شریف
 ہر میں نہ مقابل ہو تیرے روئے تن
 کو وہ صفہ عنایتی کہ روزِ سبحا کے
 تیری وہ تیغ ہے لاس رنگ برقی مثال
 و گرہوں سام و زریاں و رستم و بزد
 وہ ترکی تازی جراتی ترے طویلے میں
 علی الخصوص وہ اشہب تر اسیر الہیہ
 لنگ کا ایک ہی درجہ قرے ہوئے نہ ملے
 ہر ایک دیکھ چلوے کہ اُس کے کتا ہے
 مشکوہ و شان و ہندگی تیرے قبل کا ہے
 وہ عرش سے ہے ساری کا تیرے لاول
 ہے ایسا عالم شہزادہ اس کی سبک پر
 رنگی یوں سوئے ملامت لے تا بہ پیشانی
 وہ دانت اُس کے ہیں خمد و سرخند و شبید
 جسوئے حلاوتوں میں اُس کے یوں خوشہ شہب و زہد
 یوں اُس کے پاؤں پہ خطوم کمار ہی ہے بلی
 نہ سوئے کیے اُسے ہے وہ صمد اسرافیل
 یوں جلوہ گر قدم قامت چہ چشم ہے اس کی
 یوں اُس کا جلوہ گج کاہ گمشدہ شکیں پر

جلالِ عید کی جیسی شفق میں ہر تصویر
 کو کرو طور پر موس ہے بے شبہ و نظیر
 کرو حنوں کا ترے شہزادہ ہو سکے تعمیر
 کسی کو فیل و جامہ تو دے ہے بے تاخیر
 صلیٰ میں مدح کے بجائے دہندہ کشمیر
 تو اس کو کجگوشتیں لے دوزخ میں دوزیر
 کہ ہو دے ہشتم خلایق میں اس کی نیت توفیر
 کہ آئین آئین کہے سن کے ہر صیغہ کبیر
 رہے قیام قیامت تک اپنے تفسیر
 ہوں بیٹے جانی بیٹھے رفیق و یار و مشیر
 جہاں میں جب تیں باز ہے بہ باطو میر
 غنائیں ہوں تیرے درد و دہرگ اندر
 بحق حیدر صدر بحق حق مستدیر

کلب کا سبک رنگیں پہ اُس کے عالم
 کہے ہے دیکھ کے داخلی پہ شجہ کوئے آفاق
 ہر اک موئے جان پر بہائے خسار اگر
 کسی کو اسب و یلاق و کسی کو مال و مثال
 عجب نہیں حری جنت سے شجرہ شمیم
 پر اس قدر ترے دلچ کو نہیں منظور
 تفصیلات سے ترے ہے بس غرض اتنی
 کہ اختتام دُعا پر دلا قصیدہ کو
 سرُخ نیز اقبال کا ترے مدح
 ہمیشہ کا بہ ادب تیری مخالفت میں
 نہیں جب تیں ساکن رہے زلفے میں
 موافقیں کے ترے پہرے سرُخ ہوں جوں گلیں
 خار کے شجہ عالم مظفر و منظور

قصیدہ تعریف میں صاحبزادہ بلند اقبال نواب مرزا محمد علی خاں بہادر کی جو مٹیا نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم کا ہے

صدق ہے بچے گسر ایسا جن کا ہرہ نظیر
 لطافتِ ایلے کہ جن کی نہ ہو سکے تقریر
 پھر آگے دیکھتے کر آہے غار کی تحسیر
 کہ دل میں اس کے گو کے ہے مدح کی تحسیر
 مذکر تو مکر جہٹ اور جو مذکور کی گیسر
 کہ جس کی خلق کرے ہے شہنا بعد تو قیر

جن کے فیض کا اگر ہر سے اُس پہ ابر نظیر
 شمع کا رتبہ جو پر چو ہر ایک سے بڑیر
 جو ہر سے مجھ کو ہیں اسلہ فیض لبِ جن
 مگر یہ ہوتا ہے معلوم اس کے نقشے سے
 تجھے ہر ایک کی مدح و شہنائے کیا حاصل
 عالم مدح و شہنا کہ دلا تو اب اس کی

ہے میرا کہ مستعد قلب میرا
 اگر نہ صورت انسان ہے وہ ملک یرو
 مشکوہ و مشان و مراتب کو اس کی کر کے نظیر
 حکمت جو نظروں سے اُس کی جہاں میں کوئی کیلید
 کلو جنت و الا جناب کیا میں سکوں
 نہ یہ کہ چیز سب کرے اس کو بننے ہے
 گر اُس سے نیست سدا کا کوئی سوال کہے
 وجہ دیکھو تو ہے اس قدر وہ مسرور
 یوں خوش ناگے مغل ہیں ہم نشینوں کی
 غبارِ در کا یہ رُتبہ ہے اُس کے ہر اعلیٰ
 سوائے اس کے جو دیکھا تو پھر خلاق کو
 یہ فیض اُس کا ہے لے دیش و لیل و لیل و لیل
 جو جس کے وصف میں خاص زبان مع و ثنا
 بیاں میں کیا کروں اب اُس کے متن و غزل کا
 اب ایک مطلع کا وہ پڑھوں ہوں میں ایسا

مطلع ثالث

خن جو حمد و ملک دیکھ کر تری تصویر
 ترا جو بدل کرے کوہ و کاد کو ہم سنگ
 جو ایک طبیعت کی ملک جو سعادت تجھ سے
 فریب عدل سے اک ما نہیں میں گل و غنم
 پڑھوں وہ وصف شہادت میں مطلع ثالث
 کہ جس کے دہلے سے جو ملک کی تعمیر
 مطلع ثالث
 تو جا گئے کے ہوا سام کو نہ جو سے گزیر

امیر ابن امیر و وزیر ابن وزیر
 جہاں میں اند کو کوئی نہیں ہے اُس کا نظیر
 رکھے ہے پشت جسم اپنی سدا چرخا اثر
 کہیں نہ چشم خلیق میں اُس کی ہو تو قیسر
 کہ بخش دولت سے بدل میں گدا کو گنج خلیف
 کہ اس کی حمد و ست کا نہیں ہے عشر عشر
 تو اس کو بخش دے فی القدر سو پہ کشمیر
 نہ دیکھ اُس کی سی چشم ملک نے بھی تصویر
 کہ جیسے رات کو الہم میں جو سے جد منیر
 بکاست سر جو دست چشم میں تو سودا میر
 جہاں میں خاکِ قد اس کی ہوتی نہ انکسیر
 ہے ریزہ غبارِ ہوا میں نہ اک امیر و فقیر
 زبان خام سدا کیا کرتے وہاں تصویر
 نہیں ہے ناشتے میں میر سے قوت تقدیر
 نہ جو سے مطلع نور شید کو جہاں تو قیسر

کہ جس کے دیکھنے سے ہر دے کب اثر
 کرتے وہ گاہ نہیں تک وہ بڑا پائیز
 تو تیرے تیر کی ہرگز سبزد ہو تقدیر
 جو لگائے گا ہے بے شک وہ سادہ چٹائی ویر
 قبیلے حساب کرتے شیر و گر گدن نیغیر
 کرتے ہے مغز قرطاس چرن پر شب گیر
 جو دیکھی ہتی میں سرمت کی اُس کی ہے اثر
 جو اس کا کام ہے نزل ہے اس کا کام اخیر
 کہ جس کے پاؤں کی ہے سطر کشاں زخیر
 سیہ گٹھا سے دو نچلیں ہیں ہتی کی تحریر
 نکالیں کو سے فسردا نے دو جوئے شیر
 کہ رشک شام و شفق جس کی ہے ہر گھڑی
 کہیں ہیں ابی نہیں دیکھ ہے ابڑ ملیہ
 کیا طوطا مہ چاروئے نئے در شب تیر
 تو وہ جہاں میں ہے جس کا کوئی نہیں ہے نظیر
 کہ آٹھنے میں کہیں دیکھے اپنی تو تصویر
 پڑا ہے وہ پے ترے آکے یہ نیت و حیر
 یقین تو گیتویر لاشن ہے ابی وزیر
 کہ ہر دے چشم خلیق میں اس کی بھی تو تیر
 کہ سن کے آں کے تلبہ ایک صغیر و کبیر
 جو ہیں کے غزل و برادر رفیق و یار و شیر
 سدا ہے وہ گرفتار طوق اور زنجیر

تو ہے گا اشیخ مویں تن الیاد و نہر
 کہیں جو وار کرتے کو آبسنی پر تو
 تو دفتر مذم لکھتے جو تیر دشمن پر
 کشش کماں کی تری کیا بیساں کون موع
 گر اس میں عزم کرے وشت کو تو پیر شکار
 کیت غمہ ترے وصف دشت میں اس دم
 میں وصف کیا کون اب اس کی تیز گامی کا
 قدم کو چپے کب اس تندہ کے بار صبا
 وہ فیل تیری مولیٰ کا ہے کھک بخت
 سسلا یہ دانخت کا ہے اس کے سولہ میں گوا
 نگر بند جویں اور کی تو یہ سو جا
 کون میں مشک دگیں کی اس کی کیا حریفی
 وہ راہ چلنے میں پائی ہے اس قدم کہ چسے
 تو بیضا ہوتے جو ہر دے میں اسکے کتے بے خلق
 تو بے دلیل ہے تشبیہ کس سے دُور تمہ کو
 گر مثال تری اک طرح نظر آئے
 اب آگے عرض کرے کیا حضور والا میں
 بجز کرم ترے منقولہ کچھ نہیں اس کو
 انقطعات سے ترے مگر عرض اتنی
 دُعا پ ختم کرے ہے و لا قیصر کو
 ہمیشہ غمزم و خنداں ہیں ترے احباب
 جو کوئی صاف و بد خواہ جو عداوت اب

قصیدہ تعریف میں مثنوی علی خاں بہادر کی ہے

کرے جو شعرو سخن کا طبیعت اپنی خیال
گر آوے نالغہ اپنا سخن طسارے پر
ہیں وہ ہوں مایہ فطرت کہ طبع کے نیری
جو میں بطور بہادریج و شمشیر و دست
کردن میں دے کہ اک ہل میں مہر و فاش
میل طبع رواں ہے زبں کو گزیر عیسز
کلام وہ قد شہور ہے کہ دیکھ سب سے
ہے عند لب زبان کا بیان رنگیں ہے
دیکھوں جو ہر ہفتہ گزیر مسند گل چیں
سخن کا رتھ سراسر اس نیلے ہے پہنچا ہے
وہ یعنی کرن ہے والا حسب بند لب
وہ نام نامی آفاق ہے بلند اختر
وہ یعنی مثنوی علی خاں بہادر دوراں
یہی مثنوی ہے ہر سو گزرتے خواص و عوام
تو ہے جسے عصر میں اس کے ہر ایک خرم و دند
پڑھوں وہ مطلع غرا حضور والا میں

مطلع ثانی

پڑے جو ملت سے میری نظام مہر خصال
سیر فضل و کرم آفتاب اوج صف
ترا جمال ہے گوا کہ احسن التقدیم
تو جو ہے گزیر غشاں ہر ایک گلستان
نری جناب ہے عالم میں اسے ستور خصال
وہا وہ حق نے تھے مسدود جلاوں قال

نہ ہوں دیکھ کے عیدِ صیلم کا بھی بلبل
 کہتے ہیں لعل و جواہرِ صہل میں اللہ مال
 نرداہ لطف و کرم اس کو یوں تو می سنبھال
 میں تو غمخوارِ حیرتِ گل و گڑے آ لال
 نردہ محاسبے غمِ جہاں کے منارِ بال
 کہ جس کے سننے سے ہوئے صد حیرا بال

مطلع ثالث

دیکھ کے ہر دلی بستم آہِ صحتِ دال
 صد اسپر بھی دکھ ہے آفتابِ ڈھال
 ترا دنگ نکالے کمان سے چر پر و بال
 توں میں سینہ کسا کر کے غمِ خیراں
 نگرہ آوے جہاں میں کسی کا چر پر و بال
 کہ دیکھے ایک ہی بیشہ میں چرتے شیرِ غزال
 تو چکل اپنے سے شاہیں اس کو لے جے جہاں
 بولے باز کو تو کا آ کے راہِ نوال
 جیسے دنگ کے بادِ سب بادِ شمال
 کہ اُس کے ساتھ پہنچا اُسے بے لرمال
 تو اس کی ہسرتِ کب کر سکے ہے یکہ خیال
 کہ عرشِ مرتبہ اور فز ہے اس کی چال
 کہ جسے غیدی و ذلیل کے صبح بھی ڈھال
 کہ پہل چرخ کی گزوں پر جوں نمودِ بال
 لگا کے مشرق و مغرب سے تا جنوب و شمال

جو انبساط تجھے دیکھ ہو حسیں کو
 ترا وہ دستِ کرم ہے کو ایک عالم کو
 گراوے خاکِ ذلت چاکِ کسی کو ملک
 نہ ہندہ ہیں ترے تنہا صبح و سالم ہیں
 کسی کو بچنے اگر تو خطابِ تر حسانی
 چرخوں وہ شاہن شہادت میں تیری اک مطلق

نہ وہ بیٹے سے ترے آئے کوئی ہیرِ جلال
 فیضِ بیہیتِ میزش سے تیغ کی ترے
 کہتے جو عزمِ عدو کی طرف تو ہر مصاف
 فسادِ کورہ کو تو سے بجا ہے نردہ اگر
 وگراوہ شکوہ ہندہ کا تو کہے
 یہ دھاک عدلی کی تیرے جہاں میں ہے ملاح
 کہیں جو پچھتہ گنیشک آشتیاں سے کہے
 گس سے دھنل ہے کیا حکمتِ ہم ام سے
 ترا وہ عیشِ سبک آہ ہے ہر کام ایسا
 میں ہنر ہے اُسے تشبیہِ کس طرح سے دون
 جو قماشِ زین سے ننگ جس شانِ اپک لے تو
 وہ سر نہ تر افیل ہے ملکِ پیکر
 صفا سے لون سے اس کے فقط دشب چٹھل
 نہ خوشننگ کی باگ اُس کی سسک پر
 سوار جب کہ تو ہمدی ہے ہر پڑے جہنم

یہی پکار ہے ہر ایک سو صبر و کبر
 یہ ذی ہے تیری قربت میں اگر رہے
 غرض ہے اسے کہ سوز چشم درہ میں
 یہی ہے خواہش دل اب تک کلامِ زیلت
 کرنے ہے ختم دعا پر ولا تھوڑے کو
 تجھے یہ سب شہت صابناک
 بحق مددی ہادی امام ہر دو تاساں
 ترے اکبر و کو پاک سدا میں خیر
 جو ہر مخالف و بدخواہ تیسری دولت کا

کہ کوہِ نور ہے سونے جیستہ نصال
 سسے تیرے درج کے اپنی جہاں کا مال و خال
 ورنہ جہ تیرے سنگ آستان کا سفال
 نہ کر حضور سے اپنے جیستہ نصال
 کہ تین آہیں کیسے سامنے خیر آں
 سے ہمیشہ سلامت تیرا جہاد و بدل
 بجا رہ گئے تیری مبادا ایذا نصال
 نیت و خویش و بار و ترس و غم خصال
 وہ جو دست و دست آمدی سے دھڑکے پال

قصیدہ تعریف میں آصف احمد علی خاں بہادر کی جو بیانات اب وزیر المانک سعادت علی خاں بہادر دلم اقبال کا ہے

زبیک عام رملوت کو بخش ہے نسیم
 یہاں تک ہم بار صبا ہے عطر فشان
 زبیک مریچ گل و سبزہ خط و جدول ہے
 شہر سنگ سے بچے رنگ وادہ گل
 رنگ گلشن گل شغل شعلہ سبز ہوا
 بساں کا تقدیر ابی ہے دامن صبرا
 بساں سدا ہر اک مشن پر گئی شاد
 یہ کس کو عزم ہے سوتے جن میں چل رہی ہیں
 کما غولے کہ وہ مسازم چمن ہے آج
 وہ فوج بند کا جنرل ہے جو فریدوں فر

سوئی ہے ایک دھان رنگ پتھر نسیم
 تمام خاک ہوتی دشت میں میر شمیم
 ہوا ہے صحن گلستان صغیر تقویم
 کہ فیض باد کو اب یہاں تک ہوتی تمیم
 ہوا کے فیض سے آتش کوہ ہے باغ نسیم
 ہوتی ہے رنگ نشان بیک گلک مریچ نسیم
 دقیق ہر دچنگے کہ تیسری ہے یہ دم
 کہ باغ دہر ہوا غیرت برابری نسیم
 کہ جس کا نام ہے عالم میں واجب انتظام
 کہ جس کے دہے سے کلاحتی ہے بہت اہم

کہ پرورش ہوئی چس کی سدا باز و نیم
 وزیر نازق دوران کسیم ابن کسیم
 کہ ہر سخن پہ کرے جتنے نثار دُرِ یتیم
 دم عطا کیے ماہی کو اور ماہ کو کسیم
 بیشر مائے فطرت کو دلم قسم حکیم
 کہ خلق میں جو مشورہ بخشنی عظیم
 کریں پسند جسے صاحبان طبع سلیم

مطلع ثانی

جب نہیں ہے کہ دشک بہشت کو کسیم
 کرے وہ دامن ساقی لبالب درد کسیم
 کہ قسمت اس کی ہے کتابے ماسوا تقسیم
 جب نہیں ہے کہ کھٹنے کو داہن گوش فیم
 ترے سخن کو جو کینے ششیر دُرِ یتیم
 صدف ہے اس کا قلم اس کی جا ہے گوش فیم
 کریں نثار و مہر تجھ پہ لا درد کسیم
 تو ہووے داد آہر سے ترہ شیر کوسیم
 کرے ہے بپست آہر کو شیر ہی تسلیم
 نہ پاسکے جسے باز مشال و بازیم
 کہ جس کو دیکھ دل برقی رنگ سے ہر وہیم
 کرے وہ آہی میں پال جانکے لوح غنیم
 کہ ہسری نہ کرے جس کے ساتھ مرث غنیم
 تری سواری کا شہرہ ہوتا بہرقت اقلیم

بلند اختر دارا ششم وہ محال حبباء
 وہ فتنہ آصف احمد علی سلیمان عصر
 زبان دج و شتا کھول اُس کے دھن میں تو
 سک سے تاپہ نما اس کا بسک جو دج عام
 ہے اس کا پایہ اوداک یہ کہ لے جس سے
 خلق الیا ہے وہ صاحب مروت و سلم
 کھول ہوں دج میں اس کی میں مطلع ثانی

جو باور خلق کرے چری گل کو تسلیم
 گر آستین سنا تیری آستے جٹش میں
 یہ لیعن جاری ہے تیرا بریک کے حق میں
 زبان و لب جو سرے شرح میں خصائل کو
 بید عقل سے ہے پریش صاحبان سخن
 ترا سخن دُرِ منی ہے دُرِ ہے قطر آب
 تری جناب وہ عالم میں ہے کر لیل و نند
 ترا جو عدل دگر ہو ضعیفوں کا
 یہی گنگ و غنیم ترے حفظ سے باہم
 اب آگے دھن کھول کیا میں ترے گلگوں کا
 یہ گرم نہو ہے وہ اشب تری سواری کا
 جو پیکے آصف اہر ہے اس کو روز صاف
 وہ سر بند ترانہل ہے رفیع الشان
 سوار جس گھڑی ہوئے تو اس کے ہنچ پر

اب آگے عرض کرے کیا حضور داد میں . کہ دل سے بیگانہ تیری خاک آستان کا تقسیم
 مری جن عرض ہو مقبول تیری عہدست میں . کہن کی عرض کرے کہ نہ تیرا حشر حشر عظیم
 غلبہ نعلت کا امیدوار میں بھی . کہن کو رکھے نہ محروم تیرا فیض عظیم
 یہ جاہ و شہرت و سند تجھے سباز کہ جو . نسبت بیٹہ تیرے سر پر نعل رب کریم
 خدا نصیب کرے تم کو اس قدر ندر و مال . کہ اس کو حشر تک تو کیا کرے تقسیم
 ترے رفیق و بلند بزرگ اور کو پاک . حمایت اپنی میں رکھے دوام . جی قدیم
 جو کرتی ہو تیری دولت کا پوشش بدخواہ . خدا نصیب کرے اُس جہاں میں نذر عظیم
 سخن کو زیادہ نہ دے طول کرنا پر خستہ . ادب و تدبیر ہی کرتا ہے اب مجھے تسلیم

قصیدہ تنیث شادی میں نواب محمد علی خاں بہادر کی جو بیٹا وزیر اعظم نواب سعادت علی خاں بہادر کا ہے۔

یا رب یہ کس کی شادی کی ہے آج دھوم دھام . مصروف ہیں ، بیش و طرب سارے غلغلہ و عام
 دھرو جبین ہیں رقص کلاں ، رنگ رنگ ہے . نور شید غلغلہ کا ہر ایک جانب از دھام
 لوبت کی پھر شکوہ کا عالم میں کیا کہوں . جھولے ہے حشر حق کے چہ یار و اپنا کام
 شادی کی رات لوشہ کر شاہی سے کم نہیں . جہ سخت و گناہ اُس کو تبارک یہ احترام
 شادی کے جوش سے دھوم کے چنے ہوئے ہیں ب . کد استرجلی و جلیسر میں تمام
 بن سخن کے اس طرح سے چلے جب بیٹا کو . براوہ یکساں ہوتی سب بہ احتشام
 ہیں گرد و پیش اس کے سبھی عزیز و اقربا . نواب و خان ملے ہیں بہ ادب و انتظام
 تحفین و آئینہ سے لے ساری خاک . سرگرم کا دیوار میں سب ہیں بہ استقام
 زہر کے آستان سے ڈال کے گھر تک . تہن جھٹ . جہ ہیں گنجی و دام بہر تمام
 چٹا ہے ہاں اندر دستاروں کے مشعل . گلزار صحن و کوچہ دوام ہیں تمام
 پوشہ مستاد شیر خاں بھی نقطہ نہیں . کتاب کے تاشے کو ہے اپشتہ بام

لوبت بھائے جاتے ہیں تھاپی قسم
 لے کر نہیں سے تارنگ ہے یہ دھوم دھام
 ہر نام و ندرت آتی ہے آوازِ ظہام
 ہر اک لے طرب سے ہے سرشارِ صبح و شام
 کرتے ہیں فرشِ جان اجا اخیس تمام
 تقسیم خاص و عام کے گھر تورو طعام
 مشائخ جس کے ذائقے کے ہیں دیان و کام
 مانند گلِ شگفتہ ہے ہر ایک خاص و عام
 پایا ہے اُس کے قدمے خلائق نے اعتراف
 ہوتے ہیں شاد شاد ہم آفرین ہم کلام
 جن پر افیرو رات میں روشن رہ تمام
 بیٹا ہر ایک تصفِ ثانی ہے استہرام
 نواب، خان، امیر ہیں جس کے لبِ ظلام
 جس سے ہے بدولتِ خلائق کا انتظام
 دار ہیں میں سید و سعادت ملی ہے نام
 سرسبز جتنے گلشنِ امید سے دام
 غورِ شیدائے و بخت بلند و نجستہ کام
 شہو جس کا نام ہے از دہم تا بہ شام
 حوروں کی کینز و نسلان میں ظلام
 ہے مہر و مشتری کا قرآن ہے ہر احتشام
 نواب نامدار ہے ہر این مہلوقہ تمام
 جو عقد نور چشم مبارک اُسے دام

ہے پیش پیش لڑکے شہنائیوں کی جھوم
 شادی کے شور و نعل کو کافی کیا کرے دھوم
 دھمک چٹان دو ہونم ہوتی یہ سماں بندھا
 محفلِ پری و عریں سے مزین قسم ہے
 صبح خوشگوار کھانے پڑے کے لذت ہیں
 مطبخ کا اُس کے فیض ہے بکریاں تک
 لذتِ اخوں کی یاد کہاں تک بیان ہو
 شادی کا یہ سستہ خلائق کو آج ہے
 کیونکہ ۲ ہوتے شادی کی ظلم کو پیر خوشی
 یہاں تک ہے انقطاع کر باہم دگر سبھی
 دو لحاؤں کے گھر میں یوں آبلوہ گرا ہوا
 لوشہ کے ہر بزرگ کا ہے یہ طو حباہ
 شادی یہ آج اُس کے خلعت کا ہے دہر میں
 یعنی وزیر ہند وہ نواب نامدار
 وہ ہے امین دولت و دین صاحبِ کرم
 ہے لوزنل گلشن دولت کا اس کے ہے
 عالی نسب بلند نسب صاحبِ حسب
 یعنی کہ میسر دانتے مسد علی ہے وہ
 شکل و مشائخ اس کی بیان کیا کروں شتاب
 دو لحاؤں کو دیکھ کے کہتی ہے خلائق ان
 دو لحاؤں کو لیا وہ جب گھر بیاہ کر
 بات کے تڑپ سے نکل خوشی ہو کے یہ صرا

جود و سخا کا اس کے قسم کیا کرے کئی
 جو سے مزار شادی و پیش طلب نصیب
 جس کی ہم سے کار جہاں جو بہ انعام
 کر لے ولا دما چ قصیدے کا انتقام

قصیدہ تعریف میں نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان بہادر مرحوم کی ہے

حنایوں کو مبارک ہو بہار بے غل
 باغ میں ہر ایک گل کو شمع دم نواز ہے
 کیوں نہ ہر ایک شمع گل لڑوے ہو کہ ہر شمع
 گل سے گلشن میں صبا اس دماغ ہم آغوش ہے
 اس تماشا دیکھنے کی ہر کی گجے ہو سس
 ہے پری دلیوں کا گلشن میں ہر ایک سواں دم
 دیکھ اس غنیمت وہیں کو خندہ دل ہوتا چگل
 اس دوش سے باغ میں جاری ہیں شریعت و نور
 کیا کون میں کیا تماشا ہے لب انسا پر
 بندگی میں اُس کی حاضر ہو کر اب اسے حضور
 سرفراز الدولہ یعنی وہ امیر نیک نام
 جن خط پکار اب اس دولت دولت میں
 جاہ و شہرت دولت و اقبال اس کا کیا کون
 مرتبے میں حق شناسی کے ۱ مرتبہ ہے اُسے
 حرمِ ظہر ہوتا ہے ان کو ۱ وہ صاحب یقین
 حق پرستی کا ہے اس کی ذکر یہاں تک بند میں
 عدل میں توشیواں اس کی عدالت کا عشق ہم
 کان میں داعی کے کہہ دیتا ہے جھک کر یں ہاں

شمس کو اس سال ہے کیا خوب تحویل عمل
 جائزہ شبنم ہیں کر غنچے آئے ہیں نکل
 گل تباہے سرج بر میں سے کسے شمشاد چل
 ہو جہاں سارا سطرنگ اگر کھوے بغل
 ہر کو سے ہر کوئی کہتا ہے تو گلشن میں مل
 کوئی پڑھا ہے رہا ہی کوئی پڑھا ہے غزل
 گر خیاباں میں کس کا پاؤں جاتا ہے پھسل
 دیکھ کر آبِ رواں کو دل کا کھلتا ہے کنول
 گلِ دھون کو دیکھ کر واسے پڑتے ہیں اُچھل
 جس کے ۱ فیضِ شدم سے ہر پری شہت جہل
 شام سے احساں کی جس کے ہر وہیں چھل چھل
 مرکز دولت کے اس کی گردیں اپنی دول
 کتریں بندہ ہے اس کا بندہ میں بندہ و نعل
 جمع ہو کر آویں اس کے پاس گر بلیا مل
 ذات میں پائے ہیں اس کی جگہ گاہ علم و عمل
 شہرنگوں ہوتے ہیں بیت خانے میں عزتی و جہل
 جموں بندہ ہے اس کا ماتم طے فی اشل
 دیکھ کر چل پیرونی کو پاؤں کے نیچے ۱ کی

نوشی اس کے فیض سے پیشم تونق کو رک
شہرہ بخشش کا اس کی دل سے شغل کو ترک
ایک لمحہ پیسے کی گر ہو پیدش تو کیا عجب
جی میں آتا ہے میں یہ مطلع پڑھوں اس کے سنو

مطلع ثالث

بر کسی کو کچھ دیکھ تبیہ دے ہیں لی اثل
سیم کو کیا نقد دانا اعرب بخشش میں تری
جے موس کے لیے اگر تیرے ور کی خاک
حول و قوت سے شہامت سے تری روزنہرو
صولت شمشیر تیراں سے تری وقت مصاف
بیشہ انصاف میں شقت سے تری سوز و شب
عدل کے دیبا میں تیرے گر میں غلامی سکون

مطلع ثالث

بحر میں گر قطرہ نیاں صدق ہا سے بھل
عدل میں تیرے دم ماسے گس سے حکمت
قصر عالی جے حرا طاق فریدوں سے بلند
قصر تیرے نواست خاد و مسجد کو دیکھ
امن زیارت گاہ میں حضرات کی حمیدیں تمام
ہاتھ اٹھا کر صدق دل سے تمہ کو دیں بیعت و دعا
ترک و تازی ہزاروں اور عراق سے شہاد
وہ جو ہے تیری ساری کائنات تیرے رو
نہک اگر حیرت سے تو مشرق سے اسے مغرب کی سمت

دسترس نہ کر کے اُس کے کرم سے دست شل
فیض سے اُس کے گریزاں گل کا پائے نزل
مطلوں کو ان میں کر دے جے وہ اہل دول
عزم کرنا اس سے واجب ہے جے طول اہل

کیا کون اوصاف تیرا ہے عرض تیرے بدل
گنجی نذر اکثر تیری جنت کے آگے جے اقل
خاک میں سو کر نہ پائے کیا گر یہ عمل
دیکھ کر پختہ میں دستم کا بھی دل جائے دل
فکر اعدا کا پائے استقامت ہائے پیل
شیر کو روہا سجھے نور میں اپنے بنیل
لے کے یہ مطلع سرگرداب سے آؤں نکل

عدل کی میزاں میں دے اس کے عرض سنی اکل
وہ وہ شاہین دونوں جہاں میں پگھڑی بدل
جن کے آگے رشک سے ہیں پست کسری کے محل
اس جا پر مرجب کا جے نمسار آؤں
ہر پر طاؤس مبتدہ سی کی بلا کر مردہ چل
مشکلات دین و دنیا حق کرے سب تیری حل
جے یہ جند سبک میں اصلیل تیرا جے بدل
ڈال کے ڈال فوج عدو کے سم کے ڈالے کشل
ان کے کئے تک پھر آئے نیچے پاؤں نہ پل

مرض بغتہ آسمان پیکر وہ چمکا تھی تیسرا
 مگر عدو چاہے عقاب جو حشر سے دوز بند
 غور سے کرتا ہوں دانستنی کہ جہیز اس کے قیاس
 قتل کرنے کو عدو کے دوتیرے اتنی کفایت
 پہ اگر پڑھو تو یہ ہے پردہ ظلمات سے
 بیٹھے جب اس کی عمارت میں تولد مہر کرم
 پڑھا میں تیری بقائے عرو دولت کا حساب
 کیجیے ہر جرمو ابجد کو اگر ابجد میں ضرب
 بس تیری دولت کا کوئی کیا کرے دل میں حساب
 مگر شمار اس کا کری بن و بشر لیل و نهار
 اب تر سے اس دامن دولت سے ہے امیدوار
 کیا عجب ہے کہ سر الطاف سے بندہ نواز
 آرزو قدرت سے ہے دل کیجیہ اشفاق افس
 ذلیلت تک اپنی یہ باقی حسد خاطر جمع ہے
 یا الہی وہ جو دولت خواہ ہیں سسکار کے
 رکھ لے اپنے فضل سے حفظ و حمایت میں سدا
 جو کوئی بدخواہ اس دولت کا ہو یا رب اے

فرش پر جس کو کہیں دوزخ و عذاب کو
 کھینچ کر خرطوم سے پاؤں تلے تلے کیل
 ہیں شب و بھر میں دو شمعیں روشن شعل
 یا میں شمشیر چمکتی یا کہ ہیں دست آہن
 وقت غیب ناگہ انوار میں کیا ہے بکل
 فترہ ماں جو تیرے آگے نیز بزم حاصل
 یہ کما مہر سے مندس نے کہ اندر سے بکل
 یہ حساب ایسا نہیں محسوب ہو جو آج کل
 حق تعالیٰ نے یہ دی ہے تجھ کو دولت لم یزل
 پنج دیں باقی عدو تکرارہ چہرہ شغل
 یہ جو ہے دست تھی بندہ ترا غنیمت اعل
 پاسے اعزیش کا دلا کی یک ایک جائے منیل
 خاصہ سرکار سے کہ جو غیر بلے خلل
 یوں دعا کرتا رہتے شام و صبح پلاندل
 این کو اور اس صاحب شمت کو باجا و دل
 دوست مدد کی تک اس دولت کو بے نقص مل
 جو ملک و ولایت ریکی گرفتار آہن

قصیدہ تعریف میں نواب قاسم علی خان بہادر قائم جنگ کی جو بیٹھا نواب سالار جنگ بہادر کا ہے

چمن میں اب کی توجہ بش بہادر ہے اس رنگ
 بساط جشن و طرب ہیکہ ہر طرف ہے رنگ
 کہ وسعت دو جہاں خیمہ ماں ہوئی ہے تنگ
 نہیں ہے کوئی صلا غیر غصہ و آہنگ

لٹے ہیں اور ہر بادہ کشاں کے دل میں تنگ
 کسے ہی آنے کی اب رہ گئی ہے ایک تنگ
 غوشی کی خاطر عالم میں دم بدم ہے آنگ
 ہر مستم یہ قانون سے کہے ہے جنگ
 ہوتی ہے طبع کی یہ غریب کو آنگ
 نہ دیکھا روزِ نرو اس سے کوئی ہر ہم جنگ
 جو دیکھے کہ کو تیش تو نہیں پاسنگ
 ہے اس کی نام سے خدام کو بھی اس کے تنگ
 وغیرہ جو سے دل اس کا ہو کبھی نہ تنگ

مطلع ثانی

کہ پہنچا ہے تیری جنت کا شہرِ فردنگ
 خاک بھی کر نہیں سکتا جسے تڑپ نیرنگ
 اڑیں ہیں ایک ہی میدان میں بازو کنگ
 ہوا ہے شکوہ تیرے دور میں یہ ڈھنگ
 جو دوست تیرے ہیں شاداں ہوں بیکرہ رنگ
 پہنچا ہے جہ دل مرواں سے کاٹا سا رنگ
 کرے ہے کہ کہے چیتے کو توڑ اس کا شہرنگ
 ڈالیا دیکھا ہے جولاں گری میں کوئی رنگ
 نظر کی طرح وہ جاتا ہے لاکھوں ہی رنگ
 جہاں کی ہوتی ہے دستِ قلم کے تنگ
 ہے اس کے صفت میں نام نہاں مری ہر رنگ
 کرے ہے دیکھ کے دشمن کو جب کبھی آہنگ

کہ حرجے ساقی کلام سے شراب کے جام
 تمام پیش مینا ہے اور مینا ہے
 کنارِ دل سے کیا ہے غم و الم نے زبس
 ہوئی ہے فصلِ آفاقِ مشک و بزمِ جنان
 کہ آج قصد ہے اُس کے قیود کہنے کا
 قیام جنگ ہے جس کا خطاب عالم میں
 مشک و شان و وقار اس کا کیا بیان کیجے
 سخاوت اس کی تو ماتم سے بھی زیادہ ہے
 ہزار مرتبہ گر اُس سے ہو کوئی سائل

نورہ سخی و دلاور ہے صاحبِ فرنگ
 غیبِ عدل سے تیرے جہاں میں لے مدح
 چہرے میں ایک ہی بیٹے میں مشیرِ اور
 سراپے خاک اڑایا کہے ہے نقد بھی
 ہو زہب اس کی تجھے ضرب تیرے اعدا کو
 کہیں ہیں دیکھ کے اس کو تیرے تو سب لہب
 کمان کے چنے میں جب رکھ کے تو لگا ہے تیر
 کیفیتِ خارِ کراب و صفت اس کے زہن کا
 ہوا و ہنر کو کیا تاب اس کے جسم جو
 سوار اس پہ جو ہوتا ہے اس کو بادِ کر
 تری سوری کا جو فیل ہے خاکِ پیکر
 کروں میں شان و شکوہ اس کی کیا قلم لے نزل

کہے ہے سن کے کوئی رد کی ہے یہ آواز
 کہے ہے کوئی صدا تو پہن کی ہے ہونجنگ
 نہ اس کے فائزوں کی تعریف ہو سکے ہم سے
 مگر دو صریح موزوں دو لغت ہوں اس رنگ
 کہ ایک ایک کا عالم جدا جدا ہے بند سے
 پسند جس کو کریں دلبران شمع و شنگ
 مطلع ثلاث

یہ دور نیل سے نکل ہے و طوف کیا گنگ
 نہ زیادہ نور کی ہیں مشع جلوہ گر اس رنگ
 سوار اس کے تو جہدج میں جب کہ بیتا ہے
 پڑے ہے دھوم لگا دوم و ششم ہے تاز گنگ
 بیشتر بخش ہے مزاج کو ملے کے : بچ
 وہ چیز دیکھ کے آفتی جس کو ہوئے رنگ
 لہاں ہی امید جہاں تیرے فیض سے پڑا تے
 کہ جیسے کام کو میرے فدا لگے نہ درنگ
 دعا ہے کیجے وگہ ختم اس قصیدے کو
 کہ خاص و عام کو ہے اب دعا کی تیری انگ

قصیدہ وصف میں بخشی الملک فخر الدین احمد خاں بہادر عرف مرزا جعفر
 دام اقبال کے ہے

اوسے گر طبع مری کا قوس منی پھیں سال
 گو بر نظم سے ہو گوش ہماں الا مال
 تازہ مضوی ہر ایک شعر و دہن جو موزوں
 ہو ہر اک مصرعہ پڑھتے ہر از سبک دل
 طوطی طبع مری مسدیاں ہے ایس
 سامنے جس کے فیض کا بھی ہے نالہ دل
 جو فصاحت میں دہان بھی آکر ہر
 یوں اما لفظ سے ہوتے ہیں خوش آئید مثال
 ہے وہ بحر صفا کہ سخن کو جس کے
 بھیں ہر ترنہ نیا باب سے ادب کمال
 ہے وہ بے مائے فطرت کہ بہتر فہم مسکیم
 اب ہر طبع جیسے تم سے دیکھتا ہوں سوال
 کس لیے تیرے سخن کا ہوا تیرے اسٹل
 تب کہ اس نے ہر سخن گوش سے لے لے ڈال
 دج ہے اس کی یہ تیرے ہے سخن کا میرے
 جس کو تو نے ہے سنا جاوے ہر فضل و کمال
 دج ہے اس کی یہ تیرے ہے سخن کا میرے
 اور نہ کیا دخل تھا اس امر میں کہ کوئی مجال
 ہے وہ محدود خلق مدد و حق افضل
 کیا کوئی مدح و ثنا اس کی میں تیرے آگے

جستہ وہ آفاق میں مشہور بہ مژدا جعفر
جہاد و برصفت کا بیان کیا ہو وہ دارالہشت
بروزہ ہیں اس کے متناہی میں صبح و سالم
موجن کر آگے ولا مطلع تازہ ایسا

مطلع ثالث

توہ اندھل و گور ہوئے ہر ایک سنگِ خال
پشیم آفاق نے دیکھا نہیں تھہ سانا حال
تیری بخشش سے جہاں میں ہے سنا کو اقبال
فضل لعل تری مناج ہے لے غیر آں
جس جگہ لعل و فصاحت کا تری ہنر سے متال
ظنل کتب ہیں ترے دو برو سب اہل کمال
فہم و ادراک و تسنل کا بھی ہے تالختہ لال
پیل کے پاؤں سے بھی مر نہ ہوئے پامال
ریشہ عدل میں رشتے ہیں ہم شیر و عزال
یک یک سن کے جیسے ہوں ترے ایل و مال

مطلع ثالث

تو وہ اشجع و مقابل ہوں ترے دوزخ و مال
دھرو جو آب وہیں دوزخیں تنوں کا دم میں
یک یک سامنے سے ہوں ترے ایل جاگیں
کیا بیان تجھ سے کہوں تو ہے غضنفر ایسا
یہ کس کو نہیں پاما جو کرے سامنے باست
کیا کروں وصفت تری تیغ کی برش کا اب

ہمیں و ہند و سرب سے لے رستم ذال
دل میں گر آن کے شہادت کا تری گز سے نیال
دم کریں دشت میں چوں شیر سے دہا و شلال
دزم میں چوڑے مقابل ترے کوئی سپر جدال
دور و جا ہو ترے دو برو کیس کی محال
جس کے نہر ایک اشار سے سے ہی دیکھ سبیل

کہ وہ آفاق میں جسے تیغِ قضا کی تمثال
تو سی منکر کا کتا نہیں کچھ کام نیسیاں
یا کون حرد پر ہی رکھتا ہے جس و جمال
لگ سکے چکنہ عمری کر کہیں بادشمال
وصف میں اس کھر بندے کے تجھے ہیں پرو پاں
شرکت و شان میں ہیں کہ نہیں کرتی تمثال
چہرہ پیل فلک پر گزرا وہ سچے بدل
گیا کاتب کے اہل میں ہے خامے کی مثال
پاؤں ایسا کہ جسے لگ دے کے بادشمال
وہی ہے شہم جہاں تین ہے شہا کی تمثال
وصف میں جس کے زبان ہوتے مرید کمال
ظہور پر گزرا ہے یہ سہی عمرانی نصال
صلہ مدح میں آفاق کا سب مال و مثال
کیا بیان اس کا کہے لگ یہ رکھتا ہے مثال
ہر سوال آج والا کاجی دستور بحال
آہیں آہیں کہیں تاسن کے ملائک فی الحال
روز افزوں کرے خالق تراز یہ جاہ و جلال
اور باقی ہر ترے دوست ہوں دے ہوں خوشحال

کیونکہ ششیر سے ہر دے تری جاں پر کوئی
بار پا کا ترے کیا وصف کرے خارِ شہم
وصف میں اس کو میں خبیذ کوئی یا شہرِ جگ
گرم رفتار وہ اتنا کہ جسے بار و سر
سرخست اس کی کا بیان کیا کروں جہاں آئند
عرشِ رفعت ترا اٹھتی ہے وہ گردن پیکر
جلوہ گر ایسے خوش آئند میں اس کے دندان
دائیں میں اس کی یوں غریبم مزین جگ
چان اس کو کہیں پا دے کے ابر سیاہ
اس تک رتبہ و بیاد و فاضل و عودوں
ایسا ہے سنگ رنگی ہے گلک کا عالم
اُس کے سوز ہے تجھے دیکھ کے ہے لیں مل
ذی سے ترے مذہب ہے کہ اگر جتنے کو
اب توقع تری دولت ہے ہے جو کچھ اس کو
خاتم دستِ کرم سے ترے فیاض زمان
ختم کرتا ہے قصیدے کو یہ آگے بہ نفا
غرم و شاد ہیں تیرے بزرگ و کوچک
جو نجات تری دولت کے ہوں مستعد ہیں نرمل

قصیدہ تعریف میں گلشوم خانم کی جو بیٹی افتخار الدار مرزا علی خان بہادر کی ہے

قلبت ہر دو جہاں و کہنہ کون و مکان
جب وہ حامی نہیں سروسے دوزن کمین
صفت و نصرت نشانِ مریم یقینِ شان
قیصر و مغفور دہاں ہر دینِ عینِ دواں

شکرت و اقبال و مزینہ و جہ دلم و نور
یعنی وہ کلثوم حصہ خاوند کاظم
خلق میں جس کا جہ اب پیشیا خانم لقب
دوختہ مرزا علی حسنین بسا دہے وہ
دولت و حشمت کی جے ذات تری افتخار
رکن غلام اس طرح ہوتے ہیں تجھ سے اوا
جتنے اصول و مسودہ دیں محمد کے ہیں
آخرت تو تیرا مطلق احی ہے وہ
باش میں ہر دے کہیں گر کر ہا تقریب میر
دل کو تین بھرے ہنوں کے تھے نقاب
جس کے دھن پر کبھی ہر دے جنم سے لباس
ہر دہنا فتری کیا کوں میں العسریں
تیری سم نے سنا و مسترعات کو طے
صل سے ہر تیرے تیرے یوں تک قوی
کو شکب رنگیں تیرے لیے جہاں میں بلند
ہر دے جہاں نقش پا، حر و ہاں جبہ سا
تیرے ولہ کا دغا ہے یہی شبح و سا
تا کہ گلستان میں جے مرغ چمن لہر سنج
ہم میں تیری سدا نغمہ شادی تہے
جو میں اجا تیرے دے ہیں بندہ میں
قصیدہ تعریف میں مرزا علی محمد کی جو بیانا نوازش علی خاں اور پوتا نواب سالار جنگ تیار کرے
جب آدے نطق پا اور مری یہ طبع سلیم

سجنت و ظفر ہمنان لے چلیں ہاں و نشان
پیکر عشق کی جاں فخر نہیں و زمان
اس کے شانواں ہیں ب سور و ملخ انس و جان
ذات کو اس کی تدا جگ میں رکھے جہاں
صاحب اعزاز ہے ہر کہ تیرا خداں
وصف میں ہیں کے یہاں جے یہی تامل ہاں
علم و عمل میں تیرے ہیں ہر یقین جے گمان
شمس و قمر ہوں خیل و کھیں گر یکہ ہاں
شرم و حیا جو تیری ہر دے دہاں حکمران
ہا کے صبا صبح دم کہو لے دہر گلستان
وہیے مشکل آئے خلعت گو ہر نشان
دست و کرم سے تیرے اہل جہاں کامراں
تباہی فواں ترا مصلیٰ میں لوشیرواں
پہلی تن اپنے تینیں بکھے ہر اک ناکراں
تو ہر دے جس کے ہیں پست گنبد آسمان
خاک کو دہ کی تیرے سرور کریں قدسیاں
خرم و خندان دیں رست تیرے خرد و کلاں
تا کہ ترو تازہ جے سبزو گلشن یہاں
نزدیک پیش ہیں کچھ نہ تھے کرتی وہاں
اور بعد قند حویں ہر آہ و فغان
قصیدہ تعریف میں مرزا علی محمد کی جو بیانا نوازش علی خاں اور پوتا نواب سالار جنگ تیار کرے
کرتے وہ اہل سخن کو بقصد دہاں تسلیم

رہے کائنات میں جاری ہیں فیضِ عظیم
 کہ پہلے اہمیت عطر ہوتی ہے بشییم
 کہے ہے کہ عظیم آگے میری طبعِ سلیم
 تو ہر شے پہ کہے وہ نشادِ مؤیدِ عظیم
 حنظل نے خلق کیا ہے جسے بلیغِ سلیم
 کہ نذرہ پروردِ عالم ہے اس کا فیضِ عظیم
 کہ جس کے قدم کی کرا ہے آسمانِ تعلیم
 اسی کو کہتے ہیں اہلِ کرم ابنِ کریم
 کہ کھل گئے ہیں اثر سے خوشی کے گوشِ عظیم
 تو سن کے حاتم نے دل دھبکہ جو دو نیم
 نہ اس کی گنت کو پہنچے خیالِ ویرِ عظیم
 کہ لے ہے لایۃ فطرت کو دامِ لے حکیم
 شاکر اس کی حمد ہی میں حبا کہے کہے عظیم

مطلعِ نخل

کہ وصفت میں ترے قاصر زبانِ خدا ہے عظیم
 کہ مدنی خانی اگر کہے ہے جو تقسیم
 کہے ہے پندرش از بسکہ تو بتاؤ عظیم
 کہ مسد فیض سے روشنی ہے ترے ہنرِ عظیم
 ہر اک شے ہے تیرا ہے بہارِ مؤیدِ عظیم
 کہ جس کے عدل سے نوشیرواں جزا عظیم
 تو عدل سے تم سے اگلے عوض میں دیرِ عظیم
 کہ جیسے بیگا ترا اضمیعت کو بھی عظیم

وہ ہے لایۃ فطرت کہ جس کا نام ہے آب
 سن سے حنظل کو یوں کرے چنۃ ویران
 ہر ایک غلط حقیقی سن کو ہے از بس
 جو گوشِ ہوش سے شوائبِ سن کا جویر
 ذلِ ترائی کو اتنی تو مدح کہ اس کی
 بلند اختر و والا حشم وہ مرخصان
 خلعت وہ لیے سلیمانِ حصر کا ہے کا
 وہ یوں کون کر مسدا علیٰ محمد ہے
 یہ بخشش اس کی کاشمیر ہوا جہان کے بچی
 اگر بیاں کرد سنّت کا اس کی اک شہد
 مذہبی میں وہ یکتا ہے شہرۂ آفاق
 شعورِ دینِ خدا کا اس جانب کا ایسا
 کہ ہے جسے مدح تو غائب میں لگی کیلئے دل

نہ پرورش میں جہاں کی ہے تیرا فیضِ عظیم
 ہر ایک پر ترائی فیضِ نامِ جاری ہے
 خفاں میں تری دولت سے سب پہل نہیں
 تو وہ ہے او مینر سپہرِ مسد و عدل
 زبکہ بھرِ معانی کا تو ہوا خواص
 تو وہ ہے شہرۂ آفاق عدل و داد کے نیچے
 صدق جو بحر میں نکلے ہے قطرۂ نیسان
 یہ شفقت از روئے انصافِ نگران ہے

پڑھوں وہ شاہنشاہ تہذیبیں مطلع غزا
 کہ جس کوئی کے نہجتن کا بھی جگر ہو دینم
 مطلع ثالث

ترے وہ عزم کا ہے وہ بہ بہت اعلیٰ
 صفت حد میں جو شمشیر سے کہ برق شال
 وہ برق وہ شے اس کے لڑی پر جسم نام
 ترا مست فاسد ہر گرم رو ایسا
 صف حد ہے : پیچھے تو اس کو روز مصاف
 یہ سر بلند ہے جس قباب صفت تیسرا
 صفاتے رنگ میں یوں جلوہ گر ہیں انت انکے
 سوار ہوئے تو اس پر عادی میں جس روز
 تری وہ ذات ہے عالم میں سے غیب شیم
 اب اس سے عرض کرے کیا ہے تیری منت میں
 رضا ہو جس میں تری : انہی میں راضی ہے
 ولے گرم کا بہرہ دہم ہر ایک مطلع ہے
 تو فیض لطف سے تیری یہ اس کا رتبہ ہو
 کہ اختتام دعا پر وہاں قصیدے کر
 تراز دولت و اقبال روز السنوں ہو
 رفیق و خویش و برادر جو تیرے ہیں احباب
 عدو جو کوئی تیسرا تو اس سے تباہ اہ
 خدا رکھے تجھے دائم مسیح اور سالم
 سدا نوازش حیدر ہو سال پر تیرے
 تجھے نصیب وہ دولت جہان میں دیکھے

کہ عہد میں ترے ہرگز سنا نام غنیم
 تو بیتا زبان ہو تو وہ صفت جو شل علم ہم
 تین آن لہنوں کے سے سر سے قائم ہو دو نیم
 کہ جس سے برق بھی سرعت میں ہوے تعلیم
 تو ایک مطلع میں پال کر دے فوج غنیم
 کہ جس کے آگے رکے حکم کا کہ جو جسم
 سپر جاہ کے قطبین میں یہ خود غنیم
 تو صراحت سے تھے کرے تسلیم
 گدا کو بل میں کرے ہے غنی دگر ہو سیم
 کہ دل سے بیجا تری خاک آستان کا ہم
 کہ شرط بندگی عجز و نسا ہے تسلیم
 کہ اس طرف ہو کہی تیسرا فیض لطف ہم
 کہ جیسے گل کا ہو طالب ہر ایک ہر شیم
 کہ آہیں آہیں کہیں ساکنان عرش غنیم
 سدا نذر ترے لڑی پر ہو گور و سیم
 رہیں وہ پیش و طرب میں سدا نذر و لیم
 ملانگان مشرب کریں عذاب الیم
 صدا رہیں تیرے اعدا ذلیل اور حقیم
 بحق آل محمد بحق مسیحی قدیم
 مشول دولت مدی سے ہوئے جزو دیم

قصیدہ مرزا علی حسن کی کھدائی اور حویلی کی تنہیت میں جو بیٹا نواب سالار جنگ بہادر کا ہے

ملا ہے نوحہ کو شادی کی شب یہ تاج سر پہ
 نشاط و فرحت و عشرت ہزار پیش و نحوش
 اسی سبب دل عالم ہے شاد شاد اس سے
 ہے دھوم دھام یہ اس کے خلعت کی شادی کی
 امیر مند وہ سالار جنگ فہر جیساں
 یہ لوشال ہے اس کے ہی باغ دولت کا
 امیر زانوہ والا مشہد سلطنت کشند
 وہ میرزائے جہان ہے علی حسن یعنی
 ہوئی ہے اس کی یہ شادی کو اب تک چہاں
 بیان میں کیا کروں اب قصر جاو کا اس کے
 ہر اک مکاں ہے نقش وہ اس کا عایشاں
 ہر ایک کو شک رنگیں کا اس میں یہ عالم
 ہر ایک مکاں ہے یہ رنگیں مژدب و موعاں
 میں اس کی کیا گل تعمیر کروں تعمیرت
 رکھے ہے کو شک رنگیں یہ ستاں یہ بہار
 ہر ایک حاجت ہے دلپس رنج کا عالم
 پھر آگے نقشہ بیان کیا جو اس عمارت کا
 ہر ایک جا پہ بچھا ہے یہ فرش رنگارنگ
 یوں صفت اس کی ہیں خانو میں جا بجا روشن

کہ صد ہزار تنم ہے جس سے رنگ پذیر
 کہ ہے مرقع شادی و عسلم تصویر
 کہ اس جہاں میں یہ شادی ہے بے بدل نظر
 کہ جس کے نام کی ہے چادرانگ میں توفیر
 عیلق و اکرم و اشج وہ صاحب تدبیر
 کہ جس کا نام بہادر کروں یوں میں تحریر
 بند اختر و طالع سید و ہدیر منیر
 اسی کو کہتے ہیں ابہ امیر ابن امیر
 کہیں کو نہ دیکھی ہے دشمنی تقریر
 کہ جس کے سخت کا ہر اک ہے ہر ایک لیر
 کہ جس کے رتبے کے آگے ہے پست چرناہیر
 کہ جس کے آگے ہر کھرام نہ رنگ پذیر
 گویا کہ گھینپی ہے ہزار لے ہر اک تحریر
 ہر آب و خاک کی جا میں میں صفت طرہ و حیر
 کہ خوشنما گئے گلشن پہ بیٹے ابر سلیر
 کہ بیٹے ہووے مرقع میں عالم قصیر
 کہ جس کی کی یہ صانع لے آن کہ تعمیر
 کہ جس کے ہووے مقابل نہ گلشن کشیر
 گویا کہ ہیں گئے ہم مرد و ماہ زہر و تیر

یوں جلوہ گر شب یلدا میں ہے ہر اک فانوس
جو دیکھا ہر متفنس کو اس کی مفصل میں
کیں جہ رجز و لطافت کوئی جگت، بوسے
بے سے وارزہ اور دھرمی کہیں مرونگ
سجہ کے دائرہ مہر کو بشکل دوت
کیں ہے دستہ ترنس کہیں ہے گل کی چنگیر
پڑی ہے گل کی حق ہر ایک گل تو کے
خیال دل میں ہے گزرا ہے دیکھ ہر اک کو
ہوئی ہے دم ہے عشرت نوازے رشک جناس
یوں بخشینوں میں عالم ہے یاد لوشہ کا
چہر آگے جنت علی کا کیا کروں میں بیان
اسے کہ حق ہے جو جبکہ لباس عسلیاتی
تو وہ ہے حاتم دوداں کریری بخشش کی
ہے شادی تم کو سہاک ہر کھنڈلی کی
ہے ایک شادی اور ایسی ہزارا شادی
یہی دغا ہے و لاک ہر ایک بیج و مسا

قصیدہ تعریف میں میر کا نظم علی کی جو بیانیہ العابدین خان کا ہے۔

کہ زہم خدا سے عالم میں کل کہے ہے ظہور
کہ جس کے ہوتے مقابلہ اللہ سینہ
کہ ہے خوشی ہی کا عالم میں ہر طرف دکھ
سے نشاط سے اذہن ہر ایک ہے سرور

ہمارا کہ ہے یہ باغ ہماں میں خوشی نور
بچا ہے صحن چمن میں ہے خوش رنگا رنگ
ہر ایک پیش و طرب میں ہے اقتدار شہنشاہ
ہر ایک دل نعم و انعمہ سے تیزا ہے

۱۔ دل میں شاہ جہم ازل سے آئی نہ
 نہ مدح کہ تو بھیل و لیم کی ہرگز
 زبان مت و ثنا کھول اس کے دست میں تو
 وہ نام نامی آفتاب ہے فریدوں فر
 وہ فخر عالم و عالی حجب بلند نسب
 وہ کرنی آل بھی دودمان حسن و شرف
 وہ یعنی کون ہے کاظم علی سیلیاں مصر
 علم مرتبہ اس کا میں کیا کدوں تحسیر
 جو نور نامیہ اس کے سے مرہیا یوست
 یہ اس کے جہر و سخا میں تو دست قدرت ہے
 کسوت مست عالی کا اس کی کیا سو بیاں
 پڑھوں وہ مطلع تازہ حضور والا میں

مطلع ثانی

صفات تجھ میں جو ہیں کس طرح وہ ہوں ملو
 تری ثنا میں جو عاجز ہو فتنی تقدیر
 یہ منزلت ہے ترے عرس کا و شوکت کی
 تری نگاہ پر وہ سر بسر جویا ہے
 ہم نہ پہنچے جسے ایک پرچہ وہ اس کو
 اگرچہ وعدہ کرے تو کس سے خلعت کا
 نہ فیض جود ترا کچھ میس و سالم پر
 جو اشیائے میں یکجا ہے جہ و دشاہین
 قزاق و عدل کہ ہم بیش میں غمناک و ہنگام

زبان اختر المذاک ہیں وہ لامصور
 تو کلمہ تھے ترے اوصاف کوئی کیسا مستور
 ہمارے واسطے اس جانتے رتبہ مستور
 جو کچھ کہ چشم خلائق سے ہے یہاں مستور
 ہزار خلعت و رجا و مقام و سیف و
 تو صرماں جو مغلل وہ خلعت مذکور
 کہے دوست کم کو وہ گل تک ہی قصور
 کہے ہے باز سد و غلبہ بچستہ مصفور
 کہے حُرّ کی شہابی سو گز کیا مذکور

نصیب قرے تیرے دم کا ہی ہے دم میں تیرے کچھ کر کے بے قدر
مطلع ثالث

مقابلے کو ترے آوے کوئی کیا مقصد
صفت حد پہ اگر تیغ لے تو حرم کرے
گئے وہ کہہ کی چوٹی پہ ہنق دم جس دم
اگر پاؤں کے تودے پہ تو گلاوے تیر
تمام دوتے نہیں کی جو خاک کو چھانے
ہو من جو تودے کے دلاے قرار کہ گواہ
وہ ہنق و ش تراشب رنگ ہے تک سید
کرے تمام وہ دودے کو اتنے عرصے میں
نقطہ غیرت کا کل ہے اس کی سر چوٹی
نہو شوکت و شان ہے یہ تیرے اٹھ کی
ہل اُس کی مسک رنگیں پہ غرنا ہے بک
صنائے رنگ میں یوں جلو گرین ذات اسکے
کہے ہے اس کی حمادی میں تجھ کو دیکھنے خلق
رفیق و خویش و بلاد بزرگ اور کو چک
تمام عمر یوں غوہیں جگر ترے احمد
یہ اس کے حق میں وہ سے دیا کی جی و من
کہ اس کی جاہ کو مقرون دوت مسدی

اٹھے جب ہر دم سے رنگ تیرے حضور
کرے قرار تجھے دیکھ کر فکر مقہور
کرے نہ غم وہیں تک کسی طرح تصور
کرے سُرنگ اُسے کڑ کر ہاں دستور
تو پھر رنگ نظر آوے اس کا کیا مذکر
تو ہر دے سینہ تک استانتہ زبور
کہ جسے و خیز کا جس کی نہ ہو سکے فکر
گواہ ملے نہ کرے اک ویر پہ اس کے حضور
جو اس کی بال کو دیکھا تو رنگ طرہ حور
کہ بھری جی کرے چرخ اس سے کیا فکر
کہ جیسے شام و شفق میں کرے بدل نمود
کہ جیسے رات اندھیری میں سور و شعلہ نور
کیا ہے مہر نے برقی عمل میں آکے ظہور
پہن جتنے تیرے اجاسہ وہیں مسرور
بدن میں ان کے ہر اک ٹوہو نشتر زبور
خدا نصیب کرے جو کہ ہو تجھے منظور
ہنق آن محسد کو اسے کریم غفور

قصیدہ تعریف میں حکیم ابو علی خاں کی ہے

تو ہے وہ فیض بخش و فیض دہاں کو کہہ کا ترے دم سے بیباں

کہ نہیں کوئی تجھ ساحلِ پاشاں
 تجھ سے روشن ہے فترہ وار جہاں
 تجھ پہ کرتے ہیں منہر و مرتواں
 ہے وہ رفعت تری ستونیاں
 قربِ وحی ہے تجھ کو شرکت و شام
 کہ نہیں تجھ ساحلِ طلق میں انسان
 کہ معطر ہے جس کی بو سے جہاں
 ترومانہ ہے تجھ سے باغِ جہان
 برو کہ تجھ سے ہے ہر گاہ انسان
 کہ نہ پہنچے فراستِ تہاں
 اے تیاہ شمسِ قاصدہ واں
 حیدرِ عنصر ہیں تاجِ فہراں
 زندہ ہوتا ہے مسدود ہے جاں
 ہے تو اس وقت میں سیحِ زہاں
 شندہ تیری ہم کا ہر نہ بیجاں
 یہ سخاوت تری ہے فیضِ کساں
 بچنے سائل کو گریہِ غلطان
 تولے گی اس کی احتیاجِ رواں
 ہے یہ شرکت تری عظیم الشان
 نام سے تیرے جو صدو لہزاں
 جس گہری تیری تیغ جو دشماں
 ہوا سے گواہ نہیں تکِ بُزناں

کیا کون قد و منزلت تیسری
 خلقِ انجس ہے کہ ہے مسہرِ نیر
 سیم و زہ کے طباقِ یسل و خدا
 تیرے آگے بلند مرتبہ پست
 جاو و حشمت میں کیا کون تیسری
 ہے خلیقِ ایلا تو سلیم الطبع
 گلشنِ و ہر میں ہے تو وہ گل
 ہے تو ہی میوۂ نہالِ کریم
 بسکہ قالہی بھی سے ہر فن کا
 فنِ حکمت میں یہ صامت ہے
 کرتے بشر سے تو مرضِ تشنص
 یہ تو نہانی میں تجھے ہے دخل
 حق لے بیٹا ہے تجھ کو دستِ شفا
 سب اللہ کا یہ مقولہ ہے
 تیری بخشش کی کیا کون کر لیت
 تیرے در کا گدا ہے محتاط
 تیرا دستِ بکم ہے بسرِ مہلا
 آیا جو در پہ تیرے حاجت مند
 وہ ہو تیرے نام سے پشتِ کھک
 ہے وہ اشیخ تو شہسہ آفاق
 دوشِ تنِ موم جو کے یہ جاوے
 گر گداوے تو فرقِ خوشیں پر

دیکھ کر جس کو برق ہو میسوں
 باد صحرے جلد و تند و رواں
 دے تو میدیں میں عیس گھڑی چلن
 تہنیت دے ہیں مل کے پیر و جوان
 بوطل حناں بہادر و رواں
 سر زنج حمل میں ہے رخشاں
 آہیں آہیں کہے ہیں اہل زمان
 کہ بڑا آوے مراد ہر دو جہان

تیرا توں سے کرو رو ایسا
 تیرا ہی میں کیا کوں اس کی
 عرص و سبت ہر ماں ہو تنگ
 گلش دل سے روا رہو سامع
 پاکی ہے تجھے مبارک ہو
 دیکھ اُس میں تجھے کہ ہے خلق
 سُن دعا تیر اس قصیدے کو
 یہ دعا ہے دعا کی صبح و ما

قصیدہ تعریف میں مہاراج ادھیراج زائد پر شاد راجہ ٹیکٹا اے بہادر کی ہے

جو عہد کہتے تو بیکر ملک رہا ہے جہاں
 شام جان میں اپنے بھرا ہے مشکباز
 چمن کی سیر کی چٹا کے داغ کائن
 ہسان واڈ شبنم ہے گوہر غلطاں
 کہ جوئے حضرت طبیعت کے آگے نافراں
 کہ جس کے فیض سے شاداب و بہرے بہتاں
 کرم سے اُس کے ہے پربار شاخ استہاں
 بھا ہے گر کہیں ادکار اس کو اہل جہاں
 ٹیکٹا رے بہادر دیکھ ہندوستان
 کرے وہ دان کھڑا ہو کے جب تک توہاں
 خاک کے بیٹھے سنگھاسن پہ جس گھڑی شادان
 کوئی کے کرے راجہ کرن ہے فیض دہاں

فقط نہ محنت گل سے ہم ہے طرفشاں
 ہوائے تختہ گل ہم کو کب غمش آتی ہے
 غمش سے رہتا ہے ہر دم شگفتہ خیز دل
 ہزار عقدہ مشکل کو اپنی آنکھوں میں
 لگے ہے اپنا کرنی لیے نور زار میں دل
 میں لیے مرجع گزار کا ثنا خواں ہوں
 وہ باغ خلق میں گلاستہ موت ہے
 جہاں تنہا وہ کتیا سا جلوہ گر ہو ہے
 غرض کہ نہی ہے وہ نامور بہادر اجہر
 نہ بیٹھ کے کرے چندن کی چرک پر داغوں
 امیدوار مخلوق ہر اس کی بخشش کی
 کوئی کے کہہ کرے یہ مقابلیں سبے

تمام ہندوستان شیوج و برہمن
کس کی مرضی کو کا زبانی حال و بیان
ولا دو جلد خزانے سے دیر ہوتے۔ ان
اگرچہ راجہ ٹوڈر جو وہ بھی جو تیسریں
سودہ سیاحت میں منظور ہے جنم غلام
جو ہاتھ غلام جو چکر کر لے کر وہ وہاں
کو اس کے تن سے وہیں مرغ دودھ ہر دل
کو جس کے سامنے بے نور جو سر و نشان

مطلع ثانی

تو تیری لست کے تابع ہے گوش و دواں
سنا د گوش نے امان کے تہہ ساقول کاغذ
اگر ہزار کرے چہرہ دودھ و دواں
کیا ہے تہہ چہ تیرے راست خلعت انداز
تیرے ہم سے سبک دوزی یہم ہے جہاں
کیا ہے ساعت خوش و شری کا تہاں
تہہ آگے پست ہے کیا ہی عظیم الشان
علم تہہ تو ہی ہے تو ہی سسوناں
تو اس میں دائمی ہوتا یہ رنگ و رنگ کلاں
مرادہ مطلق و مطلق ہے زبان سے بیان
تات کر لی گئی کو جہاں میں کیسا اعلان
کسی چہ نہ سے کا کوئی دودھ ہو نہ شمار
پھر ہی پس ہی کے ہم گرا و گو سپند و شاہ

کوئی دعا کرے کوئی اشیر باد کے
محضر آتے ہی دسے جی کر کے سب انوار
یہ حکم ہووے کہ جس جس کا ہو کچھ اتنا
محضران جہاں سے نہ ہووے اس کا سب
جو کچھ خزانہ بننے کو کو ہے پرسش
نہ تو اسے بیب حق کیسے جبر کے لئے جائے
یہ ہر دم ملے دیکھے اس سخاوت کو
وہ وہاں نور حضور میں کر مسخ

نہ ہو پس یہ کس طور سرور کتاباں
نہ دوجا چشم نے گیتی کے تہہ سا چشم فیض
نہ پاوت دوسرا اس دور میں گئی تہہ سا
تو ہمارے قرب ہے الیا کہ دست رحمت سے
وفا سے ترے پانی ہے نہ لے سنگینی
فلک نے دیکھ کے شربت کا تیرے طالع و تات
بلند تہہ فلک کا چہ تیری رفعت سے
تو عطا ہے جہاں میں خفا کو ہے جہاں
مناسبت ترے لب سے نہ آا اگر یافت
اب آگے بدل کی نیر سے ہی کیا کروں تقریر
یہ بدل ہے کہ جو ڈرا ہے نال سے ہستم
کوئی پندہ نہ لے کسی پندہ سے نہ
نقطہ نہ ہی میں ہی ایک جا ہے یہاں جو شیر

نظر سے شرمی کے دیکھے کہیں جو تازہ کو باز
 نہ چھوڑے بہتہ کھنگک کر کہیں وہ باز
 ڈرے کنگ نہ سیریا سے اگر سپر بہم
 مجال کیا ترے بیٹے میں عسدر کے میدان
 اگر لے آئے ہیں پتھر سے میں لال کو شوقین
 جو جو سے باز سے نقصان اک پر مصفور
 بنایا ایسا عاراج نے پہل و تالاب
 علی المصوم میں تالاب کا کروں کیا وصفت
 نہاد سے جا کے جو اس میں مریض ہاؤے شفا
 لذیذ آب زلال ایسا باختم و شیریں
 بجا ہے سگر آئے کیے کہ ہے وہ آب حیات
 ولہ تو وصفت کر آگے اب اس کے توں کا
 ترازو تازی ہے جس سے ہوں کاں ترکی کر
 وہ اس قدر کا پرہیزاں ہے گریا تصویر
 کوئی کے کہ یہ بکلی ہوا میں چنگے ہے
 چنگ ۛ لعل میں ہے وقت جیت خیر اسکی
 کوئی کے کہ د بکلی ہے یہ نہ شعلہ کر
 میں تیرے نعل ساری کی کیا کروں کمریث
 بند مرتبہ ہے وہ فلک کی رفعت سے
 نمود چہرے سے اس کے سیاہی شب کی ہے
 اور ندق برق کی اس پر ہے ایسی ندیں بھول
 یوں خوشنما کے اس کی کہ ہماری میں

کڑے میں جو سے ہوا کے رہیں وہ سگر
 تمام خلق سے آنکھیں چپا کے بیٹھے جہاں
 پھرین وہ تاق سے تاقات ہو کے بال نشان
 بھما کے دام قفس میں لے آوے جانورین
 جو جن میں اس کے جواہر کرے تو دن زبان
 تو تیرے تیر کا پر اس کے سر پہ جو پراں
 کہ شکلات جہاں کل پہ ہو گئی آسماں
 غرض کہ لے کے پرندہ چوند تا انسان
 جو تندرست کرے غفلت ہر دے شاداں
 کون نہ کیونکر لے رشک چتر میواں
 یہ فیض جاری ہے اس کا کہ ہو کے دیباں
 کہ جیت و خیز میں قاصر ہے جس کی لہنی ہواں
 نسیم دیکھ کے چاں اس کی خوب جو جیواں
 کہ باگ بیلے ہی آؤ جاتے ہے بیان گواہاں
 کوئی کے کہ یہ شعلہ ہے لہ کا دھشاں
 جھلک کو دیکھ کے جس کی جو برق ہی جیواں
 یہ باد پنا ہے کسی شہسوار کا جولاں
 جہاں میں شہر آفاق ہے وہ پیل دیں
 عروج اوج تک اس کے نہ چل سکے گیواں
 نقاب صبح و صفا ہے سفیدی ونداں
 شب سیاہ میں انجم ہوں جیسے لوفشاں
 گوا کہ برج حل میں ہے نیر خوشاں

دعا ہے ختم کر اس کے تو اب قلعیدے کو
کہ جو عنایت بیان ہے تجھ سے یہ کہاں
جہاں میں جب تین باہم جے شمع و پروان
چراغ عاتق دولت کا ہے جہاں
وگلا دعا کرتے اور شمع کے سب کہیں آئیں
بہے تو گلشنی بہشتی ہر آہ و گنہاں

قصیدہ تعریف میں ولت النساء بیگم کی ہے

لے کر تیری ذات ہے مریم شان یہاں
رُو بدو پہلے کے شمع و پھڑکانے آنکھ
ہم میں گر فکر ہو تیری حیا کا ، و ہر
شرح کرم گر تری کھلے تو ناں قلم
دست سخا سے تیرا پنجہ غور سے فزون
نواں سخاوت ترا بسکہ جہاں میں ہے عام
صورت و سیرت میں وہ بے ہاں و بے نظر
خود کی من عشرت ہے وہ مشتری فلک ہے وہ
چہرے سے اپنے جو وہ وقت عرق پر چہرے کر
نقش قدم پر ترے بوسے میں ہر دم ملک
نامہ عالم کو طے تیرے کرم لے گیا
صل بے تیرا ہے اب زلزلے سے ختم ہوئے
آتش و آب اب ہم نکر سے تیرے پیراں
قصر سے قیصر کے جی ہے ترا ایوان بلند
قصر میں ترے بنا دھندلے شبیر جو
روح شبیر وہ جو میں حدیں قسم
ہاتھ اٹھا کر ہی مانگتی ہیں نیت دعا

پیکر صفت کا جی ، قلاب عفت کی جاں
شرم و حیا گر تری بزم میں سو حکایت
پہلے سے فانوس کے شمع کا چرو حیاں
جو دے رنگہ ابرساں میں وہیں گور فشاں
رہتا ہے غت خاک پر لعل سے وہ زلفاں
دوست و دشمن بھی ہوتے ہیں یہاں یہاں
اس کا بیان کیا کریں ہم سے کہاں جو بیاں
کون وہ دولت فنا ، رنگہ و آساں
بھٹکے ہے ، ہاں کو جو دے ہے گور فشاں
خاک کو در کی ترے سر سے کریں حوریاں
صل کا تیرے سدا بندہ ہے نوشیرواں
خوف سے نت ماں بلب پشت سے میل مل
آئنے میں جوں نظر آوے سن کل رضاں
قصر قیدوں میں قصر تیسرا آساں
ایسی بنا پر ہر اک ہوتا ہے حسین کفلاں
بال ملک سے جو نیت رکھتی میں سے چریاں
حل کرتے سب مشکلات تیری مدد سے جہاں

گوشہ خاطر سے اب اس کو نہ تو جو لیں
یہ جو دلا بیگنا نام بندہ ہے تیرا بہاں

قصیدہ تعریف میں غلام رضا خاں بہادر کی جو بھائی نواب سرفراز الدولہ بہادر کا ہے

ہزار بارش ہمسایہ طبیعت شہر
فیض تر ہے فیضی سے گفتگو کرتے فیض
سحاب منکر سے بادش جو برسے یہاں وار
پڑھے ہے جو کوئی مصرع مرا جی کونج
غزل سرائی پر گر ہو طبیعت رنگیں
جسے ایک گل پر سے گلزار طبع لگیں
غرض نہ ہوں میں نصاحت میں انصاف
کو بہ چلیں در مضوں کے سیکڑوں دریا
نہیں میں رشک سے جانے لکے سرگزا
تو چہرے سلطان تازہ پڑھوں چہن میں نا

مطلع ثانی

نسیم دیکھے کس کلبہاں لے بندہ قبا
ہمارے لاش سے قاتل تک اک سرک جانا
کی اپنی رات نصیبوں نے ایسی کوتاہی
تمام بہ گئی پانی ہو شمع مجلس دیکھ
میں ہے فائدہ اس گفتگو سے جو غم عشق
وہ کون یعنی ہے والا حسب بندہ نسب
دیان میں کیا کروں اب قدر و منزلت اسکی
وہ ہے غلام رضا خاں بہادر دوران
نظیر اس کا جو ڈھونڈ و نہیں ہے عالم میں
خلیق ایسا ہے وہ صاحب مروت و علم
ہوا جہاں میں یہ آوازہ اس کی بخشش کا
ہوا ہے عصر میں ملے اس کے دفتر حاتم
کر القاس دلا ایسا مطلع عالی

جو چنے پرین اس رنگ سے کہیں میں تبا
بھرے شمعوں سے دامن جو نام ہو تیرا
دراں ہاتھ کیا پر نہ زلف تک پہنچا
شب فراق میں ہیں رات اس قدر دوبا
اب اس کی مدح و ثنا صدق ال کے کر تو دلا
ہے جس کے دست میں قاصر زبان شاہ و گدا
د پہنچے رہتے کو جس کے سکندر و دارا
کریم و حاتم و دانا ، امیر بے ہمتا
کہ بے نظیر خدا نے اسے کیا پیدا
کہ جس کے خلق سے گرویدہ ہے یہ خلق خدا
کہ فیض عام سے اس کے ہے گوش کرشرا
یہاں تک ہے خلایق میں اس کا حمد و ثنا
کوشی کے سب کہیں شایاں جس کو اہل صفا

مضامین ثالث

بیان میں کیا کروں تیرا صلاح اور تقویٰ
 ترا وہ رہ کہ تعلق ہے دیکھ شیخ حرم
 تو ہی پتھر و دیو و جنسند عربی
 ناز و نود و دھس و زکوة و ج و جہاد
 جو کوئی دام شریعت میں تیرا پیرو ہو
 ترے سب سے یہاں تک ہے وفق اسلام
 بنان دیر کو تڑا اور توڑ کر تڑا
 نہ بدل کا ترے (شیردان غلام فقط
 رواج دلو و دہش کا جہان میں تو ہے سب

قطع

دل و دلوں میں وہ اشیخ ہے تو کہ روز جزو
 کرے تو دیر و زبر الیا ایک دم میں اُسے
 تری وہ تیغ ہے الماس رنگ برقی شال
 وگر تو وار کرے اس کا توپ کے اوپر
 وہ باد پا ترا انگلوں ہے شک صد گلزار
 دیکھے یہ شوخی انداز اس کا طرز عظام
 کھوں میں کیا ترے ہاتھ کی آگے حرکت نشان
 وہ سرقد ترا قبل عرض بیکر ہے
 وہ دانت اس کے ہیں نعل سرقد ایسے
 اگر وہ جانب ادا کسی کرے آدھنگ
 سوار دیکھے کے ہاتھ پہ تہجد کو کتنے سے خلق

جو تیرے سامنے رستم ہی ہوئے پل آسا
 کہ جادے شہر بجا سے دو میں بہ ملک فنا
 کہ نہرو آب جو روئیں تھوں کا روز دہنا
 کرے دو نیم اسی دم میں وہ خیال آسا
 کہ جس کی گرو کو پہنچے کسی نہ باد صبا
 پڑی نہ رقص میں اس رنگ سے ہو جلوہ نا
 کہ پشت بیل تک جس کے آگے جے گی دوتا
 کہ جس کے پاؤں کی زنجیر گلشن ہے سدا
 گرا اٹھاتے ہیں نگاہ حق میں دست دما
 کہے ہیں لشکر مقہور توپ کی جے صدا
 ہوا غلور مہر و در شہب یلدا

کر انتقام دُعا پر دلا قصیدے کو
 رکھے جیسے خدا تیسرا حشت و اقبال
 کہ آئیں آئیں کہیں ساکنانِ ارض و سما
 تمام خلق کا تو ہو جہاں میں عقدہ کشا
 رہیں سدا تیرے احباب غُرم و شادان
 ذلیل و غوار رہیں جو کہ ہوں تیرے ادا

قصیدہ تعریف میں اکبر علی خاں بہادر کی جو بیٹا حیدر بیگ خان بہادر کا ہے

زبان اردو میں سن کر جہاں میسری تقریر
 میں وہ محاورہ دیاں ہوں کہ روز مرے سے
 کہے ہے صلۂ خاطر ہر سخن تحریر
 مری وہ طوطی خوش لبہ ہے زبان گویا
 کیا ہے تاملتے کا ملک یک مسلم تیسر
 جہاں آباد ہے نقد سخن کا طرا ضرب
 کہ جس کے رستے کے بندے ہیں بادشاہِ وزیر
 جو سوچتا ہوں میں اس پر بھی مرتے اس کا
 کہوں ہوں مضرت اس جا کہ تاد ہوں آشیر
 نہیں ہے اس کا جہاں میں کوئی حیل و نظیر
 بلند اختر و دارا چشمِ سیماں فر
 کریم و حاتم و اشمن ایسے ابنِ ایسے
 وہ یعنی کون ہے اکبر علی خاں جاہ
 خطاب اس کا ہے نواب و خاں لیر کیر
 وہ ایسا بخشش و حمد و سنا میں ہے تراز
 کہ ہے سوال ہی ساقی کو دے ہے گنجِ خیر
 یہ فیض عام ہے اس کا کہ ہے ہر ایم سیر
 کہ جس گئے ہو جو ذرہ دار مر مینر
 ۵ بیڑہ میں ہے نقطہ اس کی خلقت انسان
 پڑھوں حضور میں تیرے وہ مطلعِ غرا

مطلع ثانی

تو ایسا نادر و درج میں ہے بلے حیل و نظیر
 بعلم و فضل تراز یہ صلاح و تقویٰ ہے
 کہ فتیٰ شیعہ حرم تو ہوا بے حد تو قیر
 کہیں ذکر نہ خداوند تجھ کو ابنِ مبارک
 کہ تو ہے قبلہ اُمید ہر غنی و فقیر
 مجھ کے کہتے مقصود آستانِ تیسرا
 طوائف کرتے ہیں در پہ ترے صیر و کیر

ہے جدو نیل میں تو لجا۔ نیم واسیر
 تو وہیں صوٹ کشیر اس کی جو جاگیر
 ہے تیرے خد کے خیروں سے خاک رفیر
 کہ جس کے وہ ہوشمند ہوئے ابریل
 شب نہات ہو ہر شب ہو روز میریل
 دراز دستا آدی سے ہو د چنگل شیر
 نہ ہوئے صوہ سے ہرگز نگاہ باز دیر
 کہ آریں کہیں سب سامان بعد تویر

مطلع ثالث

کہ ایک دم میں کیا ہے جہاں کو اخیر
 کہے ہو کہ وہ صحت نہ پایہ شمشیر
 بہتر مندر کے شو ہے نہ ان کو کچھ تیر
 کہ تیز لائی کی جس کے نہ ہو کے تیر
 جو اس کا گام ہے اول ہے اس کا ام اخیر
 تو پھر صفوں کی صفیں آن میں کرتے تیر
 ولادوان جہاں کو کرتے ہے زندہ اسیر
 کہ دیکھ جال کو جس کی نعلیں ہو ابریل
 کہ جس کے پاؤں کی ہے دیکھ لکشاں زبیر
 کہ کھلی ایسی ہے وہ برق کی تھپی
 کہ جن ہل کی شام و شفق میں ہو تصور
 کہ کوہ طو تک جس کی پہنے ہے تنویر
 کہ ہے پہر جلالت کا تو ہی بدو مینر

نقطہ پردش کو دھک ہے تھک ہے
 جو کوئی سوال کرے تھک سے خلعت سرا
 ہم کا جری بیان کیس کہ حاتم طے
 ترا وہ ابرکت جد ہے گندہ ریزان
 منہوں کی تیرے گردے حایل یل و جار
 شیب عدل سے تیرے کسی چسندے پر
 نہ حکیموت گس کے ہو در چلتے آندہ
 پڑھوں وہ شان تنور میں مطلع ثالث

یہ دھاک تیج کی تیری ہوئی ہے مالگیر
 ولادری میں وہ اشبح ہے آکر روز نبرد
 وگر ہوں دم میں سرب و رستم و بھند
 وہ داء دار ہے گلگون تر اسیر
 قدم کو پہنچے کب اس تندہ کے بادشاہ
 سوار اس پر تو ہو کر کرے جو دم کا عزم
 وہ شہسوار ہے تو پہلے کندہ روز و خفا
 چو ہے یہ مستی میں ہاتھی شک شکو تیرا
 مگر شوکت و شان اس کی کیا کروں میں رقم
 یوں اس کے دن میں دندان خوشا گویا
 یوں اس کی مسکب رنگیں ہے جگ کی نر
 کی ہوئی ہے یہ اس پر عادی نہ بخت
 یوں تھک کو دیکھ حسیلیں کہ ہے ہاتھی پر

سدا یہ مسندِ شہت تجھے بہک ہو
 سوار جب ہو تو ہر نسا ز عیدِ شہی
 غار عید کو جس دم تو پڑھ کے فارغ ہو
 ہزار فرطِ خوشی سے ہوں دوست ہم آغوش
 ہزار چ و زیارات کا نصیب ترے
 یہی دعا ہے و لا کی تجھے کہ عیدِ شہی
 ہجوم در پہ ترے ہو نپادشاہ و وزیر
 صدائے تنہایت ایہر ہو اور ادھر تکیر
 بعد نیاز تجھے نذر دیں صغیر و کبیر
 عدد و دلم ہوں قربان تیرے بے شمیر
 کرے ثواب بحقِ نزیح حتی قدیر
 دوام ہووے بہک مع صغیر و کبیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مطلع پرستہ، حکیم، مطلع قصیدہ علی محمد غفرہ بیدل نوازیت کہ وہاں ایجاد و تکرار بیش
از فرد و ثنوی جن و انس و ملکات و ایلاد آراستہ است۔ و ہر نامی عناصر و محسوسات و
جہات پرستہ مجنون نشان طلب داری نشان را از حیرت لاد واد جبگرداغ، ششوفتہ و وارث را
پیش جاننازی پرواز با چراغ، سوز و گداز ریاضتش بیداران سراسر نیاز را بھی بیجاں و دل سناستہ کر شل
آفتہ حیران قدرت گذارند و ترجیح بند حسرت و افسوس بجایش جان نگران را بجدی رسوا و شیدا
نمودہ کہ ہر دم پردہ بان می آندہ

سکن غلہ برین حضرت آدم سے بشر

ویکھ کو چھ کہ تم سے باغ ادم بھول گئے

و حسن مطلع معانی نسبت غلہ ریت کہ، عاوی جائزہ و مدد اش کینہ گداتے بے نواتے و دشنام
و بے دلتے عشق نشان بر زمین محزون تا فائزہ عرش قائم، عدد پیش میر ترل جنات النعیم و ہایت
الغش طبع سلیم و کلیم۔ سراج و آج بر شارج شرح غم و زان، شفا نقش روزہ عرش و ظلمت
حصیان غور شید تاہل، دست جہان بختے کہ جرات بیعتش نمودہ آہستہ حیات و دوش بھی
زیلقت بودہ

پڑھیے دود حسن صبح و صبح ویکھ

جلو ہر ایک پر ہے مسند کے نور کا

مطلع غزل محبت، عقبیت دل است کہ شاہ بیت قرصیت و لوتش، بیت اقلیت

و آہ صفت تراشہ بر گاہ تجو بر طوقہ سہاں گواہ

مہم خاگ آسٹن سے دو جنگ کی آمد ہے
اس درمند دل کو اس مد کی آرزو ہے

بشارت شہادت بنام او و اولادش ہوزون، و مضمون نجات و جنت اہل ایمان کنون،
دل حزینے کہ بقا حلت شان۔ ایسی است، لڑنا و کھیم ناجی است۔

سرست رہ تو یا حسن اور حسین میں
سہاد اور باقر و جعفر کو یا و رکہ
عاشق ہے مگر خجست کا جا کا تمیں میں
مونی رعنا تھی و فنی عسکری کو رست
یہا کہ یاد ہوا کہ گنہ سے تیری اچھی پہن میں
عسب جن کی دوستی ہے فرض میں میں

آجہا احقر الہاد مظہر علی شاہ عرف مرزا اعلیٰ علی متخلص، و لکھنوی بہر شناسانی کہ بر
سخن و صبر زبان فتور مضامین نو و کہیں میر سادہ کہ لڑا احقر تہا عمر عزیز یا مد فنی رشتہ گئی صرف
نمود خفت پارہ پای اشعار محمود آمد نظر جو ہریان بازار سخانی و ماہران مضامین و معانی گزاریدہ
بجلیہ تمسین و آفرین زلف قبول یافت۔ اگر کہ از عبارت این فن چنانچہ باید بہرہ نداد، بلکہ محض
پیدا علی است، انچون اکثر اوقات غزاس نگر لالی آہل قصیدہ و غزل و رباعی و قطعہ از بحر طبع
بسا حل زبان می نمود، رفتہ رفتہ کثرت مسودات، لیاقت تدوین بحم رسانیدہ و از ہرچ و مہرچ
کہ لازمہ اسد و نیلای است، دل آہن نمی پروا نعت، کاورین و لادہ نو و رجب سنہ یک ہزار
و دوصد و چہدہ ہجری مطابق ماہ اکثر پر سنہ یک ہزار و ہشت صد و سی و بیوی از قضا کثرت
صاحب فیاض زبان، محسنی ہمدان، مصطفیٰ فیض سانی، محزون تھروانی، فیض الزوار الطاف
جمع اصناف اعطاف، خجیب پور، غریب نواز، مستر بارگش دام حشمت، استقلال نوکری کالج
بہر سانیدہ بہ ایسا کے صاحب والہ شاقب، مدرس مدرسہ ہندی بہر تہاں گل گزشت و لم شرو تہا
تجدوین پیدا عظم، بنونہ بہ اتمام رسیدہ ہمد کہ صاحب معز الیہ عازم ولایت مشغول، بعد ازاں
صاحب عالی مراتب والا صاحب کینان جس بریت صاحب و لم دولہ، کہ مدرسہ ہندی
قائم مقام صاحب معز الیہ مشغول، و فقیر و مضمون و مہرچون الزوار الطاف و تھروانی ساختند۔

غزلیات

ہر ایک شے میں تمہلی ہے اس کی خود نشانی کا
 نہ کر چکا رنگ برق اشباح ہرے سے کر اپنے
 بچے کی کیر بھو اپنی آشنائی اس سے میسر ہی نہیں
 یہ کس کا جلوہ گر ہے حسنِ یارب آج عالم میں
 سب سے لے سب تک لڑ ہے اس کی صفائی کا
 جو کہ پا ہے سولے پائے کو لبے دھانی کا
 نیکے ہر ایک دعویٰ جس سے یاد آشنائی کا
 کہ دیکھا ہی نہیں یہ رنگ بدھریں اس صفائی کا
 گوارا کس کو اک دم کی تبدیلی ہے ولا اس کی
 نہ دیکھا ہے کسی کو وقتِ حنائی پھر تبدیلی کا



کس سے کون عالم ہے یہ اس ماہِ جبین کا
 دیدار مجھے کیونکر دشر ہو بستا دو
 تنہا نہ مل جیج بنا گردش سے اُس کے
 مانی سے بھی ہرگز نہ کہنے گردۂ تصور
 شیریں کا دلے نام کوئی حسیں میں لیا
 جو بات کرے کوئی جواب اس کا نہیں ہے
 ہرگز نہ خطِ دید سے اس کی ہر تفسیر
 گویا کہ ستارہ ہے یہیں چٹا بری کا
 الوت مڑا دل ہے کس پدۂ نقیص کا
 نورشید میں شرمندہ ہے اس کو نقیص کا
 ہوں شینۂ قند سے میں اس بخت چیں کا
 ہے خود مہاں ہی ترے حسنِ نکین کا
 ہے عجب کلامِ آپ کا کیا خوب نہیں کا
 جو دے آشنائی ہر ملِ مشکریں کا

کیا کام ہے والد کو تیرے سیرچن سے مجھ ہی نہیں مشتاق ہے یہ غلہ بری کا
 تاثیر تو ہے اسم کی ہے خاک میں بیان تک ہے نام سے محدود ترے نقش نیگیں کا
 جا کر جو کوئی اس کو مرا حاصل شکر ہے کتا ہے بیاں دور کرو قصہ کہیں کا
 افعال وکلا دیکھ کر سے کہتی ہے یہ حشوق
 لے لاش کہیں جلد ہو پیوند نہیں کا

یادو بیاں کہے کیا وہ اپنی اب ہوس کا شل حباب جن کو وقفہ ہو نفس کا
 ملک گمشدہ دل سے سن کر آہ و فغان کو ظلم ہے دل کسی کا نالوں نادرین برس کا
 زہر و جیس سے اپنے پیر ہوں گے جتنی بھی اتنا تھا منہم احوال اس برس کا
 جا جا کے ہشتا ہے نزدیک برحق دہشاد لے گی تجھے ہی کہہ ہے اندیشہ پیش و پس کا
 کہتے ہو تلخ مگر کئی تم ہر کسی سے لیکن دکھاتے کا سوز ہے سمجھ کو زبان کا چسکا
 کوچے میں اس کے یاد ہم خاک ہو گئے ہی تیس پر ملا دترہ اس رو کی غار و غس کا
 تیرا ہی ڈر ہے دل میں درد وکلا کو تیرے
 لے پاس تعصب ہے لے نعت ہے جس کا

انفاز سنن کیا کوں اس غنیمت وہی کا دیکھا کسی میں ہے لب و لہجہ سنن کا
 جس نے دیکھا وہ وہا ایک ہی اب تک ہوں شیفہ مدت سے میں اس حد تک کا
 کس سے کوں میں حال دل زار حسد لایا ہمدرد ہدم د کرتی اپنے وطن کا
 ایسا تر سے کلام کا ہے وہ لب دگیں شرفہ چہ دیکھ کے ہو لعل میں کا
 دودا میں بہت دیکھے میں ڈوبے میں اچلتے ڈوبا ہوا اچھلا د تری چہا ذوق کا
 پڑے کوئی اس بحر و توفانی میں غزل اور
 مشتاق مراد دل ہے وکلا تیسرے سنن کا

لئے شمع جو پہلا ہوا تیری لگن کا
 اک آن میں جو جس کی لئے یروش کیسا دل
 آیتہ نہایت سے ہوا دیکھتے ہی آب
 لئے مجل شوریدہ بہا آتی جنوں کی
 مت پرچہ ولا اس کی خوشی کا عالم
 لاکل کی تری پر تو جب روح فنا ہے
 ہر چند جوئے مجنوں و فرہاد بھی عاشق
 ہے دونوں جہاں میں تو یہی آرزو اپنی
 ہو جاوے ولا تھمیرہ آیتہ کی مانند
 دیار پہ پڑے عکس اگر اس کے بدن کا

دیا ہے ناز کو اب تیرے کبیرائی کا
 تری طرف سے ہو جو کچھ وہ ہے قبول میاں
 پڑا ہی پاس موت ہے خوب دیکھ لیا
 فرشتوں سے ترے آگے جو پارسانی ہو
 ہر ایک آیتہ و احشہ نہ گنتی ہے ولا
 خیال کیا ہے کس بت کی خود نشانی کا

جو عالم کو دیکھا میں اس جلد گر کا
 صباحت ترے چہرے کی دیکھ پیادے
 کدوں گرچہ سو سو طرح موشگافی
 ہوا شرر آفاق میں اس کا جب سے
 نہیں دیکھا عالم وہ شمس و قمر کا
 گریباں بیان چاک ہے گامہ کا
 سرود ہوشن پہ وصف اس مکر کا
 بگر داغ ہے دکھ سے بھی تر کا

جو لذت ترے ہوسے میں پائی پائیے
 نہیں وہ مزو دیکھا شہد و لکڑ کا
 جگر چس گیا آہ کس سے کون میں
 یہ تیر شوق کس کا لہ لہ اثر کا
 میں گلشن کی غری کون اسے ولا کیا
 بیاں پاکوں لطف بادِ سحر کا
 حشر یاد کر ہی ہو اپنے ولا کا
 کہ حواہاں نہیں کوئی اس بے ہنر کا



ہوں شیفہ قدرت سے میں اس جاں پہلے
 جو نیم نگو سے کرے ہے قتل اک عالم
 پیار سے نہ ہو اس دل کو کسی چین کٹی لگ
 آبادی و رونق تو مرے گھر کی چلے جاں
 عالم ہے تو اس کا کہ مجز نام کے تجھے
 جب تو ہی نہ ہو گھر میں تو ہر گھر کے کھان کا
 کہ کام نہیں تیرے سوا غیرے مجھ کو
 مشتاق کو کس کے نہیں یہ نام و نشان کا
 میر گل و گلزار خوش آفت ہے کب اس کو
 یا رب تو ہی عالم ہے مرے داؤخان کا
 میر گل و گلزار خوش آفت ہے کب اس کو
 مشتاق ولا جو کہ ہے اس غنیمت داں کا



عالم جو کچھ کر دیکھا میں اس شوخ و شنگ کا
 صحبت میں اس کی یاد مجھ دھوم دھام ہے
 اس کے لبوں کو دیکھو نہ یا قوت سے شل
 جاتا کہاں ہے اے مرے تامل ملک کے دیکھ
 عاشق کو تیرے یاد نہ کچھ ہم جاں ہے اب
 آتا ہے میرے سامنے ہستی سے آپ کی
 کرنی گل جہاں میں دیکھا نہ اس بُھونگ کا
 چرچا رہے ہے اٹھ سپر داگ رنگ کا
 کچھ رو برو نہ لعل کے رچے ہے سنگ کا
 کشتہ پڑا ہوا ہے یہ تیسرے خلیک کا
 لے پاس آ رہے نہ ڈر غار و رنگ کا
 ورنہ نہیں ہے غیر کو مقصد جنگ کا

اس شعلہ رو کے عشق میں جلتا ہے یوں دل
جس رنگ مشمع پر کو بجے دل پلنگ کا

وہ جو عالم رات دیکھا اپنے شمع و شنگ کا
اک قوسے دل میں نہ کی تاثیر درد بار بار
ہر دم سے جب پہلو پہ پہلو مار دو بیٹھا ہوا
ہر اک اس مطربہ لہر کی ہے صلا پر لٹ پڑا
نالو افغان مرے پر دم جو خجہ کو نہیں
کیوں بیاں پھرتے ہر دم تیج دہر اندھے تھے
جسے جسے آغوش پہرا لیشہ تیسرا درد بار
شیخ جی مثل میں مدوں کی جو تم آگے ہوا ب
قند و آشوب و دریاں رو گئے ہیں گے جھپک
دیکھ کر قند و دلہ اس چشم پر نیم سنگ کا

دل مرا مشتاق ہے اس سر و سیم اہلام کا
نام نہ اس سے یہ گنا جو تیرا مجھ سے
ایک ہی دہشتے کو گزریں تھے ہم آغوش ہر دم
کوئی ہی ہو سے گی صبح و شام باریک
بلے و غافل اس جنا جو کی بیاں اب کیا کروں
نیک و بد کو کہ نہ ہرگز روشن دیکھے لے دلہ
جس کے جڑے لے کیا بلے ہر دم صبح
پہلنگی اس سے نہ کہہ کی دل گنایا صفت میں

میں تو عاشق جو دل تیرے خیال غلام کا



علم جو کچھ ہے اس سرے رشک بار کا
دیکھا نہیں یہ حیلہ کسی گلغزار کا

مطلع ثانی

جس کے ہوا نصیب و ہو وصل یاد کا
اس زکاتِ جنس میں سے یہ عقلِ مرگ گنتی
جس کے کیا ہے دستِ حلق نے نگوں جگر
کب سیم و نہ مدین ہے تجھ سے لئے سیم تن
گلشت کی ہوس ہے اگر تجھ کو گلغزار
تجھ شرحِ رو کے عشق میں تلِ بلِ برا ہے خاک
کیا پوچھا ہے مجھ سے کیا کب کا تجھ بغیر
یاد دلا ہے بہت سے اپنے دگر نہ کچھ
جو ہے صلبِ آلِ بنی دل سے دوستو

میں کرم جو بخش دے روزِ شمار وہ

وردِ حساب جو گا دل تار تار کا



جب ہو دکنِ رنگ سے یہ زخمِ جگر کا
جان تن سے مسافر ہوئی جاتی ہے مری جان
معلوم نہیں جانِ برا ہو گئی کیونکر
وہ شام و سحر کونسی ہے وصل کی یاد ب
قاصد میں کہیں کیا کر مرے دلِ مشتاق
آوارگی اپنی کا بیان کیا کر سے تجھ سے

پھر کیونکر تھے اشکِ جلا دیدہ تر کا
مت رو بہ و کریر سے ارادہ تو سفر کا
یکبارگی کسی کا یہ گنا تیسرا اثر کا
وعدہ کیا ہے یاد نے جس شام و صبح کا
جس خطرِ آبِ آتش پہ اس کی عیسر کا
والہ ترا تجھ میں ہے نہ باہر کا نہ گھر کا

سیا کوکب بالمش مامت پہ ہوا آرام
 پامال ہیں دل سیکھوں رفتار پہ تیری
 جب تک کہ وہ تیکھ نہ بناوے سرے پر کا
 ایک میں ہی نہ قرباں ہوں تری ماہ گزرا
 مجھے نہ ولا کوئی جہاں مسلم و ہنر کا
 جو کوئی ہنسیدار وہاں مسلم و ہنر کا

دار نہ فقط میں ہوں اس مہر و نشان کا
 ہیں دیکھتے ہی پل میں غراں کیسا سینہ
 مسجدوں کا نہ میں ہرگز رکنا ہے جب بلوہ
 یہ اپنا گریباں ہی اب طوق ہوا قسری
 وارننگی اپنی سے گلشن میں یہ سوا ہے
 آشفنگی دل کو مست پر چھو کوئی مجھ سے
 اس گل کا خیال نہ ہیں ہم دست و گریباں ہے
 مفتوں نہ فقط میں ہوں اس گلشن ہستی میں
 اس دست نگاریں سے تشبیہ نہ ملے ہدم
 وہ گل جو نظر کیا گلشن میں مجھے بیل
 اس واسطے میں یاد ہوں سینہ میرا نہیں
 یوں داغ سراپا کے جلتے ہیں سر سے ہدم
 جیسے کہ کیں روشن جو سرو چراغاں کا
 اس دن کے لیے تجھ سے کہتے تھے ولا بار

نواہاں نہ ہوا آخر عشق دل و حباں کا

حاضر کھو ہے قافل اس تیرے بانقشاں کا
 کیا پر چھتے جو یاد و عالم دکھا کے اپنا
 اب دیر کیا ہے رکوئے غمخیز امتحان کا
 دل ملے گیا پری موگ پل میں التو جان کا

لئے دل بڑا کٹنے ہے منہ سے نقاب اپنے
 آغاذ خط میں اس کے عارض کی یوں ٹپک ہے
 کر دیتا کہ پردہ اٹھ جاوے دریاں کا
 بنوے میں گل خنیاں ہوجیں نگ گلستان کا
 عالم میں کیا کون چہر اس کے موشاں کا
 کس سے کون میں احوال اس اپنے ہنگام کا
 کب دھن جو کچھ ہے اس کے لب نہاں کا
 آوے گا چہرہ ہم ہے خیزی جہاں کا
 زخمی نہ اک دلا ہے تیرنگہ کا اس کے
 گھٹائی ہر ایک دل ہے لے پیرتا جہاں کا



جان بلب جیٹی ہو جب اس رنگ غصہ کا
 چارہ جو چرکون ہووے اس دل رنجور کا

مطلع ثانی

جلوہ گر مارب ہوا چرکس کا شستر نور کا
 مثل پردہ ہجوم خلق یوں رہتا ہے گد
 جو سر تو گم کیا سوئی نے شعلہ طور کا
 سر پہ اس شمع نہ کا ہے یہ جہلہ نور کا
 دار سے چکے ہے ہر دم سخن ترے قصہ کا
 گوش دل سے سخن پیلیم لئے ناشورے نور کا
 دل مرا مشاق ہے اس جلوہ مستور کا
 دل فدا سو جاں سے ہے جن و پری دور کا
 دیکھ جن کو ہے سخن عالم شب و بیدار کا
 کہہ دل کر قافیہ ایسی نزل کرتی لئے
 رنگ تیرا ہر سخن ہے لولوئے منور کا



کیونکہ دل مایوس ہووے اس بُت غمناک
 جب کلام آشوبی ہر جو گوش زخمیاد کا

ہو گیا دل فریفتہ کس کی ادا و ناز کا
 گاہ ادا و غمزہ ہے، گاہ نگاہِ عشوہ ہے
 تیر و سناں سے تیز تر، غیرت کو گہ نیشتر
 مریخ شکستہ ہال ہوں مفت میں پائیل ہوں
 ناز و کرم و ادا و مبہم اب نہیں ہے وہاں
 کتنا چھپایا درد دل آخر کار اشک نے
 کب کا ٹپکا دلا لہ صبر و دین و دل
 بکیتے کہ ترکہ غمزہ کو فائدہ ہر گستاخ کا؟

اب پھر پاس شرح ہے اس رشکِ باد کا
 کیا سرو کو مقابلہ اس آلِ پوشش سے
 دیکھوں میں انہیں میں مجھے غیر سے چپا
 جائے کیا ناک سے بالیدہ میں خدنگ
 قول و قرار غیر سے ہے اس کو ہر گھڑی
 تابٹ چکے دآپ سے چھوڑے جہ کنہیں
 کھینچیں وڑاںک نفس کہ نکل جاتے دردِ دل
 اب حوصلہ نہیں ہے ولا ضبط آہ کا

فوجِ اشک و لشکرِ داغ و مسل ہے آہ کا
 کس کے گھر میں دل لگا گھر میں جو دل گتہ نہیں
 چاہتا ہے بر قدم پر جہاں تو ہوسہ نثار
 تیری سی کس میں ملامت کس میں یہ گویاں
 دھوم سے آتا ہوا ہے عشقِ مایہِ بیاہ کا
 بے ناز ہے لنگی جب سے ناز ہے پار کا
 جو کہ کچھ آگاہ ہے الفت کی رسم و راز کا
 جس شصتی سی ہے، امن بے تک ہے آ کا

کچھ جو قطرے تھے تیرے مڑاں سے ٹپکے جہاں
 زور ہی طوفان تھا یہ آبِ زہر کا
 ساغرِ ہم سے نہیں کم ہاتھ میں جامِ بھال
 ہر گھاتے کو تے ساقی کو ہے تیرا شاہ کا
 دل اگر فلاد سے بھی بڑا ہو جاتا ہے آب
 حکم گردیوں و لگا کو نازِ ہاں کا

ذکر آجائے ہے جب بزم میں سے نوشی کا
 ایک دی تُو نے کیا یاد نہ تیرے کورسبات
 سرگیا عاشقِ دل مست ہے ایک بات نہ کی
 خاکساری کا مری اس لیے رہتا ہے بند
 منہ چپائے جو چلے جاتے ہو کیا وجہ ہوتی
 ہاں میں آپ سے خال ہوا اسے ماہِ جبین
 یاد رکھتا تو ذرا وعدہ شب کو لے یاد
 جلوتِ حسن سے اُس کے تو ہر اک چہ بے خود
 کان اس گل کے شبِ روز دکھا دیتا ہوں

نہ اشتیاق ہے گل کا نہ شوقِ سنبھل کا
 ہیں تو گزری شبِ وعدہ انتظار میں
 نہ بوسہ دینے میں رنگِ جانا کیا غضب ہے آہ
 مددِ منت کیو تو مٹونی کہ دل خدا ہے یہاں
 مر یعنی عشق تو جاں کسندی میں ہے فافل
 تیرے جلد نہیں وقت اب تسلی کا

خیالِ کُشتِ مسلسل ہے اے دلِ ہر شب
 سبب یہی ہے یہاں اشک کے تسلی کا

موسم گل میں اس گل لہری حال ہے لڑانے کا
 شمع نرغ اس کا جلوہ گرا یا تاب نہیں نظر سے کی
 ایک دن ایسا ہووے کلاہٹ کچلا جس میں کتا کتا
 وہ ہی تہل تہل کر کے جسے گل لہری ہے اُسے ناہ
 ہی کا جو جہاں پیار سے یہاں تو کسی سرواتی کا
 صورت اپنی آئینے میں جو دیکھ کر تو مجرب ہوا
 ژنوں کو اس کی شانہ کر مشاطہ نعل کے کٹھ کے
 صحبت کا کچھ اس کی ہم سے نگاہ پر چھو اُسے یاد
 اور کسی پر کیا ہوسے عاشق خیر دہیں لے آتا کہ
 راز دل اپنا اگر میں کون کچھ سن کر تو وہ کہتا ہے
 تیوری چڑھا، پاس نہ آنا، بلا تہا، بندہ دلگانا
 تھہرے قیامت، چرواقت آن بلا ہے اکی و لا
 کام کرے ہے لیک بنگ میں اپنے کیا بیگانے کا



طنز مت دے تو مجھے بارہ بیانی کا
 کب کر سے مسجد وہ دیر و صوم پر جس کو
 گونے جون جون کو چھپایا نرغ بیبا اپنا
 وہ مرا رنگ چمن گز سے تو ہے نور ہار
 ترک غمزے کو بھلا کس ہے قصہ لینا
 دل شوریدہ کو اس چشم سے پھر کج چنگ
 رو ہو اس کے ہیں ایک بعد تو مرو دیکھ و لا
 لاف اس ب کو ہے اہماز مسیحا کا

آفاق میں ظہور ہے اس کی جناب کا
 ۱۰ ناز تھا کہ صبح تک اپنا دست شوق
 لٹا تھا پاپے کل تیرے آنکھوں کو غوا میں
 دشنام تلخ اس لب شیریں سے کیا کون
 ۱۱ قہر و جیہ چال غضب ۱۲ بلا اکڑ
 اک حرف بھی نکل نہ سکے جس کو دیکھ کر
 اک ماہ نھاگی کے پلے در بدر چھرا
 ۱۳ ابرو ہوا دو قسم نکل طرف لالہ زار
 کرتا ہے بیچار جو لوہو و لب و لا
 اندیش کیا نہیں تجھے روزِ حساب کا

○

کس کا بیٹھا ہے گا دل پر تیرے تاثیر کا
 ۱۴ مانی و بہنو برے کر خیال اس کی شبیہ
 ۱۵ دیکھ یوسف کو میں دیکھا عالم رویا میں شب
 ۱۶ غنچہ دل باغِ ہستی میں ہو ماکر کو نسیم
 ۱۷ ہو گیا اک آن میں دل دیکھ کر زہر و زہر
 ۱۸ کیجیے تدبیر بہتری و بسکی ہم نشین
 ۱۹ خلق دیوانی ہے عالم اس پر ہی کا دیکھ کر
 ۲۰ کچھ دکھ تاثیر اُس کے دل میں صاف سوچ

بے سرو پا جو پھرتے ہیں روزِ شب یوں آوار
 ۲۱ دل و لا قیدی مگر ہے زلف کی زنجیر کا

○

دونا ہوں میں دو دو پہر آنکھوں کو دگر کر
 جس خاک پہ دیکھوں ہوں ترسے نقش قدم کا
 جگہ دو، دل ریش کی آجلہ خبر سے
 فرادہ قافل کرے ہے وقت گرم کا
 اگر جمع کیا میں نے پریشانی ہے بسکھن
 ایک دن میں پڑھا کرنے دہواں سرغم کا
 کیا ورطہ ہستی میں کوئی چشم کو کھولے
 وقفہ ہے یہاں شبِ جناب ایک ہی دم کا
 سوجان ہے غریبا ہے اک خرم کا ہر صید
 کیا گرم ہے بازارِ ظلم و ستم کا
 گئے ہوئے ہستی سے وہ اپنی ہیں یاد دیکھ
 وہاں ہے سفرِ نظر میں کو مہم کا

ہے جسے تیغِ شہا تیری جناب پاک کا
 غم نہیں ہرگز اسے کچھ گردشِ اللہ کا
 اور ذاتِ کبریا ہے ذاتِ تیرا شاہراں
 بوسہ کیا تجھ سے اس کو جو ہو پند خاک کا
 آنسو سے دل ہے مسکن جو راکتِ جنم
 آجے تبت مجھے وہاں کے غم و غنا خاک کا
 ترسِ بے لعل ہے کہ نعلت یا شاہِ جنت کا
 حیرت سا فریاد رس ہے کہن اس غم ناک کا
 کہ بکے کئی کیا ولا اس کی نگر و شان کر
 برض اُڑتا ہے وہاں تو غم اور اندک کا

چمن میں جب سے بلائیں کو تاجِ شاہی کا
 تجھی سے شیفہ ہوں اس کی کج کلاہی کا
 کوئی خنجرِ مرغان کا جو کر گشتہ ہے
 وہ بکے ہے تری اذاد کج شکاہی کا
 دیکھوں ہوں جسکے عشق میں سبز لہروں سے
 پسند اپنی ہے رنگیں میں رنگ لہی کا
 دواڑ کیوں کر نہ ہوں میں کہ ہر سر کو نسیم
 پیام لاتی ہے اس گل کی خیمہ خرابی کا
 دیکھا دے شکل تو بادبہجے وہ نورانی
 یہی دلیپنہ سدا بیگا صبح لہی کا
 گویا کہ گشتِ غزل کا سرو ہے سر ہیز
 یہ جڑا ہر میں ترسے دیکھا سبز لہی کا
 نہ بہر شمع کے ماتھے پہ گشتِ یاد
 یہ ٹیگا نیل کا ہے اس کی رویہی کا

تو ہی بنا کروں فداؤ کس سے چاہوں دل
 چلا دم کو جوں کس وقت میں نہیں ہستی سے
 وہ چشمِ نازک چہرے کیوں نہ اس کی ایک پل میں
 گزاری عمر بے سود لب میں جس لے سرا
 نہ ممکن سے ڈھکے یا علی وہ شکر کے دن
 نہ اقربا سے کسی کی کسی کو بے گنجی خبر
 ولادت پہنچے تو احوال کچھ تب سہی کا

نے غم کا ہوں عاشق نے میں گئی جمن کا
 دیکھے ہمارا دامن گر چشمِ نازک سے
 جو شمع تھی گلے ہے، جی ہے جان گزاری
 یکے پاڑا اس نے افدوہ کے اٹھا تے
 ہستی کو غم دیکھا جاتے ہیں ہم دم کو
 دیا میں سیکڑوں میں ڈھبے اُچھلتے ٹیکے
 سوزش و آہ تھی میں ہے بعدِ مرگ بھی ہیں
 جہنم کے جہنم میں اب شہتہ ہر اک کس کا

ولادت ہر دم خلق رہتا ہے تجھ کو اس قدر کس کا
 جہنم پر چھڑا کر کس کا ہے ہی ہر دم تھیں کمال
 لگا ہے جی نکلنے اس کے استقبال کو بارو
 ہریش ایک داغ تازہ دیتا ہے جوں گزروں
 لگا کر گل لگ جانا بھانے آپ پھروں ہی
 غمگین ناز تیرے ہو گیا ہے لادگر کس کا
 وگرد جب ہوئے عاشق تو پھر عینِ فکر کس کا
 فدا دیکھو تو آتا ہے چلا یہ ناسر بکس کا
 خدایا لائیں ان نظموں کے چنے کو جگر کس کا
 سوا انکھوں کے اسے ہدم نہ دیکھا ہے ہنر کس کا

سحرے شام تک اک آہی جی تھنے نہیں آئو نہیں معلوم دونا ہے ء تجھ کو چشم توکس کا
جب گلشت لاد میں طیبت ہوتی ہے منظر
ولا کیا جانے ٹیکا ہے ء خون جگر کس کا



تو ہی ہے اگر یار سبب میرے طرب کا
لے جلد بھر آ کے مسجائے زمانہ
صورت گر چیں دیکھ اُسے کیوں نہ ہو چراں
جس جنم سے وہ جان جہاں مانتے ہے اُنکے کر
ٹالان میں فرماتے مری نوحہ گری سے
مستوں کوئی کتا ہے کے ہے کوئی جمنوں
اُس کا نہ کوئی ہر دے الٹا سے معالج
دل لے کے جو رکھتے ہو مری جان کی خواہش
تو کون ہے باعث مرے اس رنج و تپ کا
کشتہ ترا مشاق ہے اک جنبش لب کا
جب رُخ کے مقابل نہ ہوا تندر حلب کا
لے جاتے ہے کتا اپنے دل وہاں ہی تپ کا
لڑاوی زمانہ ہے میرے شور و شغب کا
باعث ء ترا مشق ہوا اپنے لب کا
یار جو ہر یار مرے عشق کی تپ کا
قربان ہوں اُسے جان میں بس حسی طلب کا

کب دیکھیں وگا طالع خوابیدہ ہوں بیدار
ہر روز ہی وعدہ وہ کیا کرتا ہے شب کا



کروں کیا دست میں اُس عمر ہو کا
صبا دتی ہے کیا تر نکبت گل
اگر سو جاے شکستے ہے مرا دل
نہ قاتل ڈھیل کر تو فوج میں اب
خیں یارا مجھے کہہ گفتگو کا
یہ دل مشاق ہے اس گل کی بُر کا
تجھے کیا منکر ہے تاج رنو کا
اگر پیاسا ہے تو میرے ہو کا

ولا کیونکر کہوں حمل دل زار
خیں پتا مزاج اس تند خو کا



اما نہیں کہی کہ عونی نہیں کہو کہ
پھر تہا ہے کیوں تو غلام بیسا میرے ہوا
مطلع ثانی

عاشق کو ترے ہرگز خطر نہیں کہو کہ
نئے ننگ لے لیا ہے لے پاس آبد کا
میر میں کو جہم وہ کیا کرے گا جا کر
دروازہ جو کوئی ہے اس تازہ گل کی بُر کا
ہاں سب طرح سے اس نے خطر تو کی جلدی
لیکن سنا د ہرگز اک حرفت آخو کا
کہا ہے مجھ کو ناصح مت بل تر شہزادے
نئی ڈالو جیب اس کی دھول کے لئے کوڑو کا
کہتے تھے دل کی کو ہرگز دلا نہ دینا
کہا نہ اپنا مانا لے بار خوب ہو کا



ایک دن شاید ہر تیری زلفت پر پہچاک کا
دعا نہ ہی ہے اپنے اس دل صد چاک کا
اگر دریا باد گل دم آج جو قسمت نہیں
فیض ہے اس کو کس کسے دیدہ غمک کا
یہ لڑ پٹا چھوڑ مت لے کر جد الگ ہے
یہ شکاوت ناگواں مشتاق ہے غمک کا
ڈھونڈ مت اکیر کر لیں کو پتہ الفت میں آہ
کیا ہے یہ خزون رتہ یہاں کی خاک کا
دیکھتے ہی صورت اس محبوب کی آئینہ ساں
عالم تصویر ہے اب جاں سیرت ناگ کا
ساتھ تو ناگ بھی جانا غمک نہ ہے
کم نہیں ہے خوشی تو ہیں سے خوشہ ناگ کا
اک ادا سے لے گیا دل سو سلاخوں کے وہ
میں تو گشتہ ہوں دلا اس کا فر چالاک کا



کیا ہے آہ لے بہا علم محبت کا
یہاں ہے لشکر افتادہ و غم بہت کا
بکھود نامہ ہی آتا ہے وہاں سے لے قاصد
دواج اٹھ گیا کیا یک قلم محبت کا
نہ ظلم تیس نے دیکھے نہ کو کب نے وہ
ہمارے سر پر ہوا جو ستم محبت کا
جادو غم سے سولا کہہ دے تھا ہم کو
عشق کا ہے لڑا دل کرم محبت کا

اگرچہ اور بھی عالم میں ہیں الم لیکن جب ہی قمر ہے یا رب الم محبت کا
تمام جم ہے داغ ستم ہے یوں لہر ہے داغ پھولا ہے سر تا قدم محبت کا
قمر خدائی محبت میں ہی کا خطرہ ہے
وَلَا تَوَدَّ أَنْ تَقَامَ وَبِغِلْمِ مَحَبَّتِ كَا

○
جب کا ہر ایک ذرہ میں ہے جو ہے نور کا
جوں شمع ایک شب میں ہے سب کچھ نام
اللہ کیا یہ گرمی باقار حس ہے
کیوں کر کہوں نہ شمع میں تیرا قصور عقل
کیونکہ ملاقاتی آنکھ میں اس رنگ صورت
معلوم ہو رہے کہ یہ شمع کے برکت
بسیار ہی گناہ کا کیا خوف ہے وَلَا
دامن پڑا ہے رحمت رب غفور کا

○
کیونکہ دل الٹ ہوئے اس بہت ملاز کا
جب کلام آتھوں سپر جو گوش و غلاز کا
مطلع ثانی

جو کہ یاد آج تک محرم نہیں ہے راز کا
چنگل شرکاء میں اس کی مرغ دل تلے چھوڑ
جو کہ نقاشی کون ہوں نقطہ و معنی میں ہو کہ
اس کاں ابرو کا نقشہ نقش دل پر ہے ہوا
نہرے سنبھال دھڑکاں چین اس رنگ ہوں
ہم صبر و کچھ نہ پھیرا آتھوں اس صبا کے
دل ہوا ہے بلکہ اس کی ادا و ناز کا
جس طرح قیدی ہو مصروف چنگل شہباز کا
جو معتقد کرتی جسے رنگ اس پر راز کا
بس نشا ہو گیا میں اس کے تیر ناز کا
جو لب و لہجہ سنا اس کیل شہباز کا
بس قفس سے مرغ ہاں مشاق ہے پر راز کا

اس سیما دم کی گروانی بیاں کیسا کیجیے جو سخن اس کا سنو لاریب ہے اجماد کا
 متصل غم میں کسو کے لئے وقت اتنا نہ ہو
 گرے روز و شب لاکتا ہے گانشاد کا



دارو و دیوانہ جوں میں جس پر ہی زہر کا
 گلشن افک گلگوں سے جوتی ہے ہیں ملک
 اک جہاں پرواز دار اس شمع رو کے گرد ہے
 لے مبر پیار جہاں کی کو توجہ بن لے سیح
 منظر اپنے پر دریا ہو جلوہ گر لے اہ عید
 آج جو یہ ایو نیساں ایک ہی تختہ نہیں
 ہرزہ گردی خوب نہیں جوتی جاس میں مل
 اصحا بہر خدا مانع نہ ہو کہ عشق کا
 شش جہت میں دیوہ بیگستہ دیکھ جس طرف
 تازہ مضمون ہو اگر لے اہل سخن میں ہے

نہیں ہوس اس کو وقت آب و ہوائے مدنی کی

جو کہ باشندہ ہے اس کے ساتھ دیوار کا



تختہ شریف جوں میں اس گلزار کا
 مست دل جوں کی آہ لے غلام و گرد پیر
 مگر اس پر ہی کا تخت ہوا پر ہو کہ مرا
 فرقت میں اب کسو کی جو گزرتے ہے کیا کہوں
 باخ ام کی اس کو نہ ہو سے ہوس کہیں
 دل جلا ہے ایک سے لے تا جزا کا
 پیچھے لانا ، عرش یہ شط مشرق کا
 پیچھے ملک پہ ہو کے بلور غبار کا
 چھوڑو یا مدح حال تم احسن خاکسار کا
 باشندہ ہو کہ ہے تم سے قرب و جوار کا

سہرچیں کی جگہ کو دھککٹ دے دلا
مشتاق ۛ نہیں کسی باغ و بہار کا

ہوا ہوں ناگیاں منتوں میں ایسے باہر پیکر کا
کروں تعریف کس منہ سے لب و دندان کشیں ہر ک
کوں کس سے میں اب یاد بے عجب قیامت قیامت
شدت کا زنجیر مشتاق تھا کثرت سے اے ہم
دوبارہ اس لب شیریں سے بوسہ لے لے پیکر
جو کہ گزرا سہری دوری میں گیا پرچھے ہے اے دلبر
اُسے کہ تشنگی کا غم نہیں غریب مشر سے
تھے ہے بات گزشتہ دل سے کٹنا کا ڈنک
دلا دو بچ نکک پر ہے داغ اس مسرہ نور کا

محبلا ۛ مشتق میں اس گل کے باغ و ریاں کا
تلاش اس کی میں چہرہ ہوں جا بہا شب و روز
جو سے کشوں کی تو مغل میں آیا ہے گل دو
بہار دیکھ جو گلگشت کی ہوا ہے تجھے
کرسے ہے ریں یوں اس کے غم کی طاقتوں
کہیں میں لوگ لگیں اور جا نکاتی ہے

دلا رویت و قوائی تو اس میں یہی شکل
کہیں گے ہم بھی غزل اپنا گر داغ کا

یادیں کس کی یادِ شام دوسرے رہنے لگا
افک غمیں سے ترا دامن جو تر رہنے لگا

مطلع ثانی

کیا تصور میں کسو کے بے خبر رہنے لگا
جو تجھے غم لے لے وادِ درد پر رہنے لگا
کیونکہ سر اپنا نہ ٹھکانا دے دیوار سے
غیر کے زانو پہ اب تو اس کا سر رہنے لگا
شوق میں اس چشمِ گن کے نہ خون ہو کر آہ
برسرِ چراغاں پہ بیانِ لبِ حبس رہنے لگا
قل کو عاشق کے بس ہے تیرے اہدوی کی
کیوں کمر میں باندھ کر تیغ دوسرے رہنے لگا
اکن طرح دل میرا غیرت سے نہ ہٹے داخل
غیر کے جب پاس نہ دیکھتے تیرے رہنے لگا
یاد کر اس کے لب و دندان کو دعا ہیں زبیں
دامن اپنا ہیں پُر لا لعل و گھر رہنے لگا
جلد سے غافل چھپو اس کی تو منیر باد کو
استانے پر جو تیرے نور گر رہنے لگا

ہر ذہن کا بیان اس کی کر دل کس سے واد

وہ تو جا کو چہ کہ چہ گھر بہ گھر رہنے لگا

ہاتھ اس کے تو یہ تیرے ہذا اکیر لگا
خاکا ماں جہاں کرنے جو تفسیر لگا
سر پہ کیا ہی رہا وہ ہے کوئی دیوار
سودا گھر میں وہ دوانے کی ذخیر لگا
مُرخِ دل تر پے ہے جوں طائرِ ناک خود
کس کی چراغاں کا مرے پینے میں اب تیر لگا
ذبح کرنے کو مرے جنبش اہدویس ہے
قل پر کس کے تو اب باندھنے شمشیر لگا
دل کو تیرے وقتِ ناک کا تیر کیسا
کیا ٹھکانے سے مرا تیر ششگیر لگا
کس لگاں اہدوی کا چھوٹا ہے وادِ تیر لگا
خاک اور خون میں تر پنے جو یہ تفسیر لگا

یوں وادِ پشت بہ دیوار ہے اب حیرت ہے

چیلے دیوار پہ دے ہے کوئی تصور لگا

سود فقط زخمی کہ ہے اس نکلنے غم کیا
کیا جو انجمن میں تو ہیں گل لے غم کیا

لے ملک پہن د جبر سارا کی تھی شیم
 آیا چمن میں کوئی سا گل یک بیک کی بانی
 د جوش جوں میں تر گس نہ دست سے تری
 یک قطرہ خون نہیں جگر و دل میں یاں تر
 آنا جس حذیب د شور و فسان کر
 عالم د کہتے کا ہے فقط اپنا ہی ولا
 عالم کر اس کی شان و تمکنت نے غش کیا

ہر سر آشتے ہی میں نے جس طوط کو رو کیا
 ہر صیر عشق کو تر سے وہی مجھے چہ خوب
 دیکھتے ہی دیکھتے اک پل کی پل میں دو ستو
 سے کش کی خیر کے براہ جا طوت کے بیچ
 تو دل و رخ اس نے چسپاں دیکھ کر جو غیر کو
 جوں ہوا خواہوں میں اس کے پڑ پوچھ جوں بڑ
 باغبان گشت آفاق نے عالم کے بیچ

لے ولا اس شوق کی میں کیا فسیل ساری کہوں
 جان داک میرے اس نے والا گیسو کیس

حبیب کو پیاد پلا کس لے دے جے جوش کیا
 صورت و شکل سے گریز شہناختا مری
 وہ سے سن میں اس سن پر غش ہوں جوں
 باذر کہ دھیان تراشب سے سرنگم پایے

کون سے لوش خاں سے لے تجھے سے لوش کیا
 تو نے بیکارگی یوں دل سے فراموش کیا
 جلو بیکار دکھا منق کو لے جوش کیا
 خوب گل حجب کو تصور میں ہم آخرش کیا

بیچتے ہی گشتہ تھا لڑ بسکہ بھادان کا میں بعد رونے کے سری قبر کو گل پوش کیا
 لذت درد سے پایا ہے نہیں میں نے مزہ نیش غم کو بھی ترسے میں نے سدا فروش کیا
 یوں ہی بگتے ہیں وہ دشنام تجھ دیتا ہے؟
 ایس باتوں پہ وگہ تو نے جھلا کر ش کیا



ذبح گر تو نے مجھے لے جیت شاک کیا عین سے آغشتہ دے کس لیے خراک کیا
 آنکھ سے آنکھ ملا ہے یا ہل میں دل کو تر لے کیا سر بتا لے جیت چالاک کیا
 ہرج ہرجا کو جاتے ہو کہ خبر نہیں بدل تم نے عالم جو نیا پن کے پر شاک کیا
 پیریں کا نہ رکھا دست جنوں لے اک تار یہاں تک آہ گریباں کو مرے چاک کیا
 اس کا حاصل تو جتا اس مرے مد پاسے کو کس لیے مجھ سے جا گذر افک کیا
 آتا تو دیا کہ منام کو ڈھلایا یکسر کیلے طوفان تجھ سے دیدہ فناک کیا
 ہے مد افروس کہ دل سے دشا اٹکے خلد آہ ہر چہ کر اپنے شتیں میں خاک کیا
 شیخ کی ڈاڑھی کو کل موڑ گیا سوتے میں تو نے کیا اک کسے قمر اسے دھک کیا
 فن حناک میں استاد ہے پر تو نے دوست میرے اس دل کے بگنے کو نہ حناک کیا

گتہ کو اس کی ولا پہنچے کوئی گیر نکسر جہاں

حق کل کی ہیں مد کہ ٹکڑے اور اک کیا



چرخ نگاہ لے تیرے سنگر خانہ دل کا لہم کیا دم کی ہیں فوست لینے نہ پاتے گتے کج باہم کیا
 دن کو کٹا جوں توں کر کر ذات نہیں یہ کٹنی آہ بند نہیں یہاں آتی جہ مجھ کو اس نے دہان کرام کیا
 قول و قسم کیوں پختہ ہم نے اس کا رتے کر لیجے دل کو گزایا ہاتھ سے اپنے کیا یہ خیال شام کیا
 تھا میں کس سے نوار کا کشتہ ہی سے از بس بیدار گئے شیب خاک کو سری جڑ سے لختہ ہام کیا
 ہانکے تیرے سارے جہاں کے لیتے ہیں کر حکم قند و آفت قہر و بلا نے جھک کر اس کو سلام کیا

قاتل کی اس ہانچ والے قتل کیا ہے طرح مجھے
 ایک جھگڑا ناز دکھا کر قتل کا چہرہ بنام کیا
 آپ کو صاحب آتے ہی تھے لوں قربان ہفتہ کے ہفتہ
 شام کا وعدہ صبح کیا اور صبح کا وعدہ شام کیا
 یہ بچے قسم گر اور ہوا دل میں ناحق دسو کرتے ہو
 دید سوا منظور نہیں کیوں منت منت ہیں بنام کیا
 کھل گیا برباد کیا ان راہ میں اس کے دیں و مال
 اُس بہت کا فریاد کو آخر دیکھو دلائے دم کیا

آیت رو کی شکل نے مجھ کو تنہا نہ جولا کیا
 جتنے میں عشق جہاں میں سب کو ہے نذران کیا
 بھر کی تب سے گشت نہی ہے جہاں پیشہ برائے جولا
 مرجھ گئے ہیں عشق میں تیرے یکٹ کچھ دھیان کیا
 نظریں تھکی، پلکیں کھلیں ناز و کشر آفتاب کیا
 اک نگاہ میں لے گیا دل کو قبر کیا طوفان کیا
 تمہیں کیاست میں جولاں عالم ہے پر رونق کا
 اور پر جو عالم اس کا عالم کر سبے جان کیا
 جی ہے غش میں دیکھ کے اس کو کتنے کی سیلاج
 دل تو دوا تھا آگے ہی اب جان کر جو قربان کیا
 صبر و تکلیف ثابت تو اس امر ثابت کرنے کی ہے غضب
 ایک ہی باری لوٹ لیا کیا دل سا تنگ ویران کیا
 میری جان کی گر ہے جس کو آدھ لے کر تیرے عاشق نے
 داغوں سے یہاں سینہ اپنا رشک مدد بستان کیا
 شکل و شمائل دیکھ کے جس کی گر ہے جھومر پر یوں کا
 محلوں میں تو زور ہے پسیدا خلق سے انسان کیا

حسن جہاں الفرد ہے اس کا تب نہیں نظارے کی

خود کرد فدا اس سے ہے نکلیں غم و گم جو دھیان کیا

درد دل ہر چند میں اخصا کیا
 انکھ نے ے راز پر افشا کیا
 سحر یا افسون تھا اس چشم میں
 ایک نگہ میں جس نے دل شیدا کیا
 گوہ کو چہرتے میں دیکھنے سے ہم
 وحشت دل نے بھی کیا دسوا کیا
 دل کو دے کر بے قراری سول ل
 واہ و گلی خوب ے سدا کیا
 جو بڑا اس گریہ غمناک کا
 اس نے اپنا راتر دل افشا کیا

پنہ گویاں کیوں غامت، تم کر گیا جو کیا ہم سے بہت اچھا گیا
 غامت اس کا کیا غامت ہے ولا
 غم محشر جس نے اک بڑا کیا



سکھ اپنا نہ کہیں، دل ناشار کیا تم نے اس غم ویران کو نہ آباد کیا
 جی ہی رہتا ہوں میں اس سم پر سے مینا ہاں وہ پر جب نہ رہے تب مجھے آزاد کیا
 نہ ہونے کچھ جس دل سنگت پناں میں تاثیر ہم نے اک سر حشر نامہ و منہ پر کیا
 جہں پہاں آگئی ہونٹوں پر دیکھیں افسوس مجھے ایک بار کہو بوسہ ادا کیا
 اس کی رفتار کا اندازہ نہ پر سچہ کہہ ولا
 غم کو دل میں ہی تری خاک کو بڑا کیا



لا کر ہوں پہ کل وہ مرا نام رہ گیا اس فعل لب سے کہ میں ناکام رہ گیا
 آگے نہ چل سکا شبہ تاریکی تھی نہیں دل در بیان زلف سید نام رہ گیا
 غلط آچکا پہ گایاں دیتا ہے لب تک آغاز کا ترسے یہی انتخاب رہ گیا
 دم آچکا تھا، لب پہ کس کی زبان سے کہتے ہی آج اس کا دے نام رہ گیا
 اک دم بیڑ جس کے نہیں ہے ولا کو چین
 حیران ہوں کہاں وہ گل افزام رہ گیا



صورت دکھا کے اپنی وہ پیک دکا گیا خوابیدہ حقے کے تیغ آکر چکا گیا
 مغرور اس قدر جو وہ ہے پلنے مٹنے پر کون اس کو صبح آفت لا کر دکھا گیا
 کل نیم خیر میں جو نظر آیا دلربا شرا کے محمد سے اپنی وہ نظریں پڑا گیا
 اس دیکھ نو بہار کا عالم میں کیا کون چنگے جہلوں کو یا وہ دوا نہ بنا گیا

لہا زخموں کا رشک سے اس کے جگر پہ اچ
 آگے دیکھو چلے سے وقت تھا وہ کہیں
 حال فراق یاد نہ کچھ پوچھو دوستر
 کیا پرچتے ہو گئی ہستی کہ اب روش
 وہ غمزداد بہار یہ اپنی دکھا گیا
 حیا رکھو یہ کون سے آسکھا گیا
 بس رفتہ رفتہ آہ غم بھر گیا
 خوب اس چمن میں دیکھا کہ جو گل کھلا گیا
 کہ ایک اور بھی غزل ایسی ترانے والا
 مضمون اب یہی سری خاطر میں آ گیا



جب شعلہ و شخیال ترا دل میں آ گیا
 ہر استخوان کو شمع نعل آ جلا گیا
 مطلع ثالث

تنگ و حیا و ہوش مندو گو گیب گیا
 روز ازل سے اس کا اگر عشق ہی نہ تھا
 ہستی جو اپنی تھی وہیں مہم ہو گئی
 ہرگز نہ بیٹھے ہیں نہ بیٹھے تیار ہے
 دولت سے اب جنوں کی گرتاں ہے تار
 قاصد یہاں ترکتے کا عالم تھا بھر سے
 وعدہ خلاف یادو کہیں وہ سبلا گیا
 لیکن شمع کا اس کے میں انداز یا گیا
 تو زندگی کا اپنی جہاں سے خزا گیا
 سچ کہ سبلا اشارے سے کس کو بلا گیا
 وہ شوق خوش لدا تو مرے دل کو جا گیا
 اس اپنی ہر وہ گوی سے باز آ کر لے والا
 شب اس کے ساتھ کہ تر کہاں تک لگا گیا

وصل کا جب حمد و پیاں ہو گیا
 آگیا کیا کچھ نظر یارو جو وہ
 داغ اپنے سے تن اپنا لالہ رو
 اٹک لگنوں سے ترے ہی دیکھ لے
 فصل گل میں کیا کول جوش جنوں
 جلوہ اس بت کا ہے نہ نام خدا
 جس نے دیکھا شمع رو کو لیک بار
 اٹک کا لشکر علم ہے آہ کا
 بوجو بہم بوسہ لینے سے کسو
 اس لب جان بھٹن کا دشنام تلخ
 مول لے لو کہ نگہ پر پکتا ہے
 موج زلی ہے تافک یہ بحر اشک
 لینے ہی انگشتی کے یک بیک
 جس نے اس کا بادۂ آفت پیا
 لئے دلا وہ اہل مسلمان ہو گیا

زلفوں میں جا اسی کی دل ناز بندہ گیا
 اس جبروش کے چہرے پہ دلفی نمود ہے
 چشتے ہی آہ پیرہہ گرفتار بندہ گیا
 تاثیر کی تھی خدیجہ دل نے مرے مگر
 جس دم کہ اس کا طرز طستار بندہ گیا
 تھی ایک ل کی خواہش اسے دیکھنے یہ کلفت
 اس کل کے آتے ہی لب اظہار بندہ گیا
 اس بقی وشن کی یاد میں دوا بیاں تنک
 اس کھوں دلوں کا کوچہ میں انبار بندہ گیا
 اس بیک چڑی کی طرح سے اک تار بندہ گیا
 ہر مل پہ شکل آئینہ ز نگار بندہ گیا

دل کھول کر سنا دیں گے مد شر م تجھے مضمون تازہ گر کوئی اسے یاد بندھ گیا
 شہرہ دوبارہ زندہ کو ہر شیخ میں فروش کل شیطنت سر سر ہلا کر بندھ گیا
 ہوش و حواس اڑ گئے فی القلوب سے دور
 دل میں خیال یاد جو اک بار بندھ گیا

نے حذیب و سبکو دگھڑا رہ گیا جاتی رہی بجا خس و خوار رہ گیا
 اس جنگ جو سے دوستو کج لب چل سکا تم لاکر پھر اپنا دل زار رہ گیا
 گزرا اعراسے پر مذخیر سیح دم بستر پر یہ چٹا ترابیسار رہ گیا
 لخت جگر ہے یوں سرخ گان پہ اپنی یاں منصوبہ کیا چڑھ ہر سردار رہ گیا
 جاتے کہاں ہو آج کی شب آپ بھی رہیں آیا ہے جویاں سودا گ ہار رہ گیا
 ہاں تک ذاکا دم واپس بھی تو عاشق ہے حیرا طالب دیدار رہ گیا
 اس ترک نے سودا کا ٹیٹ کر کہاں سے تیر ناگزیر جگر میں آب سوخا رہ گیا
 صبر و تمکب تاب و توان میرے پاس سے لے ہا کہاں رہ یادو دل آزار رہ گیا
 زنگس کی شکل تیرے لیے دیکھو رفتہ شب و اب کس کا دیدہ جیسا رہ گیا

شب گزری نہ جہں گیا پہلو سے لے و آ
 آزار دینے چہ رخ ستم گار رہ گیا

دست گستاخ نہ کیوں وصل میں تو ٹوٹ گیا جسم سے جب بھی رہے دست و گزٹ گیا
 محل آلود نفس چلے ہے کیوں سینے سے زخم دل کا نہ تعلق ہے جو دلو ٹوٹ گیا
 ضبط انضام کی یہاں نیش زنی مت پوچھو نیش تیرا ہر اک بکھ موٹ گیا
 عذرا حق یتیم بہشت اس کو شیشہ دل دہنے کا جو کبھو ٹوٹ گیا
 جب درستی تری صحبت کی ہوئی آگشتہ دل جب ہی سے مرا لے آئندہ توٹ گیا

ککلیش مستی میں کی بارہ کسوں نوجوان بک
چور پیار ہوا شیشے کا گلو ٹوٹ گیا
میں کہ بندوں کا خطرہ ہم میں تھایا کھیل
حادثہ یہ ہوا واقع کہ دھو ٹوٹ گیا
مقتب پر پڑیں پتھر کہ جناح اس کی
شیشہ ترچہ ہوا اور سہو ٹوٹ گیا
فراقی نور دلا دی ہیں تھی پائی نے
خار سے آجے پا جو کبھو ٹوٹ گیا

یارو یہ کیلنا مشق گراں بار ہو گیا
بکھے تھے اس کو سہل پہ دشوار ہو گیا
نکلا نہ کہہ زبان سے نے اٹھک چشم سے
جیراں جون کیونکہ راز دل انکسار ہو گیا
پہلو نشیں تھا جو کہ شب و روز اپنا آہ
بل جی اس سے اب ہمیں دشوار ہو گیا
کیا دوشیں دیں کسی کو یہ خوش طامی منو
بسے تھے جس کو یار وہ اخیار ہو گیا
باہم کے ارتباط پہ ہرگز نہ کی نظر
یک بانگی وہ غیر کا دل یار ہو گیا
تھا خواب میں تھی اس سے ہم آغوش ہم کنار
افسوس ہے کہ خواب سے بیدار ہو گیا
سینہ مرا بھی داغوں سے آدیکھتے ذرا
ریشک ہزار لالہ و گلزار ہو گیا
جب درمیاں سے اٹھ گیا پردہ دہائی کا یار
والہ کو اس کے پیر میں دیدار ہو گیا

کس سے کون میں حال دل نہار اسے دلا

دلزار جب کہ اپنا دل آزار ہو گیا

و کلا یوں کہنے کو ہر ایک اپنا یار ہوا
جو پہنچے درد کو ایسا نہ ٹھگبار ہوا
مطلع ثانی

جہاں میں جس کے لیے اس تھد میں نوار ہوا
اس کی نظروں میں افسوس کہ وقار ہوا

مطلع ثالث

بھر نہیں ہے دل کس سے جاوہ چار ہوا
کہ جس کا تیرنگ ٹھٹھٹے ہیں دُسا ہوا

یہ مرغ دل مرا اس شمع رو کو دیکھتے ہی
 کیا میں چاک گریبان دلو ہزاروں بار
 صباؔ نہکبت زلف اس کی لائی ہے ہر سو
 دکھاوے کیونکہ وہ آئندہ مجھے صورت
 صبا میں یاد میں اس گل کی اس تند دویا
 کہیں نہ پیدا کی اس کی نظر پڑی مجھ پر
 ہوا نہ وصل ہے اس کا گو ہزاروں بار
 خبر مزاج کی چھی تو جہ گئے بہم
 جو جس سے سیر چہن کی تو اس ہمار کو دیکھ
 تو ایک برس دلا اپنی غیر سائل کو
 جو بے سہاشا جبرک بیٹا بزم غیر میں تو
 دلا جو سبب دل سے میں اس کے بوسہ لیا
 خفا سے روج کوں ایسا خوشگوار ہوا



عشق کی تپ سے اس کی بیک ایک ایسا جو میں پیار ہوا
 ہج کو یاد دینا پہن لگا کیسا یہ آزار ہوا

مطلع ثانی

غم میں کسو کے یاد و بیان نہکبت زلف دل خوندار ہوا
 کیا کوں بزم کیا کیا باقیں سب کی ہیں میں نے اس کیلئے
 مجھ سے کہ بار میں تیرے سب کو خوشی سے بارط
 لکھو کیجیے کس کا لئے دل عربی اپنے طالع کی
 عید جوتی ہر ایک کو اس دم جس دم بار عام ہوا
 کیا کوں تم سے نہ نہ کہہ کہہ ہی ہے افسوس دلا
 دیکھ نہیں مجھ کو اپنے خواب سے کیوں بیدار ہوا

کثرت سے غلطی کی ہیں ثابت آہستہ ہوا
 پیدا ہو کہ ہے تقدیر صلیٰ ہے دال ہے
 کہتی ہے غلط سب بخدا اس صائم کو اب
 حق و جلال و شکل و مشال کو اس کی دیکھ
 ناز و آغا و عشوہ و انداز ہے کساں
 عقل و حواس و ہوش نے لی اپنی اپنی راہ
 یہاں تھے جواب تار کے ہم بیٹھے منتظر
 اوروں سے اختلاف لگاؤ کی بات حیت
 کہو نہ ہو مزاج ترا مجھ سے معرفت
 اپنی ہوتی نہ بات پذیرا تو ایک بھی
 قاتل نہرے جلد تو آکر کہ اب تک
 برے یا جب اٹھ گئی دل سے تیرے
 ناصح تجھے ہے کیا مرے فتح و ضرر کام
 کیا وعدہ ہے حشر کا اس کو ازل سے جو
 شر و خوشی کا جسے دلا تیرے واسطے

مصل سے اس کی مٹنے میں اب نیرود ہوا

صنعت سے اس کی قتل کو جو منہ ہوا
 آگے کو یلزلہ ہی ترے تیر کا تھا قد
 مجھے تا شیخ گھر ترا دیکھنا صائم
 بس قتل کو مرے ترے ابرو کی ہے کئی
 ہر چند اس سے کی بساجت میں اتناں
 ڈالہ کہیں کہیں وہ گسہ منتقد ہوا
 اب ناوکہ شر سے مشکب کہہ ہوا
 یاد دیکھتے ہی تجھ کو بہ دل منتقد ہوا
 کس پر تو باندھ تیغ و سپر مستعد ہوا
 لیکن نہ مان بات میں جستا نہ ہوا

لہبت ترے راضی کی پہنی یہاں تک
 سبقت میں دریں عشق میں جھون پڑے گیا
 آخ کو درو جبر سے سوچ کہہ ہوا
 گویا کہ فہم عشق کا میں مجتہد ہوا
 ہرگز اس کو خون ہے ادا کا دوستر
 اللہ جس کسی کا معین و مسد ہوا
 اس دم تو غیر ملتے ہیں جہ یقین ہے
 جس دم و لا سے پٹے تو آئند ہوا



گلشن میں صبح دم جو گزار صبا ہوا
 گل کا چمن میں وا ہوں ہی بند تھا ہوا
 مطلع ثانی

وہ سر جبین جو جہم میں جلوہ نما ہوا
 روشن نہیں سے لے کے وہں تکی سا ہوا
 یاد دہ پوچھو کیا کموں میں وقت اشتداد
 کیا کیا ادا و ناز جو اس سے لدا ہوا
 اندیشہ کیا دیت کا ہے قاتل سے اب کہو
 بس رونما تیری ملامتوں پہ ہوا
 معلوم کچھ سبب نہیں رنجش کا اس کی پر
 وہ جے سبب یقین ہے نہ مجھ سے تھا ہوا
 جیسا کا نہ مانا میرا تو نے تب دلا
 ویسا ہی دلم دلت میں اب جھپٹا ہوا
 دلہاری پر مزور تھے جے مری کہ اب
 دلدادہ میں ترا تو میل و لڑا ہوا
 سب کچھ ہے میں جہ تیرے واسطے یک
 نا آشنا کسو کا نہ تو آشنا ہوا

کہ اس زمین میں اور غزل ایک لے دلا
 کیوں ہر سخن ترا تو دہرے جے ہوا



تہانہ اس کا کچھ میں ہی محو تھا ہوا
 صورت کو اس کی دیکھ ہر ایک مبتلا ہوا
 اس شمع نو کے عشق سے آیا دہ بازیں
 مثل چنگ جان سے نہ جب تک فنا ہوا
 گزاری جو تھک لیز کہ پوچھ اس کو یاد
 تیری بلا سے جان پہ میری جو ہوا ہوا
 مہر و وفا وہ کیا جوتے لیتے ہی دل کو یاد
 مجھ کو بتا دے اتنا تو کیوں بٹھا ہوا

کیا دوشِ درں کسی کو جو پامپو کو کچ چہ
چلتے ہیں ترسے سائر پری رو جو پڑ گیا
قائل کی اب گل میں ۛ احوالِ خلق تھے
تبدیلِ حیثیت اپنی ۛ کی عشق نے ترسے
ہر ایک میں ہم بھی دوستو اپنا کیا ہوا
دولانے کو ترسے گریا نخلِ بسا ہوا
ہر ایک ناک و عنوں میں چہ گھٹاں پڑا ہوا
ہر ایک پا چیتا چہ تجھے کیا بلا ہوا
آیا نہ کچھ نظر بھی ملسم جہان سے
خفت سے خواب کی جو واد دیدہ وا ہوا



لے فقط اس شعلہ رو کا میں ہی دولانہ ہوا
بارہ نوشی کرنے کو وہاں غیر کے ہمراہ کی
قصرِ مندراد و مجنوں کوئی اب سُنا نہیں
یہ جو بیٹھے ہیں گئے محفل میں تمہاری آن کر
مستطیل باہم دگر غیروں سے رہتے ہو ندا
ہزم میں اس کی گیا ہر چند چپ کر تو ہیں وہ
کر دیاں ویران اس نے یکتوں آبادیاں
رات دن گنجِ شہیداں سے یہ آئی ہے صدا
مضطرب و حیران جو پھرتا چہ واک شاید کبھر
چشم سے گون کو کسی کی دیکھ مستانہ ہوا



عالم میں ایسا کون وہ بیداو گر ہوا
مطلع ثانی

آئندہ دیکھتے تھے وہاں دن بسر ہوا
مضل میں خبر دیوں کی عالم چہ ۛ تیرا
یہاں انتظار میں ملز میٹھے جگہ ہوا
جوں ہنم میں ستاروں کی سہ جلو گر ہوا

جو غم میں اس کے قطر خون چشم سے گرا
ظالم اداہ قتل کا کس کے کیا ہے اب
برگز نہ کیا دم تجھے دھند دیکھ کر
افسوس ہے کہ عمر ہی گزری ہے ایک دن
رنج و تعب فراق و الم درد اور محن
ساقی شراب و سبزو و گل باو چار وہ
تیرا شہید جان سے گو کہ گنہ گیب
گزیائے تجھے تو عیش میں وہاں کیا کون کر اور
گر دیکھنا ہے آخری دیدار دیکھ کر
وہ داند اٹک کا مرے لعل و گمر ہوا
جو مستند تو باندہ کے تیغ و سپر ہوا
کس کا نہ میرے حال ہے بیان دیدہ تر ہوا
جھوٹے سے اس طرف بھی نہ تیرا گدہ ہوا
کیا کیا نہ تجھ بیزیری حسان پہ ہوا
کس کام کا ہے جب وہ رشک قر ہوا
تفانی جہاں میں تو تو جلا نام ور ہوا
کس کس تعب سے بیان بکے شام و صبح ہوا
وہ سنو گے اپنا جہاں سے سفر ہوا

اہل ہنر عزیز ہر اک جا ہے وہ

جہ نوار وہ زمانے میں جو بے ہنر ہوا



سینہ بہ سینہ اس سے میں کب لب لبب ہوا
میرے یہ اس کے رطب جلا یاد کب ہوا

مطلع ثانی

عماں تیرا تو دیکھی شب کی شب ہوا
تیرے سبب اٹھاتے کن عالم کے جد ہیں
مفتون اور والد و دیوار
جہ فخر دوستی کا ہے تیری کہ آشنا
ہم ہوتے جو ہاتھ لگانے سے ہاؤن کے
گھر و دتوں کے دوست ہی بہتے ہیں تم بھی اب
تک تو زبان کو کھولے اور کچھ تو بولے
جاگا کیا میں و درد سے ہے جس کے تمام رات
نخیدہ بات بات میں تو جب نہ تب ہوا
کیا کیا کون جو مجھ پہ وہ رنج و تعب ہوا
عاشق کا تیرے خلق میں کیا کیا تعب ہوا
مجھے گزرا تبہ سا جو عالی نسب ہوا
ایسا وہ مجھ سے کون سا ترکہ ادب ہوا
گر شب کی شب رہے تو کو کیا غضب ہوا
گر جم سے جمل کلام ہوتے کیا عجب ہوا
کیا وہ اب تک جو نہیں کہ سبب ہوا

پہنچی صدا دکھان میں وہاں اس کے نور میں ہر چند آہ و نالہ و شور و شغب ہوا
جلدی خبر مرچیں کی لئے لئے مسیح دم بیمار کے لئے ہے ترا گھر مطب ہوا
ایسا وہ کون کیا ہے مغل میں لئے و لا
آئے سے جس کے دل کو نشاط و طرب ہوا



جلوہ گر جس گھڑی غارت گر صد ہوش ہوا جو کہ کتنا تھا وہ سب دل سے فراموش ہوا
صورت ہا ہوا آپ سے خالی یکسر جب کہ اس غیرت سے میں ہم آغوش ہوا
زور تصویر سا کھڑا ہے کہ جس نے دیکھا شکل تصویر تھیرے وہ خاموش ہوا
ان غرض اندازوں کے دل سے دگیا اپنا غبار گرچہ اس راہ میں خاک اپنا تن و گوش ہوا
ایک دن گولے کیا یاد نہ مجھ کو یہ بات یاد میں تیری جہاں مجھ سے فراموش ہوا
زرگس صفت گئے دور سے میں ترے لئے ماتی پارسا کون سا ہے جو کہ نہ سے روش ہوا
ظاہر محوب یہاں ہم نے و لا کو ڈھونڈھا
نہیں معلوم کہاں جا کے وہ روپوش ہوا



حال دل اپنا کس سے کہوں میں ایسا عاشق ناز ہوا عالم اس کا دیکھتے ہی میں عالم سے بیزار ہوا
مطلع ثانی

میر سے ہی دل کو غم سے اس کے تھنا دکھار ہوا چشمِ خار میں دیکھ کے اس کی جلی بھی پیار ہوا
باتوں سے اب صفت کے سبیل کا کتنا گھٹا بت اپنی تو آہ و فغان یک سمت ہے دم بھی لینا دشوار ہوا
دیکھ لے آکر دل میں ترے گلستہ ہیں کی گرج ہیں داغ ہر ایک جھنکے کا سرے یہاں دیکھ کر گوار ہوا
ڈھونڈ پھرا ہر چند جہاں میں ایک نہ پایا تیرے سوا سوس و ہدم بار و بار کوئی نہ اپنا یار ہوا
دوش نہیں کچھ اس میں تجھے بھول اپنے بھلتا دشمن آفرودہ ہی شہر اپنے جرمہ سیار ہوا

اس نہ جو مغرور و لا تو ہستی تو بھلا بخیال

خواب کی جے مانند ۛ عالم جیں دم کر بیلہ ہوا

○

لے لاد رو جو سیر و تماشا کہیں ہوا مانی پھر اس کی دید کا کوئی نہیں ہوا
تقصیر الہی کوئی ہی مجھ سے ہوتی کہ اب جو دیکھتے ہی مجھ کو تو چیں برہمیں ہوا
دیدار اس کا کیونکہ بے سرباب ٹھٹھتے ہیں اس کو یاد وہ پردہ نشیں ہوا
وہ گدہ میں بھی داغ مہک گئے گیا چنے دیدار لاد رو ۛ دم واپسیں ہوا
نازاں ۛ ہر جو اپٹے ۛ سفا چلے سا ہر قطرہ اشک کا سرے مقرر نہیں ہوا
جو نام مشتری سے بھی واقف ۛ تقاسو اب نہرو جیں کسی سے وہ شبہ حقیر ہوا
پہلو کسی کا خوش نہیں آتا چلے و لا اس نازیں کا جب سے کہ میں ہم نہیں ہوا

○

دل جلن کی خاک سے ۛ جوش خاکستر ہوا افکار خورشید بھی دھواش خاکستر ہوا
عشق میں اس شعلہ رو کے شام سے ناسر شمع ساں جل جل کے میں ہم دوش خاکستر ہوا
عشق کی آتش میں خنجر لنگی سبھا تھایک جوں سمندر آہ آخر کو شیں خاکستر ہوا
ٹوہیر جے کس دل چلے سے خواب کا ۛ دوتو جو ہوا گتے ہی میں مدہوش خاکستر ہوا
عشق میں اس آتشیں رو کے کہیں کیا لے و لا عشق تو جل جل کے ہم آغوش خاکستر ہوا

○

جلوہ گر خلق میں جب وہ بُت مغرور ہوا عالم عالم میں پھر اس جلوے کا اک شود ہوا
یوں ہر اک لٹچ جگر جے سر شراں پھر سے پھر سر رو سے گویا دار ۛ مقصود ہوا
جس پری رو کا میں اک عمر سے دلدادہ تھا یاد وہ آفت جاں غیرت صد حور ہوا
نیش شراں سے جگر چیں گیا ایسا ناگاہ ہل کے ہل دیکھتے ہی خاد ۛ زہر ہوا

چارہ جو کرن ہو پھر اس کا بار سے بہات
قتل جب اپنے دل کا تجھے منظور ہوا

قاتل وہ یادِ مسلح میں اب صحتِ فکر
اس شمعِ نر کے عشق میں جوں شمعِ سرسبز
کہنے کو فنِ عشق میں لے دل ہوئے بہت
اصل گلِ بدن کے جگر میں خونِ رشکِ بے رنگ
کس کی شمیمِ نرکت ہے چیل ہے جا بجا
ایرو ہو لکھن و پیاد ساقیا
کیونکہ ہر جو زندگی منصف ہو تو نبی یاد
اندوہِ درد و داس و غم و ہم ہیں کیسا کون
یہاں تک اٹھائے رنج و تعب آغوشِ کردار

تیرے سبب وطن سے ولہا لے وطن ہوا

مثل گلِ باغ میں جب تہہ کو میں خندان کیا
دیکھ نہت میں گس کی تو چھٹے کاہِ دل
علمِ وقت میں ترے جب تیں کی اس دل پہ نگاہ
ہم تو محتاجِ نہیں عارضی سالان کے یہاں
میرِ شبنمِ دل سے ولہا محفلِ غربان میں سدا
شمعِ صاں جب تجھے دیکھا تو میں گریاں کیا

مردوشِ تہہ کو میں جب گھر سے نکلتے دیکھا
دل بے تاب کو اپنے نہ سنبھلتے دیکھا

جن نے اس شروع کو جس دم کہ پھٹے دیکھا
 دور گردن سے گرا جو کہ وہ سنبھلا لیکن
 جب انداز ہے رقاد اس کی یا زب
 لہم کن کے لب نگین سے پڑا تھا اس کو
 عجب ہے کہ غموش ہے نہ اتنی ظالم
 اثر نالہ سے دل تنگ کا ہر جامے آب
 ہجر سے قطع نظر وصل میں یوں گزشتے ہے
 اشک نے کس کے یہ طغیان کیا بپائے دل
 لمے ولا جز شک سے نہ کہ اندیشہ کر

فدوی شاہ نعمت پھولتے پھلتے دیکھا

①

جو کلمت کہ حق نے سخن یار میں رکھا
 ہر سو میں دل خلق ہے، مشاطہ دلیر
 نام اس کا ہی جھپٹے ہیں سدا شیخ و بہرین
 گزرا تیرے ہاتھوں سے جو کہ مجھ پر ستم گر
 بیان تنگ تو کساو اب، نہ بیکایک بنگ پر
 آ اب تو مری جان کو غم دہی نے تیرے
 کیا نہ لب بام پہ وہ ماہ حسنہ تنگ
 کس طرح نہ شوکر سے تو مروت کو جلائے
 اس لہو کمان کا میں بخت ہو گیا یارو

وہ رنگ مسیحا کی نہ گفتار میں رکھا
 کیا سمجھ ترے طرہ طسار میں رکھا
 یہ رشتہ عجب مستحکم و زنا میں رکھا
 لیا نہ میں لب پر، دل انگار میں رکھا
 دل لے جو فروشنہ نے بازار میں رکھا
 کچھ حال نہ باقی ترے بیسار میں رکھا
 اک خلیق کو پھر وعدہ دیدار میں رکھا
 حق نے یہ اثر ہے تری رفتار میں رکھا
 جب چلے کو لے تیرے سوار میں رکھا

اس حسن و لطافت کو ہر ایک پہنچے نہ ہرگز

جو حسن ولا کرنے ان اشعار میں رکھا

کئی دن سے یہ اندازہ ہے مقرر اپنا
 آگ ہے جبر کی ہے یا دلب مرے پیٹھ میں کیا
 جانب خاۃ ولید ہی یہ چہرہ سے
 مشکوۃ خاۃ خزانہ میں کون کس سے آہ
 زانو سے یار ہو بلین سرغیر کا آہ
 نہیں کہہ تا تم و سحاب کی خواہش ہم کو
 ہم نے اپنا سے نادائے وقت دیکھ لے
 ذکر کی یاد ہے اپنا نہ برادر اپنا



جی اس پہ کون نشان اپنا
 مانند سحاب کوئی دم ہیں
 جانے سے ترے برنگ سیاب
 جہ پتہ ہی جہت و جو شب و روز
 اسن درد کا ہوا غبار لیکن
 اس گل کے یہ عشق سے گل آگ
 جہ درد مرا یہی شب و روز
 ہووے جو وہ رنگند اپنا
 جیسا ہے یہ مستدار اپنا
 جاتا ہی را قسار اپنا
 تبتلاؤں میں کیا شمار اپنا
 ہرگز نہ ہوا وہ یار اپنا
 تن جلتا ہے جوں چنار اپنا
 یارب وہ جو گلستار اپنا

مطلع ثالث

جو اس کا دست کمان ہے لب و دندان میرا
 یہ قلم و تشریں ہمارے جہ و نشان میرا

موت ہے کرتی یہاں عمر سے میاں تجھ پر
 جلا ہوں آتشیں علم سے میں اس قدر کہ گہری
 کہیں نہیں کا ہو پیوند جلد یہ یارو
 سواتے جبرے کسو سے نہیں ہے کام بے
 میں دل کو لیا ہوں دیا سے حضور میں تیرے
 رہیں ہیں دوستوں کے گھر میں دست ہی ہمارے
 وہ ایک قطرے نہیں پر گر کے پیسنا جام
 کون ہوں مجھ سے دل کو لاک اور غزل
 سنی پسند کریں ہیں جو سامعیاں میرا



گر شب مجھ میں آوے سرتاباں میرا
 قلاب سیر ہے یہ آنکھ اشا دیکھے جو تو
 ہوں گا دیوانہ وہ ناسخ کو کروں چاک وہیں
 جام سے پیچھے گلفام کے ہاتھوں ساقی
 کیا فسون سازی تری چشم میں ابھی کہ پڑ چھ
 مشمع وہ شام سے لے صبح تک تجھ پر ہے
 وہ دوری سے تیرے ہاں بلب ہے اپنی
 کیونکہ وہ اس کی کروں ترک سفر ہو بخدا
 سو شب قدر سے بتر ہو مجھے آج کی رات
 جلوہ گر ہووے وہیں نگہستاں احوال میرا
 چشم محمد سے گلزار ہے دامن میرا
 فصل گل میں جو رو ہووے گریباں میرا
 ہے یہ مشرب وقت یہی عنوان میرا
 دل گیا دانت سے اے زگرہ قلاب میرا
 مثل پرواز ہی دل ہوتا ہے قلاب میرا
 کہ سیاستے نہاں کیبہ وہاں میرا
 دل نہیں کہنے میں اے گبر و مسلان میرا
 ہووے گر جلوہ نساہ درخشاں میرا

اے ولہ کتا ہوں ایسی ہی غزل در غزل اور

شمر لے ہند سے ہوتا ہوا ہاں میرا



دیکھ کر لوح کے دیدہ گریاں میسا
 کر دیا تختہ دامن کو یہاں تختہ باغ
 چرخ غریب سے خبردار ہو اپنے کہ یہاں
 کس کو پہنائے گلستان و ہوائے گل ہے
 منزل آیتہ رویاں میں نہیں کچھ معلوم
 وارث دل درد جگر سوزش جان رخ فراق
 گریہ گریہ ہے آگد ہے طوفان میرا
 کب دگوار ہے کم ہے سرشکان میرا
 نکلے ہے چنے سے اب شلہ افغان میرا
 جن جگہ ہووے وہ گل ہے وہ گلشن میرا
 منظر کس کا ہے ۛ دیدہ خیساں میرا
 یہی اسباب ہے امد ہے یہی سامان میرا
 کیجیو سودا یوسف کو دلا پڑھ کے دم
 گر نظر آئے وہ رشک رکنان میرا

تاش کیا ٹھوٹا ہے وہ بے نشان بہ تانیں پڑا
 ابھی یہ غادہ تاریک اپنا کیا روشن ہو
 سہا ہے گر لے کے کہ ہاروا کا یہ ہے
 کرے گر قتل آج کتا پھر شرقی تشاریں
 تماش حسن ہی ہے ندر ہی صورت جبینی ہے
 جہاں سے سولے آنکھیں تماش دیکھ پرتاناں
 کمان دیکھیں کمان ٹھوٹیں نہیں جوتا کیوں پیدا
 شب و بچہ صحرا میں جو ہو وہ ہفتیں پیدا
 ہوا اس دوتے تباہاں پر جو خط جبری پیدا
 رنگ مشق تہ ہے ہو مری گمان پر پیدا
 کہ ہے جن سے سراسر عشق مشق آفریں پیدا
 کہ کیا کیا سیر ہووے غلط دل میں پیدا
 کہی دو اک گھڑی کہ کے غم دل جی کو پہلیدیں
 موافق طبع کے ہووے دلا گر ہم نفیس پیدا

آنکھ اٹھاتا ہی نہیں پاؤں سے محبوب مرا
 منزل میرے جس وقت اٹھاتا کر لے
 بات ہرگز ذکرے اور سوائے تمہیں
 نام برخط کر دلی لے آگیا ہے لیکن
 شریکیں ہے بھڑا وہ بت مجرب مرا
 بحر خجالت میں تہی زار گیا ثوب مرا
 حال گر دیکھے کبھی آن کے ایوب مرا
 عشق نے کس کے بتایا ہے ایلوب مرا

جہری گرے شناسائے گزشتہ سے دیکھ موتیوں سے ہے توہ المک کیں خوب مرا
 طرقت العین میں رونے کو وہ جوئے اپنے گرے دیکھ جو کہی آن کے یعقوب مرا
 یوں تو آفاق میں مہ دو ہیں بہت خوبانہ پر کوسے نہیں گناہ ہے محبوب مرا
 جس کا طالب ہوں شب و روز کے شوقیلا ہوں ایک فنا ہی نہیں آہ وہ مطلوب مرا

مہم گل میں کسی رنگ سے سُنا ہے ولا

چہین یٹا ہی نہیں ۛ دل مجذوب مرا



سیٹھ سے مرے جب ترے پیکار کو نکالا پیکار کو نہیں بک مری حباں کو نکالا
 کیا عشق کا جذبہ ہے دلخاکہ ۛ جس نے جاپاہ سے پھرے سب گناہ کو نکالا
 بلے ہوش کاک عالم ہوا مفل سے جب اس نے ملک پردہ اشا چہرۂ تماہ کو نکالا

قطعہ

اس نہرہ جہیں نے لہذا قوت سے اپنے جب ہو بُتہ تم قد دناں کو نکالا
 تب غمت جاں کی ۛ لہا دیکھ کے ہدم سو جان سے دل پنا میں قرباں کو نکالا
 اک میں ہی دشتاق تڑیا وہل گھر سے شہرے نے قیرے گرو شلمان کو نکالا
 دل سے میرے جو میر گل داغ ملک نے کب آمد کے سیر گلستان کو نکالا
 کرا نہ بجے دم مرے حال پہ ہر چند خون دو رو کے تیں نے دل نالوں کو نکالا

قطعہ

جب تذکرۂ شعر ہوا بزم میں اس کی بالیں سے تب اس نے مرے دواں کو نکالا
 پڑھ کر وہ مرا شعر کا کہنے کو کس نے گھر سے مرے اس بار شمنداں کو نکالا
 کشتہ یہ ترے دشتہ شرکاں کا ہے قاتل کیوں اس پہ بھلا خبرِ بڑاں کو نکالا

ہول شہینتہ اس کل کا ہر اک آن پہ جس کی

قرباں کے لیے تن سے ولا جہاں کو نکالا

چرٹا جو میں شب کو بے خبر سا
مکھڑا نظر آگیا مست سا
قطرہ

نہ لٹ مستان صبر و طاقت
یہاں ہے لڑا وہ شمع سا
غریب کروں میں کس سے بیہوش
آجوا نظر آیا دل بھگو سا
بیدار کسے تیرے فکر ہیں
وینڈا ویسوا و گہرو تر سا
آجا لب لبام پہ ندا تو
مست خلق کو اتنا یاد تر سا
ہم چسپی کرے تو پھر غلط ہے
کب برسے ہے ہر چشم تر سا
عوش اس سے جن یاد کے لب اس کی
آباد کیا ہے دل کو گھر سا
خفاں تو خبر لے دیر سے ہے
وہ پر ترسے کوئی نور گر سا
بے صبر و فساد ہے جولے دل
چہ یاد میں کس کی بے خبر سا
آتا ہے اندر وہ گرجا ہے
کرنے کا شوق کچھ اثر سا

قطرہ

معلوم ہے اے دل تجھے کچھ
کوئی ہے ۛ چشم جو ہنر سا
دیکھا ہے لبیں تیرے بنا گوش
ہر قطرہ ایک ہے گہر سا

○

ذہنوں جو کیونکوں نے پہلا جو ہمیشہ ہم پر رہا
شب وصل کہتے ہیں کس کو اب میں فرقتوں میں پہلا
ہوئے دیکھ جوش و حواس گم و قرار و بھری رہا
یہ غلام ناز ہے نادلیں میں بیان اس کا کروں سو گیا
مری جلاوطنی قبول کر میرے اس گنہ سے تورا گند
تو تازا نے میں کوئی ہے جگمگا سے دور رہا

طلب وصال میں یاد کے وہ عشق کیونکہ چوٹے دل

ذریعہ ہے و شفیق ہے درد تو شہ سہری رہا

اب اکھاٹے میں اتریں پہ تو خاک چڑھا
 تیغ ابرو کا تری آگے ہی میں کشتے ہوں
 بات کس طرح کروں اس سے میں یہ ہوں حیران
 کس سے توئی کا کشتہ تھا کہ پھر بیک قسح
 کام جس جا ذکر سے وہم خاک اپنے پر دہاں
 لکشاں اور د تو معتد ثریا لے سہاں
 گرے دلاری سے اپنے د غلطی کو ڈوب
 کچھ دکی جیت دل سنگ بیاں میں تاثیر
 پہلو ان دل سا دیا تو نے ٹپک دھاک چڑھا
 چرخ پہ تیغ د تو لے بہت دھاک چڑھا
 دیکھ صورت کو مری یوں سے ہے جڑناک چڑھا
 چرخ نے خاک کو میری جو دیا چاک چڑھا
 اس جگہ آدم خاک ہے ہر ادراک چڑھا
 بھی دھسم کھا کے فلک پر شہرناک چڑھا
 تیرا طوفان ہر فلک بیضا نم خاک چڑھا
 ناک ہر چند مرا آہ ہر اسلاک چڑھا
 آدو دل کی ہے دھندہ منہم کے بھی
 نلم لے اپنے دلا کا شہر لولاک چڑھا



آیا ہے اٹھا تیغ وہ غور خوار ہمارا
 بھی ہے نئی چیرہ کر آج سے کہے ہے
 آزاد کسی دل کا پسند اپنے نہیں ہے
 ہم ہیں تکلیف دہ سے سپر بھیگی
 ان بعدوں کہیں دل ہے گرفتار ہمارا
 کیوں مہر رخ ہوا طالب آزاد ہمارا
 داغوں سے یہاں سینہ ہے گلزار ہمارا
 کس طرح سے رہتا ہے وہ بیار ہمارا
 ہنس نہیں کہہ عظم شاعرے فلک کا
 آتا ہے چلا گرے ہر اک حرف پہ ہم کو
 مت پرچہ دلا سال ملے دار ہمارا



بے جوش لے دیکھ کے میں ہی نہیں رہتا
 صنعت گر ہی اس کی نے کیا رنگ دکھایا
 رہا کب اس چشم کا عین نہیں رہتا
 جہول ہے خیال اس کے سے خالی نہیں رہتا

جب مثل عاشق سے وہ جاتے بے لطف کر
 ہاتھوں سے میں اس دستِ نکلہریں کے اچھے دم
 میری ہوں کس طرح میں راضی دیکھوں اسکو
 بدعورتی کا اس کی تو بیاں برونیسں سکتا
 کتا ہوں بے قیید کہ باز آئے یہ اس سے
 رہتا ہے شب و روز تر جا جا کے ہر گاہیں
 جو گتہ میں ترسے آئے ہے کتا ہے تو ہر دم
 ہر دم نہ ہوں غریب جبکہ کیونکہ دل میں
 جب بزم میں جاتا ہوں تو ساقی نہیں رہتا



جو مشاطہ سے میں پرچا ہے دردِ دل کا ہی اچھا
 نکرے کیوں ہر پہلو میں معلوم ہے جانی
 مفرق یہ سراپا جو تمارے بر میں ہے پیار
 شناسانی گر کہ گرتیں ہے دیکھ لو آکر
 ہو گئی جانی عالم کو نہ پوچھو جس گھڑی یاد
 ترے نیکو کے قد و انداز میں موقی اس قدر اچھے
 سہو بر مصری تمام پانی ششما گر چلاو گی
 یمن شکارِ تیشی کا یہ لاکھ سے لگی کہنے
 ہوا پر مسرت اپنے کر اگر لے چلے تو یہی

و آگست پرچہ دردِ دل وہ سن کر یوں لگا کہنے

کسو کے عشق کے باعث سے ہی پرانی اچھا



مست ہا کر پیوڈ اس کو چرب شباب آٹا دم لے رہا ہے تیرا پڑ اضطراب آٹا
 برگشتگی تو دیکھو طلاق کی اپنے آس نے میرے ہی غلط کو بھیجا بیر جواب آٹا
 ہلے پردہ ہے تعلق یہاں اور دم آٹا رہا ہے غلط میں کس کی اس نے منہ سے شباب آٹا
 اب راستی کرے ہے عیروں کے پکڑ شایا جو بات کا وہ میری دے ہے جواب آٹا

اسے واسطے پاس خاطر تھک کر نہ جو دلا کی

نیموں کے واسطے ہو اس پر عتاب آٹا



کیا پوچھتا ہے حال دل تار لے دل نے کیا ہے آٹس سب سے ایک ہا
 وہ دھک صدواہ ہے جس پر کہ دھڑکنا درد و پری بھی جرتی ہیں سر جان سے فدا
 ناز و کرشمہ مشوہ و انداز اس میں ہے ہر آن میں گلتے دہر و مز میں ادا
 دولت سے عشق کی ہوتے ہو شوق اس گم غم کھانے کو گر دل اندوگیں رہا

قطعه

چشم امید آپ سے ہے ہی تھی ہم کو نہیں جو جو کہ تم نے واسطے کل غیر کے کما
 منصف تمہیں جو دل میں کہ اس بطن پر سے اوروں کے پاس ہے تمہیں کب بیٹھا دوا
 کیا قبر ہو گیا جو یکایک بچھا گئے اتنا ہی حوت آپ سے ہیں نے گھر کما
 خلط ہر ایک سے نہیں کھنم ہے آپ کو کہنے کو دوستوں کے فدا ٹھینے دل لگا
 ہوس کرے گر اس سے کوئی دلم جی طلب تو سیکڑوں وہ گایاں دیتا ہے ہر ط

اوروں سے بول چال نگارٹ کی بات چیت

منہا نہیں وہ ایک گھر اپنی لے والا



غم اس کا کہ نہیں مجھے گردوں اگر پھرا ہے غضب کہ مجھ سے وہ دھک تھرا
 اس پر ہے ہوں نشہ نشانیں میں سیم ہوا اب کے سفر سے گمراہ سیم ہوا پھرا

اُس رشک مرد مکر میں پاتا نہیں کہیں
ہر چند ڈھونڈتا اسے شام و صبح پورا
بر شہر ہر دیار میں کی کو کج تلاش
اُس مہجیں کے واسطے میں وہ بدر پورا
مصل سے اپنی تو نہ اٹھا سنے لے یہ ذرا
گر اب کے میں گیا تو نہ بار وگر پورا
بیشوں کہیں نہ پہلو میں صاحب کے کن کر
میری طرف سے آپ کا دل ہے اگر پورا
بہم جب طرح کا یہ شہرہ خوش کا ہے
لے کر خبر وہ یار کی گر نامہ بر پورا
وہ بھی جواد اپنا صد افسوس ہم نشین
جس کے برب سے ہم سے یہ ملا لگو پورا

احوال یار کیونکہ ہو معلوم لے ولا

جو اس طرف گیا سو نہ بار وگر پورا

"فارسی"

تھا وہ گہمت کرد سرتی یز سمن را
کردست نعل قامت تو مرد وچن را
یاد گل و گلزار فراموش تو گردد
گر گیر کنی لے گل تو داغ کن را
از شبہ ہادی کہ بعد دست دل من
یا لب بر سلاں نود کر کن نادرہ من را
ایں جہان پر خون چو شفق لب نواشی من
عاجت نبود ہی شبید تو کفن را
رنگینی لعل لب یارم بہ تبسم
عن کرد گل باغ دل اصل بمن را
از دین آن گل فشم سیر اگر چشم
چمن شمع بود ہر ہی سوتے سوتن را
صدیقت کہ از ہر شکست دل زارم
باغیر دستی بود آن حیدر شکن را
قدہ من غمزار نہ از دستہ افسوس
ہر تو کشیدیم چہ رنج و من را

انصاف جہ جمہرتی طبع ولا را

وہ شک کشیدہ است چہ درد ہی سخن را



"دریغ ب"

ایک سے ایک جہان میں ہے صغیر خوب سے صغیر
نظر آیا کوئی ایک اپنے نہ محبوب سے خوب

کات کی ہی نہ فقط اس کی غرض اسلوب
لیکن و قیس کئے واسق و خدا بھی کئے
خط سے مست تجویر و محو کو مگر کہ پہلے
وصل اس یوسف ثانی کا قیصر نہ ہوا
کیا خدائی ہے بتاں اس سے بہت واضح ہوں
عمر و جتنے ہیں سب خوب ہیں ہر چند آقا
نعلت ہے وصل کا پر طبع کے مرعوب و خوب



کیا ہوا ہے جو نہیں آتی صدائے حذریب
برائے ہیں ناز و زخم ہر سو بھائے حذریب
مطلع ثانی

کیا کون لے بھڑو میں طوائف حذریب
گل کی خاطر گلبدن بیل اگر نالان ہے
وجہ گویاں سر سے دل پر کرے روشنی ہوتی
کیوں دیت کے واسطے خاطر پریشاں ہے تری
عشق سے لے گل تر سے بیل زلیں بیاد ہے
جبریں گل دو تر سے نالانہ چوہاں رخ دل
گلشن بستہ ہے جب تک شاد و نشاط آرزو
موزی کے علم ہی آتا وہ خوش آواز ہے
یہ بگر ٹھٹھے ہوا ہوتا ہے ہر گل کا خوش

قصی ۛ آفت آفت جان و بلبلے حذریب
کو گویاں چاک ہے گل کا برائے حذریب
گل ہوا کرتے طوطی نائے حذریب
رو نمائی گل کی ہے بس خجائی حذریب
ہو گیا غریب سگر ہر دم خدائے حذریب
جس طرح فصل خزاں میں ہوا لے حذریب
ہر سر لے غنیمت لب ہے یہ دلتے حذریب
لہن داودی کے کرتی صدائے حذریب
شعل گل کرتی ہے کیوں تو اسے لے حذریب

اسے ولا مانند گل ناک ہے خاطر یاد کی
سرگزشت اپنی کون یا اجراتے حذریب



دوسلے سے سر سے برقی کا ہوتا ہے مگر آب
 گر دیکھیں صفائی نہ دندان کی تیرے
 اب اس تری قوت میں غم و غصہ خدا ہے
 تو ساغر خالی سے دھوکا مجھے ساقی
 رکھتا ہے مرا نازش، عس کا جلوہ
 گریے کا سر سے سال تو کیا پرچے ہے ہم
 لئے جنھیں لہو خبر عشق کا تب سے
 پہننے میں ولا کے ہوا جاتا ہے مگر آب



ہوا اس شہ سے مت چشم تر آب
 ہے اس میں اور مجھ میں کچھ شک آب
 مطلقاً

گیا ایک دلی ہی میں سر سے گزر آب
 جگر جلتا ہے اور آنسو دغاں میں
 یہ ٹوٹاں اشک کا کس کے ہے اڈا
 کوھر ہے مشت خاک وہاں و آتش
 جہنم کے غم میں مت جاں لکچا دل
 نہ بعد از مرگ بھی لیا وہ دو پھول
 نہ کی تاثیر تیرے دل میں درد
 تو کر میرا اب اس تشنہ گلو کو
 ابھی تھا چشم گریاں تا مگر آب
 کوھر جاذب اور آتش اور آب
 کرے ہے جگ کو جو یوں زجر آب
 مگر ہے دیدہ تر سر بسر آب
 نہ آنکھوں سے ہوا تو اس قدر آب
 چھڑکوا یا نہ آ کر قبر پر آب
 کیا نالے نے پتھر کا مہگر آب
 تر سے ہے غصہ تجڑاں میں گر آب

و لا اسس شطہ رو کے عشق میں آہ
 ہوا جو شمع جل جل سر ہر آب

طرح ترکیب غضب وضع طرہ صفا غضب کیا کون آہ کرے وہ بہت طرار غضب
 تادہ کہتا ہے ہمارا آنے سے پر شرم جنوں ہے دولہے کے لیے ترسم گلزار غضب
 جیب و لاکس کو کیا غرق بجز اسکول میں ہاتھ مہر پر ہے مرے دیدار غنڈہ غضب
 جس نے رسوا مجھے ہر کوچہ و بازار کیا لے گیا دل کا مرے سینے دو بیکار غضب
 گان لودنلا ترسے اہ اٹھاتے پیار سے سب کیا ہم نے گوارا ہے جھانکار غضب
 کیوں دہل سیکھڑوں پال خوام لٹکے ہونا قاسم اس کا ہے غضب اور چہ قدر غضب
 طائر دل جو واکہ ترپے ہے خون میں اس رنگ
 آہ کس کا ہے گناہ غنڈہ غنڈہ غضب



مہرے کو ہر سحر شہرے گراوے آفتاب پامے دہار شام کو ہر ماہے آفتاب
 ہرے سے گر آفتاب اشا جلوہ گر ہو کر ہرگز دہ آب آگے ترے دوسے آفتاب
 اتنا جی بہتیں ہو تو یہ اس کا ہے شرف گر پاس بیان درک ترے پائے آفتاب
 تیرا ہی گود ہے درد شہانئس کے واسطے مغرب سے وقت عصر کے پرائے آفتاب
 اتنا وہ گلفزار ہے نازک واکہ دہ پوچھ
 کھلا جی جاوے گر درگاہے آفتاب



اگر تو غلق میں ہے اقیاز کا طالب تو صدق دل سے ہوا اہل نیباز کا طالب
 جو چاہے شمع صفت نور معرفت لینا تو ہووے شوق سے سوز گداز کا طالب
 ہوا ہے پیکل شراب سے جس کے سینہ زین یہ مرغ دل ہے اسی شاہباز کا طالب
 نہ ہوگی پند حری سود مند لے واسطے یہ زندہ ہے سے و مشوق و ناز کا طالب
 وہ ہووے کب ترا دہ ساز لے لاس رکھ
 نہ ہو جو کہ کہیں اس میل ساز کا طالب

دخشن اپنی کا جب ہم کو جتا دو صاحب
ہوئے کس بات سے آندو بنا دو صاحب
جگ میں ٹوٹے ہوئے تھے ہیں ہی چٹو
تم بھی چٹائی سے لڑا چٹائی مل دو صاحب
منظر دید تہادی کے ہیں صاحب نظراں
پردہ چھوٹے سے لڑا اپنے اٹھا دو صاحب
بندہ خانے میں گرم کیجئے کب بندہ نواز
اپنے غم خوار کو مت دل سے بھلا دو صاحب

لو سر کے دینے سے ڈکتے ہو ولا کے رقم

کال سے گال بھلا جگ تو لگا دو صاحب

بندہ پرورد بندہ خانے میں کو کب تھے میرا پ
کر کے کیوں دے دے یہ جو ٹکے ہم کو بھلا تھے میرا پ

مطلع ثانی

کس لیے بے وجہ اتنا مجھ پر بھلا تھے ہیں آپ
بے تال مشیں جو آتے فراتے ہیں آپ

مطلع ثالث

بھولتے ہیں کس پہ اتنا اور اترتے ہیں آپ
ہم کوئی ڈرتے ہیں پیارے کس کو دھکتے ہیں آپ
اختلاط اوروں سے یوں کہتے ہیں حوں شیر و گند
ہم سے کہتے ہیں نہ بات نہ لپ نہ کہتے ہیں آپ
گر اور اگر تاز گا ہے غزو گر خشم و عتاب
حسن کے کیا کیا تماشے ہو کر دکھاتے ہیں آپ
مت سوالیہ پر شیریں وہی تم ترش بر
گر میں منظور دینا غفہ کیوں کھاتے ہیں آپ
تیج اہد کا تہار سے زخم میں ہے اس پہ پیر
ویدم کیوں بانہ کر تیغ و سپر تے ہیں آپ
با عشت و دخشن کچھ اپنی مسرہاں فراسیتے
بات ایلی کیا ہوتی جس سے نسا جاتے ہیں آپ

دوش کیا دیں میر کو اور کیا گلہ اس کا کریں

لے ولا جے کہ اپنا ہم کیا پاتے ہیں آپ

جست جو میں بھلا کس کی اس تہ جاتے ہیں آپ
آنکھ اشاکر ویکے لید کر جھپٹتے ہیں آپ

مطلع ثانی

جب کبھی اس مت سے پائے گز جاتے ہیں آپ
چر زور سے جب کہ کو داغ کرتے ہیں آپ

یا کرتے تھے کسی کی آہ و زاری پر نظر
عالم عالم ہے تمہاری دید کا یہاں خطر
یا کسی کے حال سے ہرگز نہ رکھتے تھے خبر
لارہ دلوں کے عشق میں نہیں کھاتے ہر گل
یا تمہیں ہی دہاتے تھے کسی ہات کا
جیسے جب جلیں شنگان کا کچہ دہاتے تھے خیال
عشق میں یل و شوں کے ذہن و دل بہاد کر
اُسے دلا مہنوں صفت ہاں سے گزرتے ہیں آپ

دو لہجہ

پہلے سے مرے کیا جوتی دہار کی صورت
آہا ہے تو آ جا کر دم باز پسین ہے
چتون سے ہوا اس کی مرے دل پہ یہ روشن
کس سے کروں فریاد میں اب بار الہا
ہو چشم تعلق سے نگہ ایک دگہ پر



خدا کا گھر ہے مجھ سے تو زاہد گھر ہے بہار دست
خدا کا گھر ہے درد کی تو پرستش کر
کئی بتا دے جہلا اہل شرح سے مجھ کو
خدا کے سے ہوں واقف پر اتنا سمجھوں جن
جو دیکھا مصیبت ہو اس کا از سر اخلاص
نہیں ہے شام و صبح ہی منہ سے دل
منو ہر صاحب توفی کہیں میں اہل نظر

حرم یار کی ہر سمت پر ہے سجدہ دست
طریق عشق میں کب وہ در ہے سجدہ دست
سوائے اس کے کسی کو اگر ہے سجدہ دست
کہ اس کی راہ میں ہر گام پر ہے سجدہ دست
کئی تمام پہ آیا نظر ہے سجدہ دست
بیاد زلفت و رخ اشوں پہر ہے سجدہ دست
مہر جو وہ خیم ابو ادھر ہے سجدہ دست

ہے جس کا نقشب قدم سجد گاہ الہی نیاز اس آستانے پہ شمع و سرچہ سجدہ دست
 و آگہ جگر کو قتل آئے حبسۂ جانان
 پہ دہت کبہ ابھر سرسبز ہے سجدہ دست
 "فارسی"

دما آتشیں دو سرسبز سوخت تہای علق داد یک نظر سوخت
 نیار جد مرون نہ مزام پر شمع کشتہ ہم یار وگر سوخت
 کلا غم این دل بیاب یارب ہمای عود پر آتش اگر سوخت
 چہ گرم طرہ شمع مرغ جان را کہ چوں پرواز یکسر بال پر سوخت
 بخ ولسوز کاشد درد بزمین دل ہر داہ دو در دگر سوخت
 خدائے از چہ دل گرم فغان است مرا یسکانی این فوج گر سوخت
 زنا فغانی آن آتشیں خو برنگ دل ہر داہ جگر سوخت
 و چنداں سوختم نہ پردہ داران نہ فغان دل من بیشتر سوخت
 و آگہ ہر قطرہ اشکم مشد شد
 بر ای العین آب آمد گر سوخت



اُس پہ صدقے میں دلا عود پہی نگاہان سمیت چرخ ناز چرخ اور اختر مر تالیاں سمیت
 مطلع ثانی

وہ نکل آیا جو گھر سے اپنے اک مہمان سمیت جان نکل آئی لیوں پرندہ و افغان سمیت
 ایسی اس دست نگاہی کی ہے رنگت خوشنما شاخ گل جس کو دپہنچے پنجہ مرچیں سمیت
 جس کمان اہد کی خاطر چلے کیسے ہم نہاہ دل و فغان تیر شرکان کا بولہ جان سمیت
 وہ لب و دندان نظر آئے ہیں اُن کے چہرے پر تھل و گور کو گور توہاں ہیں بحر و کان سمیت
 اس بت کا فرسہ راو کچھ در چھو آئی میں دل یا تہب و گران و طاقت و ایمان سمیت

سبز سے کی ماریض پہ اس کے لیں جے ٹھونکا
آتشِ بھراں ہوئی جب یک یک طس شعلہ زہن
ہر جہر اب فراہ شربِ کھوٹے وہ لوحِ مزار
دیکھ وہ قامتِ قیامت اور وہ بالا بالا

ہنم میں اس کی دواؤں ہم وہ کس راہ سے
جے ہر ایک بالغ مزامعِ حاجبِ دہاں سمیت



جن کے محل و قصر میں تھا کار سنگِ خشت
دل کی دسے عاریتیں دلچسپ تھیں ولا
خون سے کسی کے دیکھو اک نوزائے نگار
نظروں میں جن کے لعل و گرتے کم از خون
سودا ہے یہ بہار میں لڑکوں کے ہاتھ سے
آئینہ رو کے دو ہر حیراں ہوں یوں کھڑا
کہ بے اضافت اس میں غزل اور اسے ولا
تاشن کے آفریں کہے معمارِ سنگِ خشت



کیوں ٹھونڈا پھر سے ہے کو مہار سنگِ خشت
کیا جانے کس نیال میں اپنے چہرے جے وہ
گلگشت کی جوس جے تو آدیکھ میرے بار
پیشہرِ جمال کا جے اس کے معجزہ
گر سنگِ خشت وہ مجھے اسے محب نہیں
جہن جن حاروں میں کہ چہلیں تھیں راست دان
دل کی بنا کو کچھ نہیں دیکار سنگِ خشت
دیوانے کو نہ دیوانے یاد سنگِ خشت
خون سے کسی کے جے گلائے گلزار سنگِ خشت
شکل اس کی دیکھ کر کہیں گندار سنگِ خشت
پر دوست کو ہے انا دشوار سنگِ خشت
آیا نہ کچھ نظر وہاں زہدار سنگِ خشت

سودانی وہ کچھ کے بچے آہ ہر گھڑی
 دے رہے ہیں چھیک چھیک ستکار سنگ نشت
 سمت پانچ کھڑے تختہ و دشنام کو دلا
 جنوں پہ اس کے جو گیا ہوا سنگ نشت



کسی طرح کا کرو تم کلام آج کی رات
 دیکھے کا آپ کو یہاں یہ ظلم آج کی رات
 مطلع ثانی

پیارے پیوستے اگر کوئی ہام آج کی رات
 جب مزے سے شب مانگ رہے اے ہوم
 جو جو وہ پیسہ ہیں ناہ تمام آج کی رات
 سحر سے عید بفل گیر یاد سے ہوں گے
 ہوا تمام جو او صیام آج کی رات
 موت صبح جو میرے گلے سے ڈگدے لائے
 تو پاسے دھم جگر ایام آج کی رات
 کس کا آئینہ خانے میں جس تھا لے حل
 کر شمع دیوایں کا ستا از ظلم آج کی رات
 ہوا جو آئے سے تاحد کے چیں ساجی کو
 وہ لیا کس کا ہے ایسا پیام آج کی رات
 دلا کہ آج تو اس نے ہر فیصلہ سابق

کیا بہت ساعز احترام آج کی رات



اب تھا چھریں دل کی بھان و سر دوست
 دشمنی طالع خوابید کی یہ ہے اپنے
 چھوڑ کر دونوں جہاں پیٹھے جا کر بر دوست
 نہ جوئے آہ کئی رات بھی جیت رہا دوست
 گر خاک دونوں جہاں کا نظر آوے نقشہ
 دل پہ ہرگز نہ بندھے نقش بجز یک دوست
 غیر کے دم سے بہتر ہیں دشمن ملکہ
 خوب ہے مرہم اغیار سے جو نشتر دوست
 جوں سکند نہ کہ جیتتر کتاب حیات
 رشک صد حفز دلا ہے لب جہاں پر دوست
 نہ دکھاؤں میں کبھی چشم فلک کو ہرگز
 دے اگر دولت کو زین ہر دوست
 نہ کہو لاری دغا کیجیو دلا کی تو قبول

چشم پر راہ وہ ہے جلد دکھا کش دوست

قطرہ اشک ہے یوں سرمژٹاں سے لپٹ جس طرح آواں رچے غار مغیلاں سے لپٹ
 جی ہی چاہتا ہے اس شب دستاب کے بچی صبح تک سوئے اپنے موتیاں سے لپٹ
 واسطے ہوسے کے ہم جان بلب رہو ہیں رخت جائیں اور یوں مٹی وہاں لب انداز سے لپٹ
 ہر مغیر کے گریخ پہ نہیں تیرے نشان کیوں دوپٹا پہ رہا ہے رخ نشان سے لپٹ
 یاد میں اس قد موزوں کی گلستان میں دلا
 روتا چہرا ہوں ہر اک سر گلستان سے لپٹ

دولت

باو صبا تو دلتی ہے اس گل کی بو جھٹ تشریروں کرے ہے اُسے کو کو جھٹ
 کب اس جلی کے جن صفا کردہ لگ سا شبنم کرے ہے گل کنت اُٹشت شجرت
 سینے کا نظم میرے جگر سے گزرا گیا ہدم کرے چہ آؤ منکر دوز جھٹ
 وہ کل بلا ہے کس کے تین لے نیم شمع مضطر چہرے جہان میں تو سو سو جھٹ
 جو تیج عشق کا تیرے کشتہ جوں جاں بلب حوالہ اس پہ یکھنے دل سے جنگ جھٹ
 جو چاشنی درد ہے اگر نہیں ولا پیتا ہے اُن کے خم میں تو لپٹا لو جھٹ
 لعلت سے عشق کی نہیں واقعہ کو نہما بٹھا کرے ہے ساتھ مرے دو بدو جھٹ
 سن کر سوال ہو سکا مجھ سے یاد نے کہہ اور ذکر کیجے یہ ہے گنگو جھٹ

میں نے تو کچھ کا نہیں اس کے تین ولا

آزردہ کیوں ہوا ہے مر تندر جھٹ

دولت

ہوا ہے رونے کا میرے دو گل ہی باعث کہ جیسے بیل شوریہ کو جس باعث
 خاکیں کر میں لب و دندان پہ تیرے شیدا ہوں ہوا ہے بوسہ کا پیار سے تیرا دہن باعث
 میں اس پر کیونکہ پروا دار قرباں ہوں مرے وہ جتنے کا ہے شمع انہی باعث
 مزا لے شہر میں سے شہر وادیاں کب ہے کہ اور ہر جوئے شیر کے لانے کا کوکین باعث

کیا نہ دُعا کرے کر پے سے سنے کبر و پر
ہوئے گرچہ بہت شیخ و برہمن باعث
دل خراب کی ہے زلفت پر شکن باعث
دل پر چو موجب آشتی نگلی اسے ناصح
وہ چاہتا ہے جب اللہ جائے پیر پہلے
کرے وہ حید گری سے ہے مدد کن باعث
وَلَا د پوچھ تو باعث ہے شر کرنے کا
کہ ہووے صاحب فن کہ ہے اس کا فن باعث



مرد و خنایہ بسک ہے غمخوار کا مزاج
ہر یک سے ہے غمخواروں کی لڑکچہ تک
بگڑنے سے بات بات میں سودایتوں کیوں
ہر چند تیرے درد سے ہم مرچلے مسیح
ہرگز نہیں پیسے سے اس سنگل کا دل
سنگ بن جائے شب و دن چور کر دیا
داؤن کے ہانگنے سے برا ہے مجھے جڑوں
جل سمجھ کے ہانچو گشت میں آشتیاں
یک حرف نہ دلائے تو اتنا دُشمن ہو

آورد کوئی کہتا ہے غم خوار کا مزاج



بھی دیا ہم نے ترے وصل کے ارمان کو
زلفت کو کہتے ہیں گو سنبھل و ریشیاں لیکن
زنجی تیرے نگاہ کیونکہ جہاں تیرے پید سے
لب لگیں کہ نہیں لعل بدخشاں سے شال
آنکھ جھڑکے اگر کہ ان بھی دیکھے تو اسے
ہوئیں وہ گئیں اپنے دل نالوں کے زنجی
دلہائی ہے یہ کب سنبھل و ریشیاں کے زنجی
کارگر جو ہی گیسوا وہ تو دل و جان کے زنجی
یہ نزاکت ہے کہاں لعل بدخشاں کے زنجی
وہ ہیں اسے شیخ غفل ہو تو سنبھلایاں کے زنجی

ایک بچوں سے کہ چلوں سے ہوا آتا ہے کیا بلا ہے یہ مرے دیدہ گراں کیوں
 عواشیں دل کی دلا مانگے ہے مجھ سے یارب
 کیوں سب شکلیں آسان تر اک آن کے بیچ

مطلع ثانی

چہلین محاش کیسی ہی ہر انجن کے بیچ سے ہائے بارو خدا گر وطن کے بیچ

مطلع ثانی

جو لطف سیر ہے مرے داغ کن کے بیچ اہل جہاں سے ہر نہ کے اس کی کچھ ثنا
 رنگت وہ لوبداری کب سے ہیں کے بیچ اس شمع رو کے شفق میں اپنا یہ حال ہے
 سوسن سی گہ ہزار زبان جو دین کے بیچ جب دو دل کوں کو وہ سن کر مرا کلام
 اک آگ سی دگتی ہے سامنے بدن کیوں پر دواز ساں لے شمع رو آسیبہ وصل میں
 کہتا ہے عورت ہے مجھے ترے سن کیوں آباد حسن میں تیں بھی سے ہوں مشتری
 نعل ملی کے خاک ہو گیا تیری گن کے بیچ بازو پہ تیرے کیا کوں مست پرچہ لے نگار
 شہرہ بھی تیرا جب سے ہوا تیرا وزن کیوں اس کا ہوا وصل تیرا ہی دلیت تک
 جو کہہ کہ ہے چینی سو ہے اس نور کیوں تصویر جس طرح سے کہ شیشے میں جو بی
 اپنی یہ آرزو تو دہی من کی سن کے بیچ لائی ہے کسی کی زلفت کی بوجی کہ لے صبا
 آتا ہے یوں نظروہ بدن پر ہیں کے بیچ

ایس ہی اس نہیں میں غزل اور کہہ

تاسن کے آفریں کیوں سب انجن کے بیچ



امہاز عیسوی ہے یہ تیرے سن کیوں گرا بی کر لے گتے ہیں مرے کنس کے بیچ
 یہیں تن اس کو دیکھ کے جیاب کیوں ہوں کندن سا دکے جب وہ بدن پر چھ کیوں
 جیسے کہ اس کی شکل و شادابی ہے ہم نشیں ناز و ادا ہی وریں ہے اس ہم تن کے بیچ

جو کچھ ہے لعل پیار سے لب لعل میں حشر
یہ ناز کی کہاں ہے عینق میں کے پہنچ
مست کہ تو خال اس کی رنخاں میں ہم نشین
دل سوختہ کہو کا ہے چاؤ ذوق کے پہنچ
عجبوں میں کوئی لاف رقی تجھ سے کیا کرے
نور ہند سب میں پیار سے ہے تری بھی کچھ
تیروں سے تیری آہ کے اے دل میں کیا کوں
نخنے کوڑوں ٹپکتے ہر جگہ کن کے پہنچ
فریاد نس کوئی نظر آیا تجھ ہنسی سے
کیونکہ نام لوں تیرا درد میں کے نہ
ہر روز اس کے عشق میں معلقوں کے ہے
یارب ہر خاک ہی وہی طعنہ دن کبھی
اتنی ہمار دیکھا تو باہم دگر سبھی
بیلے ہیں پشول جمو لیاں ہر جہر چن کچھ

ہر سخاوت لا کے مزار حسین سے
لہو سی خاک رکھو دلا کے کنن کے زنج



کیونچا ہے بسکہ جبر کا آثار سب طرح
نورید زلیست سے ہے یار سب طرح
بندے ہیں ہم نے ملے اس کا اختیار
یہاں ہے عزیز خاطر دلا سب طرح
تیر کمان شست بھی کرتا ہے کام خوب
گر ہووے چست یاد کا نثار سب طرح
سیرت میں گرد ہووے تو کس کام کا ہے وہ
صورت میں گو کہ ہووے طر حار سب طرح
مرنے میں اختیار نہیں درد اسلے والا
اس زندگی سے دل تو ہے یزاد سب طرح



جلوہ سن سے یہ کس کے چہ زبا رخ صبح
کہ ہے آئینہ دل سے ہی مصفا صبح
یک نظر دیکھے اگر رنگ صباحت تیرا
ہووے سونگ سے گلزار میں پیکار صبح
ہرودہ شرم سے منہ کو دھکالے باہر
بے مہاباد اگر دیکھے یہ کھڑا رخ صبح
پہنچا کب حسن دلا کو ترے اے دل شک ہمار
جسے ہر گلزار جہاں گو چن آرا رخ صبح
دل فرجی کہ جو کچھ تجھ کو دیا دیوہ حسن
کلم صنم نے ایسا بنایا رخ صبح
شب فرقت کا بیان کیا کروں اس کی جہم
وصل کا آج تک جس کے نہ کچھ رخ صبح

حق نے وہ مسی و جمال اس کو عطا فرمایا
جو نظر باز ہیں ہر مسیح یہی کہتے ہیں
وہیں رنگ و رخ شائق ساڑھ جاتے رنگ
جس کے تلوں کی مٹا کو نہیں گناہ رخ مسیح
جلوہ رخ کے توے آگے بچھ کر گناہ رخ
دوہو آگے واکہ کیجے اگر ما رخ مسیح

کس کی ہے زگرے یار کا یار مسیح
جس جو کس کی میں پہنچا ملک چادہ پر
لب ہاں بخش کا عالم وہ ترے دیکھے اگر
یہل چہر کون ملو اگر تے اور کس سے کون
دور کیا ہے ترے اہواز سے مانند خلیل
قبض و بشرو تے یار کا بن دیکھتے ہی
جے سزاوار وہن کو ترے گرد چ کیوں
شب عدی لے مرا کام کیا ہی تھا تمام

اے واکہ لوست و دشنام و زبان و لب یار

میری جان بخشش کو بچھا ہوئے چار مسیح

کہہ آپ سے نہیں تم سے لے یہاں گستاخ
جدول میں آتا ہے کہتے ہو تم میں یہی سکن
عبت تو بات سے دگتا ہے میری لے ناداں
طلب میں ہو کے کہنے ناخیر تو ہے
جو چاہیے سو کر حق میں اپنے بندے کے
یہی ہے دل کی تمنا کہ غلط ہوں بہم
نہاں نہ ہو کے گل اس کی ہر ایچ آن گستاخ
پہ عورت سے ترے جوتی نہیں وہاں گستاخ

وآ کہہ ای دنوں تم نگ پلے جو حد سے زیادہ

د مجھ سے ہو چھٹے آٹا نہ مسہاں گستاخ

عجب شعلہ جھوکا ہے مرا شوح قیامت قہر ہے آفت بلا شوح
 عہدِ نابِ نازنین پہنچل ہے ہر اک تیری موش آنی ہے لدا شوح
 نخل ہو چنبستہ مراں جو ترے دست نگاہیں میں حنا شوح
 کون کیا کہ اپنے بتلا سے دفا کی ثوب تو لے رہا شوح
 تری مناظر ترپتا ہے مرا دل ہوا ہے مجھ سے توجہ جدا شوح
 اگر عاشق نہیں ہے تو کسو کا تو رنگ چہرہ ہے کیوں کبرا شوح
 مرا مشتاق ہے یہ جان و دل سے
 ولا کو اپنے دل سے مت جدا شوح



ہشتم بدیں کریں کر گدہشیں یام سفید دہریں کرتے ہیں جس لگ کر با دم سفید
 وہ جھوکا ہے ترا رنگ رخ لے لنگ بہد دیکھتے ہی جھٹے ہو جاویں گل اخلام سفید
 تیرو روئی ہوئی عشاق کے یارب، نصیب جس کے آگے ہمیں آنی ہے نظر شام سفید
 دیکھتے آج کرے کام تو کس کس کا تلم تو نے پہنا جو لباس لے بت خود کام سفید
 اس سیہ خاند گردوں میں تو جوں نقش لگیں رکھو دل میں کہ نکل آئے مرا نام سفید
 مجھ کو آغازِ محبت سے تنہا ہے یہی شامِ وقت کا کسی رنگ ہو اختتام سفید
 اسے ولا آج کی شب یا وہ ہوا جلد و روز
 تو رہتا ہے یا میں یہ دو بام سفید



نقشہ تری صورت کا نہیں دل سے چھوڑ رہتا ہے حسی یاد میں دل نت مرا غور نہ
 شاخ گل نورستہ نخل ہر سے چمن میں دیکھ کر مرے گریہ کا وہ درد نہ
 پہلے وجہ کی عشق کی آتش مرے دل کو ہرگز نہیں بھٹکتی جتن بھلا سے کوئی ہر چہ
 ہے اس کو شفا شربتِ ودا سے ترے ہر سے جو کوئی دردِ محبت سے کلام نہ

سوزاں ہے تھپ غم سے دل اس طرح ولا کا
جس طرح کہ بھر میں ہے داغ اس پند



داغ دل یوں ہے ولا اب مرتے ہوئے
کہ جن رنگ قر کے ہے جگر سے پیوند
مطلع ثانی

جلوۂ حسن یوں اس کا ہے نظر سے پیوند
غم میں اس یوسف ثانی کے تو دیکھ یہ لہجہ
گر شب تار میں نکلے مرا جوش گھر سے
داغ دل پہ قہر یوں ہی میرے دل سے نکلے
پہلے ہی سی جو یہ چشتی ہے مسلسل گویا
غاک انبار یوں پرینو نہیں جو یا رب
منہ کسی کو تو نہ دکھا دے خواہیے کا
جس طرح چشم کو ہے لہر نظر سے پیوند
کہ ہوا لخت بجز دیدہ تر سے پیوند
شب و بیکہ کا دامن ہو سر سے پیوند
جس طرح پھول سپر کے ہوں پر سے پیوند
دودھ دل سوختگان کو ہے شر سے پیوند
رد کو جس رنگ کو نہ دگر کہ نہ سے پیوند
جس کو آفت کا نہ ہو غوریش پس سے پیوند

کہ ولا ایک غزل آگے اسی بھر میں اور
شک نظم وہ کہ جو جو گھر سے پیوند



آہ و تالے کا نہ ہو کیونکہ اثر سے پیوند
نیشہ شرکوں نے جگر خاۃ زہد کیسا
استقامت میں کس کو کئی یوں شام و صبح
دودھ سرقت جو سر سے میرے اس دم نے شوق
ہمسری گریہ لنگوں سے ذکر ابر بہار
حسن اس یوسف ثانی کا کون کیا پیر
یار کے ہوشوں سے راکت کو تشید و دو
جس طرح لخت بجز دیدہ تر سے پیوند
جہ کو حیرت ہے یہی کیجے کہ مرے پیوند
حلقہ چشم ہوا حلقہ رد سے پیوند
خبر تیز ہو جس دم مرے سر سے پیوند
نہاں دل کو ہے مرے دیدہ تر سے پیوند
جس کے گل بیجوں کو جوش و قہر کو پیوند
سنگ رکھتا ہے کہاں صل و گھر سے پیوند

جلوے سنسن کو جہ عشق سے لبست دلیں لال کو جس رنگ کہ ہو شاخِ جگر سے پیوند
 نام دل پر میرے یوں ثبت و لگا اس کا ہے
 جس طرح نقش کہ ہوتا ہے جگر سے پیوند



کما اس غنچہ لب نے کیجور در بند
 کیا آنکھوں میں گھر کیا اس نے دیکھو
 کہ دنداں ہیں یوں اس کے وہیں ہیں
 کہ جوں جو درج میں سلک گزرتا
 کہ رستے رستے ہیں شام و صبح
 قفس میں بیل بسکنا نہ کر بند
 کہ اڑ سکتا نہیں جوں مرغ پر بند
 کہ تا جہم نہ ہو دو جگہ بند
 یکے میدانے و بال و پر بند
 کہ ہر سو ہو گئے ہیں نگہ بند
 کہ گے لاکھ تک دربان تو بند
 کہ اس کے در سے دیکھوں

و لگا وہ بوست لب ہے یہ شیریں

عجب کیا دولوں لب جوں اگر بند



خوبیوں میں جہاں کے ہے وہ مسند
 دوبرہ ہے جس کے سروں میں گرو

مطلع ثانی

گو ہے فنِ شمس میں ہر ایک فرو
 جو کہو کے درد کا دریاں کرے
 حاکم و سدا و مستقام تیر و درد
 کہتے ہیں آفاق میں سب اس کو مرد
 حیرت و افسوس ہے مہ کو جہاں
 میں کون کس سے یہ جا کر اپنا درد

عشق میں اس تاند گل کے دم بہ دم
 دہریں شہرہ اس کے حسن کا
 وصل اس کا اب یسر کیونکر ہو
 شیفہ اس گل کا ہوں میں حذیب
 دل لگی مجھ سے نہ تو ہونا عہدا
 ننگ دو میرا بوجھتا ہے درد
 جہ بجان ہند کا بازار سرد
 گھر میں دہتا ہی نہیں وہ ہرزہ سگر
 ننگ دیو سے جس کے شرعہ چھو
 ننگ جہاں چوٹا تو پھر مرقی ہے نہ
 عشق کی آتش وہ ہے گئی اے دلا
 آتش دھن ہے جس کے آگے سرد



صنعت حق اس کے چہرے سے نمود
 رنگ صرور وہ ایسا جگمگ دیکھ
 میں عزیز و اس کے خواہاں مرد و زن
 وہ پری ہو کس طرح تسخیر ہو
 عشق میں اس شعلہ کو کوزہ شب
 بہ نہ ہو زخم جگر جز وصل یاد
 یک یک ایلے جو تم بہم جمتے
 اس قدر نازک کہ ہوسے لینے سے
 وہ نظر آتا نہیں جہ ہرزہ گرد
 عشق کی آتش سے تن میں دل مرا
 ایک دم میں چو ننگ دیو سے چرخ کو
 وصل اس کے سے نہ ہو لومید دل
 حسن پر اس کے ہر اک بیجہ نمود
 میں گئے دلوائے سلطان و یود
 بصر میں گریا جہ تو سفت کا درد
 کون سے نقشے سے ہوسے یک شود
 بس جگر سے میرے اک اشتاہ نمود
 اسے طیبو کیوں ملا دیکھا ہے سوا
 کون سی ایسی ہوئی گفت و شنود
 ہو گئے دھار و لب اس کے کہو
 اس کے جہاں سے جہوں ہوں باجوڑ
 یوں چلے جہ جس طرح طبرستان
 آہ کا شعلہ کس جس دم نمود
 پہنے کا شعلہ کو آخر دیو و زود

نام پر اس کی مندا کر اسے دلا
 پاس تیرے جگر کو جو جلیں و نمود

کس سے کون میں تجھ سے جفا کار کا گھنٹہ جتا ہے جی مرا تیرے انکار کا گھنٹہ

مطلع مان

مست پر چو یارو شوخ ستار کا گھنٹہ شورش ہے ان دلوں میں ہے خوشنواز کا گھنٹہ
 حمد سے اس کے کیونکر برا ہے کوئی کہو ہر دم جو محسوس کر اپنے ہی پندار کا گھنٹہ
 غیروں کے مت اجدار نے پر جویئے کا آپ دم میں نکال دیوں گے اغیار کا گھنٹہ
 کب تک احقاد بڑھ کے ترا بون ہے بار آنا نہیں ہے غوش جے ہر بار کا گھنٹہ

دل جب سے اس کی ناک کا وابستہ ہے ولا

جاتا رہا ہے اس کے گرفتار کا گھنٹہ

○

بے گناہ کے تودہ کر غنوں پہ خوشنواز گھنٹہ باز آ ظلم سے اتنا ہی مستعار گھنٹہ

مطلع مان

حسن پر وہ جو کر سے ہے بہت غرار گھنٹہ زریب دے ہے سبزا اس کو یہ پندار گھنٹہ
 کیا دل اپنے میں بھٹے جو جادو صاحب کس پہ کر کے برے تم ان کے ہزار گھنٹہ
 ایسا ابروہ جنا جو ہے د پر چو یارو کرتا چھڑتا ہے ہر اک کو چہ و بازار گھنٹہ
 ناگیاں منہل عشاق میں وارد ہو کر کرتا ہے اٹھ میں وہ قول کے قرار گھنٹہ
 تو جو کرتا ہے ہر تک بات میں اگر شین کیا کرتے تھے نے جھلا تیرا گرفتار گھنٹہ
 غیروں کو آپ بڑھائے ہیں ہزاروں لیکن وہ بدو کر نہیں سکتے مرے اغیار گھنٹہ

لے ولا سفا ہے یہ میری نصیحت رکھ یاد

تو کس بات پر مست کیجو دشوار گھنٹہ

تذلل اللہ

چاہیے خط کے لیے یار کے افشاں کاغذ چشم غمزمین کرو رنگیں کسی عنوان کاغذ
 شمع رو کو کروں گے سحر دل اپنا تصویر پر پر واد کی مانند جو سقائ کاغذ

کیا کہوں حال دل اپنا اسے یاد دے کر
 آج تک برباد اس نے کسی ٹائے کا جواب
 لکھنے دیتا ہی نہیں اٹک کا طوفان کاغذ
 اس کو ہر چند کہ بیجے جہد حزن کاغذ

ق

نار غیر کو رشتا برا چھتا تھا وہ شوق
 دیکھ کر کہنے لگا غیر تو کچھ آپ کر ہے
 دل کے پہلے نے کر دیکھوں ہوں میں شاید و لا
 ہے کہاں اس کے برا دیکھ جلا یاں کاغذ

دلیق کا

جب سے بنا ہے لوح و قلم آسمان پر
 وہ پر ترست جو آگے جھکاؤئے سحر نیاز
 آدیکہ اب فرقی تعلیم کے حیلے
 میں کیا کہوں تھے لب شیریں کو دیکھ کر
 طوفانِ لوح ہم تجھے دکھاتے لے صاحب
 اس کی ہی جستجو میں شبِ روز لے وقت
 پھرتے ہیں مردِ ماہ ہسم آسمان پر

○

ہو رہا ہے شام سے اکو شور و غلِ زنجیر پر
 وشتِ محنت میں آواز دے یہاں تک جنوں کی طیر
 صنعت سے حالت پہنچی تیرے لڑنے کا باب
 شورشن دیا نکل لایا کروں اپنی بیسایاں
 ہیں اسیرِ گدگت کس کے جمع نکلِ زنجیر پر
 پستلہ ناکی لائی آخر کو گھٹنِ زنجیر پر
 آہ کرتے ہی گیا یک بار ڈھل زنجیر پر
 جیسے جنوں لے چاتے کیسے نکلِ زنجیر پر
 کیوں نہ ہوں چھپتے مضمونِ وحشت لے وقت
 صریح مضمون آہ آتے سے نکلِ زنجیر پر

کتا ہے ہر اک دیکھ تری جلوہ گری پر
 اک تہجہ کو نہیں دم صبر سے حال پہ غلام
 تریج و دل کیونکہ تجھے حمد پر ہی تہ
 دوتے ہیں سبھی وہ مری نوادگری پر
 قرباں ہے ہر اک دیکھ تری سیرری پر
 ہر رنگ میں سواہ حقیقہ جنگلی پر
 مینار نظر کر مری بے بال و پری پر
 رکھا ہے سدا فزا کلاوہ تیزی پر
 ساتن کا تہ سے دیکھ جو ہے تاج گدائی
 دوا بہت آلودہ مجھے کر کے قفس سے
 عاشقوں کو اٹھا تو ہیں نرا دل سے کدائیں
 لے رہا وہ لا کی کو دھاتے سسری پر



تجھے دیکھ لے ماہ پارہ نہیں پر
 ہر اک شے میں کیا نظر تو ہی پیار سے
 ملک کر رہے ہیں نکلنا نہیں پر
 کرشمہ تیرا ہے سارا نہیں پر
 جو طعوبی کی خواہش ہے آدیکھ زاہ
 یہ سرو حسرتاں ہمارا نہیں پر
 جو دیکھنا جو رست کھلے تو جہ کو
 دکھاؤں کو دیکھ دو بارہ نہیں پر
 لے قاتل ملک آدیکھ گھائی کو اپنے
 مزہبتا ہے پسل بھارا نہیں پر
 ولا ہی نہیں بلکہ مشتاق پیار سے
 ہے اک عالم مسلم تمہارا نہیں پر



ہے عکسں ریاضیں سے ۛ نیرنگ ہوا پر
 بے آہ و ہو عقدہ دل باز کر موقوف
 پیغام سے ملاؤ جس کے جوں رنگ ہوا پر
 ہے فاشدی غنیمت دل تنگ ہوا پر
 یوں غنیمت جیسے سر مر افغان سے اٹھیں
 ہائل رہیں پستی ہی پر ہیں جو گر گواں جاں
 نیچے ہی گرے پھینکے گرسنگ ہوا پر
 گرے سے مڑے اب بھی ہے رنگ ہوا پر
 عالم میں ہوا ایسی ندمی دوتے کی اپنے

اور بھی گزندِ تلکست گل شوق میں تیرے ہے چشمِ اسیرِ نفسِ تنگ ہوا پر
 نادان کہیں جس کو ولا اخترِ ثاقب
 مطلب کا ہے : شعلہ آہنگ ہوا پر



یا چہل میں گہری باتیں کہی سے آج بیدار تجھ پر
 ہر اک لہو اک میں دیکھ تیری ہوا میں شہناز تجھ پر
 مطلعِ شان

تو خبر دیوں کا تاجِ ندر ہے شمعِ رو میں شاد تجھ پر
 دھندل ہے نہ وہی میں دہا میں چھ شتریوں میں
 غرض کون کس سے دل کی حالت کہ ہر بار
 تو رنجی انگلیوں سے نادر ہیشہ جاتا ہے اس افش
 کہیں نہ پہچا کر تو کہ مرچے تلاش میں کس کی در پہنچے
 تیرا تیری نگاہ کا زبور مع دل کو کیا ہے بسمل
 جبکہ کہ گزرتے ہے وقایہ حق وہ شایانِ کشائی
 و ایک میں ہی چھوڑ دیں پیادے سے بھڑکے مستحضر ہوا
 شکستہ بنے بلند اختر ہوئی ہیں سب نامِ غویاں :
 سناو علم و حیا و شرم و شجاعت و حلم و وقتِ رات تجھ پر
 ولا جو پہنچا میں اس کے رنگِ ملے آن ہر اک طرف
 کو تیرے ظالم لے کی رہائی ہے مہرباں شہرِ یاد تجھ پر



عجب طرح کا شبِ جبر میں جو دل کو سود
 صفائے فلک کا اس کے رنگ کے سرخورد
 وہ آنکھ تو گئی اس کی ہے دیکھ کر جس کو
 کہیں میں اہلِ نظر چشم نہ ہو اس سے نور
 ہزار جان سے پرہیز دارِ مستزاد اسب
 دل ہے تجھ پہ سے لے رشکِ شمعِ بزمِ شہر

خوشینے کے تو ہر سحر سے غول پر
ہو اس قدر دستگیر تو حسن پر مغرور



لاؤں کبھی د شکوہ سر مو زمان پر
کیا خد ہے حریف سے اس باخیاں کراہ
مکن نہیں کر خاک نشینوں کی کڑ سٹنے
یکے کا احتراؤ محکم اس دل کی آہ سے
کس کس پہ ہر سے وار و شیدائے ایک دل
بتلائیے تو رات میاں کس کے پاس تھے
جس نے دلا کے حال کو دیکھا سوے کہا

دونا رہیں تو آتا ہے اس نوجوان پر



جسم کنس دانے میں اپنا تھا ہر شعاع
رہتی تھی پیش و عشرت و شادی مدافعیب
یک ہند حریفوں ہی طرف میں گزر گئی
حیران ہیں کہ خواب تھا یا حد خیال تھا
کہتے تھے بے کشی و سدا میر جوتیار
ہوئے تھے شاد و غم و خوشنود بار بار
نے اب ہولتے باغ طے ہے آمد تھے یار
جو دیکھتے ہیں اب نہ خرواں ہے وہ بہار
یا بوجہ اس اب بے دعا کبھی مستجاب
ہر سے دلا کہ خاک میں تمہارا نام پرند



دلت دن ہے مرا وہ تیر تدبیر
سحر جس سے ہوں میں وہی سب
ہر اک حربے کا گمانی ہوئے ہاں پر
کہ میں سے ہو وہ فخر تدبیر
جانب نقش ہے کشمیر تدبیر
ذہیرے دشمن شمشیر تدبیر

سلاسل جے گرفتاروں کو تیرے نہیں ہے لعل ہی زنجیر تمہیر
موتس بھول ہا دے کیسیا کر کبھی دیکھے مری اکیر تمہیر
قصور اپنے ہی تھا کچھ غلاموں کا
ولا درد نہیں تقصیر تمہیر



حصول کام کی کتا ہوں میں جہاں تمہیر قصور سخت سے بھرتی ہے رائیگان تمہیر
مریض عشق کی جُڑو شریعت وصال ترے دوا نہ کام کرے ہے نہ مہراں تمہیر
میں کیا کہوں کہ مرا دل چننا ہے جاگے کہاں رہائی کی نظر آتی نہیں جہاں تمہیر
کہوں میں کس سے کہ وادگان قافلہ ہوں بہرِ خدا کے کہاں کا رواں کہاں تمہیر
نہ ہیں اس کے قصور میں ہے نہ دل کو قرار نہ پیش جاتی ہے تقدیر سے یہاں تمہیر
پھر سے ہے آنکھوں میں طفل مرثیہ ابرو ما نہیں بھی موج ہے کچھ اس کی مہراں تمہیر
خدا کے فضل پہ رکنا ولا تو قبرِ نکسر
سود کی نہ کرے گی تجھے زیاں تمہیر



یاد رہے وہ سلامت رہے خود کام نہیں پر کما حشر تک اس کا رہے نام نہیں پر
جوتا ہے خجل لبک بھی دیکھے سے وہ رفتار رکھتا ہے اس انداز سے وہ کام نہیں پر
ساغر تو سنبھل کر مجھے ملک و بیہو ساقی ڈرتا ہوں نہ چپکے سے گل کام نہیں پر
جیڑا ہوں اب تک وہ کہاں جوتے کا یلہو آیا نہ سرا شوق بھرتی شام نہیں پر
گو فرس ہو طفل کا مینا تجھے ہسم لیکن نہ جو اس میں کبھی آرام نہیں پر
پس جاوین نہ اب سیکڑوں دل دیکھتے ظالم رکھتے تو سنبھل کر ہی قرا کام نہیں پر
جُڑو سرو نہ پیدا ہو ولا کوئی دہاں نفل
جس جا وہ قدم رکھے گلِ غلام نہیں پر

اک نظر بھر کے بھٹک جس کو دکھائے دلیر
اس کی ہرگز نہ کہنے پا کی صدا کو پہنچے
روح افزا ہیں محبوب یوں تو مست ساز و نوا
میری باتیں پہ تو کس واسطے اتنا ہے حبیب
کیوں نہ دیو راستے ٹکراویں سر اپنا عشاق
دیکھ کر عارضہ رنگیں کو نسیم حسری
آبِ شمشیر ہے یا تیسرے پلا یا جمہ صحر
ہجر وادہ پہ مست بھجیو تم وارثِ سیاہ
اور کچھ بن نہیں آتی ہے ولا یک کہے
ہے رضا اپنی دہی جو رہائے دلیر

○

ہاں ایسا بہرِ خدا ہرگز مرو جائے دگر
گم باخودم گم بخودم گم بے پروا میں آں
لے من بدنیہ مایلم نے عاقبت را طالبم
آں تر گس گویاے اوازِ فتنہ دار و گفتگوائے
در فلکِ آں رشکِ قمرِ نورِ شید را غرض بگر
فریں با وہ پندِ غش مرا آسودگی کے می شود
بر خود منازا کے سیم تن ہم لالت یکتائی مزین
دل می برد آں دل را حال می ستاندازاوا
و عشق تو میرم اگر دور از تو اے جانِ جہاں
دو ریزئی ما را بہ ہیں بر خود منازا سے ابرتر
دوسرے کو ایں غمزا در گل بک ایں عشقا

تنہا ولا مجنوں نشہ برجن آں رشک پری
در عشق او ہر چار سو نعلتے ہفتوغائے دگر

روایت الہی

کچھ نہیں اب مجھ کو جوں خورشید مگر کا امتیاز
سر چکنے کو شب بھجراں میں رکھتا ہے کہاں
ضمین ساں اس گریئے بیجا سے اپنے کیا حصول
تقی باتوں سے نہ آئی ایک بھی وہاں اس کو یاد
اٹھ گیا دل سے مرے شام و صبح کا امتیاز
عالم دیرانے گی میں دیوار و در کا امتیاز
کچھ نہیں شبنم خط یہاں چشم تر کا امتیاز
اس قدر جاتا رہا کچھ نامہ بر کا امتیاز
کھو دیا بنائے عالم سے دنیا میں ولا
رشک گلگوں نے مرے نعل و گہر کا امتیاز

○

فیض قدم سے تیرے ہے رنگ بہار سبز
گلشن میں جا بجا ہے ہر یک برگ و بار سبز
مطلع ثانی

تھو منہ پہ کیوں نہو خط غمبہر شار سبز
مجنوں کے فیض گریہ سے گردشت سبز ہے
جا کر اگر چمن میں کرے چہچہے ہزار
جو ہزار خط کی تیغ نگہ کا شمشیر ہو
ہاں گل کے ساتھ ہوتا ہے گلشن میں خار سبز
فراد کے بھی رونے سے ہے کوہ سار سبز
ہووے نہ گل کے دوبر و صوبت ہزار سبز
لازم ہے اس کا کیجئے سنگ مزار سبز
سر سبز جو کرے گا سخن کو وقا کے تو
تجھ کو خدا رکے سدا گلخدا سبز

○

پھر ہے آنگوں میں اب تک کس کا جلنے کا
مرین اپنے کا ہو چارہ جو سیح زماں
کوئی بتا دے مجھے کیا ہوا مرا و مساز
وگر نہ تن سے کوئی دم کو درج ہو پرواز
کیس نہیں مجھے مٹا مراد و جسلہ طراز
کوہر کجاؤں کہاں ڈھونڈوں تلخیں اس کو

برائی کا دوا بھالے گیا مرے دل کو
 نہ پہچنے مجھ سے چیز چاڈکی اُس نے
 وہ ایک آن میں آکے کے بارو شہد ہزار
 سمندر ناز ہے جواں گری میں دنگ قاز
 یہاں تک تو قدم رنجہ کیجے بندہ لواز
 کہ جاہر بینے کی جھک کرے پائندال
 یہی جہاں میں ہے مزد و غوثی جھک
 کہ آوے کانوں میں اپنے سدا تری آواز

یہ عرض حال کرے کس سے اب دلا یارب

سوائے تیرے نہیں کوئی اس کا عرج راز

روایت مسین

تو بتا پیارے کروں میں کس کی آس تجھ سوا ہے ایک جہاں سے دل کو پاس

مطلع ثانی

کام کرتا کچھ نہیں وہم و قیاس
 کیا کوں اتنا ہے وہ نازک مزاج
 دیکھ اُس کو اڑ گئے ہوش و حواس
 کرتی ہے جس کو گرانی گل کی پاس
 مجھ بغیر اُس کا لگے ہے کیونکہ دل
 دل سے حاضریوں بعد ہجر و نیاز
 یاد کر اپنی حضوری میں مجھے
 بھول مت اپنے کرم سے میرے تئیں
 دید کہ اپنی نہ ترسا اس قدر
 بے تکلف پیار سے ہم آغوش ہو
 معرفت اپنی سے اب آگاہ کر
 نور وحدت سے تو بھرے دل کا پاس

کہ دلا اور بکسر میں ایسی غزل

شاد ہووے جس کو کُن کُن پر فراش

اُس گل بغیر غرض نہیں آتی ہے گل کی پاس
اڑتے ہیں جس کو دیکھ پری زاد کے حواس
لیکن کہیں تو جیشنی آ کر ہمارے پاس
کرتا نہیں ہے کام جہاں وہم اور قیاس
ہزار اور مافی نہیں ہیں اداس
پردانہ سال پھرے ہے سدا خلق آس پاس
جس بن رہے ہے آٹھ پہر اپنا ہی اداس
پر تو سے جس کے ماہ کے نور اقتباس
کچھ بھی رہا نہ دل میں تھارے ہمارا پاس
بس چھوڑ دو رچی کو نہیں ہیں میرے حواس
رہتا ہے روز و شب مرے دل میں ہی ہر دس
پیادے پھرا تو دسے نہ پنے اسے تر اس
دکھنا فقط ہے ذات مبارک کی ترے آس

دیکھا جان والو جہاں کو میں خوب سا

بہتر ہے اب دلا کروں ترک یہ لباس

گلدستہ باغیاں تو نہ دیکھ سکے میرے پاس
کیا وصف آس کے حُسن خدا داد کا کروں
مانع نہیں ہیں سیر کے چاہو جدھر چرو
حیراں ہوں یا رواں اس کو میں تشبیہ کی دوں
تصور اس کی کیا نہیں گئے کس رنگ دیکھئے
اُس شمع رو کا حُسن تو ایسا ہے جسلوہ گر
حیرت ہے کیونکہ زینت میری ہوگی اُس بغیر
اُس ہر دوش کے یہ درخ انور سے فیض ہے
یوں فقط جو غیر سے جا کر ہوئے جو تم
بوسے کے وقت کہنے لگی یوں وہ ناز میں
ہدم پیام لاوے گا کیا اُس کا نامہ بر
کر حال بے کسی ہے تو اس کی ذرا غلغلہ
اپنے کرم سے دس کو فراموش نہ کر



خداوند ترے حُسن کو پہنچے ہے نہ بلقیس

منہ دیکھو کہ معشوق جہاں تجھے کریں دس

مطلع ثانی

نہاں ترے حلاج میں ہے نے عکس و انکس
جب دیکھو تو گھیرے اُسے رہتے ہیں گے وہ ہیں
نے کام کے مرام و نئے بخیر اور میں
گمراہ نگر ہر خدا سنتا ہے اطمین

ناظر ہے ترے خاتمہ ابد کا بر جیس
تنہا نہیں ملتا جو کہوں رازِ دل زار
وہ چاک جگر ہے مرے سینے میں کہ جراح
اُس بے کی پرستش کا تو مانع وہ ہلے رخ

یوں سوختے جاں سر پہ کئے رنگ فلک نے
دیکھے بہت اس رنگ کے ہیں لجنہ دوستار
اے رشک مر و ہر تو وہ خلق ہوا ہے
مانند ہے پھوڑے کے سراپا پر مر ایا
کب ناز و ادا میں ہے کوئی تیرے مقابل
جوں دور سے اس ماو کا ابرو ٹھہرا آیا
دل کہتے ہیں جس کے نہیں گھر ہے وہ خدا کا
اور نام علی سے ہی دلا اس کی ہے تائیس

○

سر سبز نہو آگے مرے پیکر طائوس
کھو لوں دل پر داغ کا اپنے جو سفینہ
ہے باغ و بہار آنکھوں میں اپنی توتھی سے
جلوہ یہ ترے حسن کا ہے یا جسے دیکھ
دختر کے جلوے نے کہو کس کی جلایا
طوطی ہی نہ گویائی سے کچھ اس کی نخل ہے
دو پہلے کو کوئی نہ مرے بار سے نسبت
ہوں زخمی سرشار میں اس تیر نگہ کا
ہے کس کے سراپائے نگار میں کا تصور
ایک ذرہ تری خاک کف پا کو نہ پہنچے
پامال خرام اس نے کیا کہک تو کب کا
ہوتا ہے ولا دیکھے اب جو ہر طائوس

○

پیارے نہ پرچو وید ہیدار کی ہوس
 رشک چین ہیں داغ بگڑا کے دیکھ لے
 اس زلف عنبر کی یہ بڑے جھکا دیا
 اے رشک ماہمک تو لب نام پر تو آ
 بایں تک نہ آیا دم واپس بھی تو
 یارب سننے سے نام کے جس کے ہوں بے قرار
 ہے روز و شب اُسے تھے دیدار کی ہوس
 گردل میں ہے تھے گل و گلزار کی ہوس
 دل سے نکالی ناقہ ناما کی ہوس
 ایک خلق کو اب ہے تھے دیدار کی ہوس
 نکلی نہ دل سے یہ تھے بیدار کی ہوس
 ہے دیکھنے کی اُس ہست طرار کی ہوس

کہ ایک غزل بدل کے رویت اور بھر میں
 عالم کو ہے ولا تری گفتار کی ہوس



عمد و بیاں شکن ایسا ہے تو خوشنوا کہ میں
 سچ بتا دات کو جاگا ہے کہاں لے میخوار
 کیا بیاں آہ کر دل جو رجھا کا تیرے
 ہنشیں میر جن کی مجھے تکلیف دے
 جو ولا کہتا ہے خدمت میں پذیرا ہی میں
 تری ہر بات میں دیکھا ہے یہ بتا کر کہ میں
 خوں چکیدہ ہی تری رستی ہے تلوار کہ میں
 چشم غمور تری ایسی ہے سرشار کہ میں
 یہ آٹھائے میں تھے ہاتھ سے آزار کہ میں
 داغ سینے کے یہاں ایسے ہیں گلزار کہ میں



تھی ہم آغوش کی جن کو ہست و سفاک ہوس
 ہو گیا گل کی نمط گو کہ ہزاروں ٹکڑے
 اس کے جوشن کے دریا کے بہنور میں ڈوبا
 چاہے گرد و ہوا لاشیں عصیاں رو کر
 بخدا ڈر سے تیرے بات نہ آئی لب تک
 جلوہ گر ہو وہ اگر رشک و چہار و ہم
 لے گئے تھے تھے ہاتھوں سے شرفاک ہوس
 آہ نکلی نہ تیری اسے دل صد چاک ہوس
 لے گیا تیرے کی وہ بھی ہی میں پیراک ہوس
 دامن دل سے ہر ایک آن کو کر پاک ہوس
 دل کی دل ہی میں رہی ہے بہت چپاک ہوس
 پیچھے سے ہی یہی زیرِ شجر تاک ہوس

کر نظر ہر کی اس ذرہ پرتا ہو خود مشید
ہے دلا کے بھی دل کی شہِ روک ہو

○

کب سوختہ دلوں کو بھر پر شاہک کی ہوس
بہل سا کیوں نہ توڑ پھے وہ اسے شہسوار حسن
دست چنوں سے گو کہ ہوا ہے یہ تار تار
گو ایک جہاں کو اُس نے تہ تیغ کر دیا
جو کہل میں چھین کر مرے دل کو ہے لے گیا
ہانکھوں میں جو دے بے فضا تیرے عشق کا
اس شعلہ رو کی دوری نے سب خاک کی ہوس
جو جس کے سر کوخت تھے فزاک کی ہوس
دستی کی جیب کی نہ گئی چاک کی ہوس
تو بھی نہ نکلی اُس سے سب سفاک کی ہوس
ہے دہ کی بجے اُسی بے باک کی ہوس
اے لالہ رُو نہیں اُسے تریاک کی ہوس

ایک پل میں گو کہ اشکوں کا دریا بہا دیا
نکلی وہ آنہ دیدہ نمناک کی ہوس

روایتِ اشیں

کچھ میں ہی صد اپ نہیں جاتاں ہمدن گوش
گفتا کے سننے کو تیری غیرت گزار
تا قوس کو لے دیر میں پھونکا جو صنم نے
گویا جو تے دست ہیں میں اہل چمن ہیں
خاکوش نرہ یار ذرہ بول کہ تیرے
بن میں جو دو مطرب کچھ گانے لگا بروا
جب یہ لب و لہجہ ہو تو عشاق کا سن کر
وہ محفلِ عریاں میں ہوا جا کے وہ گویا
کس شکل کروں بات کہ اسے غیرتِ دست
خود اُس کے یہ ہدم ہے کلام نکلیں کا
نغمہ مر اسن دہرا ہے یکساں ہمدن گوش
گلشن میں ہوئے مرغِ گلستاں ہمدن گوش
بس ہو ہی گئے سن کے دہیاں ہمدن گوش
گلشن میں ہے ہر گل کا نایاں ہمدن گوش
سننے کو سن کے ہیں سن داں ہمدن گوش
یکسر ہوئے آہوئے بیا باں ہمدن گوش
پھر کیونکہ ہو اسے شہِ خواہاں ہمدن گوش
لے صاحبِ رخا نہ سے ہیں مہاں ہمدن گوش
ہیں گردے خویش و عزیزاں ہمدن گوش
کفت کوئی نہ بھوکہ ہے عاں ہمدن گوش

از بس تیری گویائی کے مشتاق ہیں پیائے
ہیں ابی زیں عشق کے سناں ہر تن گردش
شیریں سخن سے حیرتی مست پوچھ دلا کا
جوں خانہ زنجور ہے ہاتھ ہاتھ تن گردش



ہوں سادے زمانے کے اگر کامیاب
کہہ کہہ کے اسے تابکجا یاد دلاؤں
جب سے نظر آیا ہے تو اسے غیرت گلزار
قاصد نے اسے دیکھ کے جو ہوش کے گم
دو قروا سے نابکے گر ہوئے تو اسے شیخ
ہے اس کا تصور جو صبا آگھول میں لٹا
اس غیرت گلشن کو اگر دیکھے خراماں
کیا شرح دل زار کروں عشق میں اس کے
سے کون خبر آد اسیران چین کی
غرض عالمی اپنی کا گلا کیا کروں تجھے

جب سے نظر آیا ہے دلا آو وہ جسکو
بکھنت ہے تب نے مجھے آرام فراموش



ہر ایک ناوک و مزگان نے یوں کیا دل لیش
کروں میں راہم کس آئیں سے اس بست ہیں کو
خدا کرے کہ وہ ہو مستلا کسی جاگ
قدم اٹھائے چلے آؤ گھر تمہارا ہے
سپاہی زاوے سے آنکھیں کوئی لواتا ہے
لگے ہے زخم پہ جوں زخم نمیش پر جوں نمیش
ستم سے باز آتا نہیں ہے کافر کیش
جو قدر عشق ہو معلوم اس کو تا کہ ویش
نہ دل میں اپنے ذرا کیجئے آپ کچھ ہیں ویش
خدا ہی جانے کہ آوے گی کیا بلا دریش

کہے ہے ذکرِ نکاح و س مکے کا کیوں لے دل رکھے شوکتِ شباب سے کام کیا درویش
 دلا نہ پوچھ تو اپنا لے جنس کا اعمال
 مثل جہاں میں ہے مشورِ خویش وہی ہے خویش

○

اشق ہے مجھے سینے سے یں متصل آتش گویا شجرِ طور سے ہے مشعل آتش
 اے اارو تجھے نہ فقط داغ بگر ہے جوں انگرِ بحر ہے مرے تن میں دل آتش
 تجھ عشق کی آتش سے نہیں کوہِ بھی خالی ہر سنگ میں رہتی ہے سدا متصل آتش
 ہے کس کے تپ عشق سے ہں کو یرِ قابل ہر لحظہ جہر ماتی ہے پڑی متصل آتش
 آغنا ہے جگر سے میرے وہ شعلہ جہاں ہوز ہو جائے نظر کرتے ہی جس کو شعلہ آتش
 کیا بات کہے رو برداس کے کوئی ہاکر رکھتا ہے مزاج اپنا وہ پیاں گل آتش

اُس عشق کی آتش سے دلا خلق جو ہے
 ہو ویکہ جسم کی جسے متفضل آتش

ردیفِ الساد

ہمیشہ خلق میں رکھا اپنا تو شعارِ اخلاص کہ بارغِ خلق میں رکھتا ہے کیا ہمارا اخلاص
 نہیں ہے ایک بھی حرفِ دوئی کو گنجِ کش یہ اُس کے میرے ہے بے تدبیرِ شمارِ اخلاص
 کہے ہو یک بیک اخلاص کوئی اپنے سے تو اُس سے آپ بھی کیجئے ہزار بار اخلاص
 ہوں یہی ہے مرے دل میں ایک مدت سے کبھی تو ہم سے بھی کر آ کے اے نگارِ اخلاص

دلا جو خواہے غفلت کے کھل گئیں آنکھیں

ہمارے غم کا دیکھ جہاں میں بارِ اخلاص

ردیفِ الضاد

دیکھ کر شرم سے تیرا وہ درخشاں عارض پر دہ ابر میں مہ کرتا ہے نہس عارض
 سبزہ میں چھپے کہ ہو مرغی گلِ جملوہ نسا سبزہ خط میں تیرے یوں ہے نمایاں عارض

مند لیباں ہمیں دیکھ کے ہیں زمر سرسبز
کیا شگفتہ ہیں ترے ہوں گل خداں ماضی
عشوہ ناز قرار ہے نہ فقط الفت جہاں
دل جلاتے ہیں جو کچھ تیرے مری جاں ماضی
کبے شوق ہوں لگ کھول لے چہرے سے نقاب
اک قورہ اپنے دکھاوے مثلاً خواہاں ماضی
جن کے دیکھے سے شگفتہ ہوں ہر ایک غنچہ دل
یا دلیسے ہیں ترے رشکِ گستاں ماضی
عرق آورہ زرخ اُس کے کو قلا کیا کینے

گلِ چشمنہ ہے پڑی یا عرق افشاں ماضی



مغفل عالم میں ہے ساغر سے فیض
ہے ہیں اپنی ہی چشم تر سے فیض
اُس کے پر تو سے ضیا ہے مہر کو
ہے یہ جگ میں اُس کی نور سے فیض
جاں فدا ہے بڑے ذات اُس کی ہو کب
ہے مشامِ خلق کو منبر سے فیض
اُس کے تو دشت نام سے واقف نہیں
عشق میں کس کو ہوا دلبر سے فیض
صل ایسے اپنے اک برس تو دے
تا کہ عاشق کو ہواں گوہر سے فیض
میں کڑا دلی سخن میں ہے میرے
خلق کو ہے میرے شعر تر سے فیض
دے دلا خروہ یہ توہ حساب کو
حشر میں ہے ساقی کو تر سے فیض

و دلیت الطاء

کیوں نہ ہو سبز خط کو گلِ رخسار سے ربط
خدا کو گل سے ہے اور گل کو خدا سے ربط
طرقِ صحبت ہے کہ وہ بات بھی سُفتا ہی نہیں
خلق کتنی ہے نہت اُس کو ہے دلازار سے ربط
صل لب سے تو دے صل میں کو تشبیہ
سنگ کو کیا ہے بھلا صل گمراہ سے ربط
مذہبِ عشق میں وہی بخدا مومن ہے
اے صم رکھتا ہے جو تجھ سے طرازِ صل ربط

مجھے مفتوں کا نہ ہو مالِ دیدار و لا

چشمِ عشاق کو ہے حسنِ طرہ سے ربط

روایت افلا

عند لیہوں کو کہاں ہے گا وہ گھڑا رکھا حظ
شعشع ماں گر یہ وہ پروانہ صفت سوز و گداز
پھیں گیا ناوک مڑاگاں سے ہر یک تخت بگر
کبھی گک جانا ہر ایک بات میں دشنام کمی
لذت و شہ جنوں کیا کہوں ہم دم جیسے
دم شمشیر میں اُس کے ہے یہاں آبِ حیات

شب بھراں کی مصیبت کو مگر بھول گیا

وصل کے روز جتنا ہے دلا یا رکھا حظ

روایت البین

دماغ اس کا خلک پر ہے خلق کی یہ رجوع
نہ ہووے جمع پر شاں جو میرے آنے سے
بیاں میں آنہیں سکتی خسو کی تحسیر
ہے ابر و سبز لب چہ ہے اور دور خلک ہوا
کروں وہ بات میں کر ترک در و دل اپنا
نہ منہ پہ چلے میرے آرزو اور ہوگا تو

دلا نہ دل پہ ہو کیوں نقش اُس پری کی شکل

کہ جس کے حسن کا عالم میں ہر طرف ہے شیوع

پردانہ بے سبب نہیں ہوتا منشا رشح
خوار شد تیرے کھڑے پہ صدقے ہو دیکھ کر
ہاے میں سوز دل نہ نہاں ہو سکامرا
دہ رشح رو ہوا ہے مگر شب دو چار رشح
پردانہ جس طرح سے ہوا کر نشا رشح
خافوس میں چھپے ہے کوئی اضطرا رشح

دم پختے شب جو آہ کا شعلہ بھر دے گی ناگہ بصورتِ نفس شعلہ بارِ شمع
اس طرح سے دلا کا ہر ایک سوئے تن جلا
آتش میں جس طرح سے جلے تار تارِ شمع

کس شمع رو کے غم میں یہ ہے اشکِ بارِ شمع ماتم میں کس کے رہتی ہے یوں سو گوارِ شمع
یعنی بلائے جاں ہے یہ روشنیِ طبع روتی اسی خیال میں ہے زارِ زارِ شمع
از بس زباں و رازی پہ اپنی ہے وہ مصر ہر بات پر کٹاتی ہے سر بار بارِ شمع
تجھ کو ہی ایک حال سے میرے نہیں خبر ورنہ غمِ تنگ میں ہے اٹک بارِ شمع
ہن تیرے روتے روتے ہی گذرا دلا کو دن
روتی ہے جیسے رات کو زار و زارِ شمع

رویتِ انیس

گرسے وہ غنچہ دہن دل ہو بارِ باغ فرحتِ الہ زار ہوں سینے کی داغ و داغ
ساتی یہ کام کس لبِ گلفام سے پڑا جو سرخ اس قدر نظر آیا سے اباغ
ہن دیکھے جس کے چینِ نول کو قرار ہے اُس ہرزہ گرد کا مجھے کیوں کٹے سراغ
جس جاچن تھا اور تھی آوازِ عندلیب یا اُس مقام پر نظر آوے ہے زاغ و داغ
جو دم ہی اُس کی یاد میں گزرے اگر دلا
صدِ شکوہ ہے جو دیوے ملکِ آشاہیِ فراغ

یہی ہے اگر دگر گرسے زمانہ جب کہ فراغ کہ سیرِ باغ ہو سینا ہو ساقی اور یاغ
ٹھنڈے تو خاکِ نشینوں کی بات کیا نکلیں ہے ان دنوں میں ترا کچھ ملک پہ یا دِ داغ
کیا ہے عزمِ سفرِ لالہ رونےِ غمِ شیں میں مجب طرح کا دیا ہے مجھے یہ داغ و داغ
گیا ہے پہلو سے میرے وہ شمعِ زوہب کا پڑا ہے گلِ مرے دل کے نگر کا آہِ چراغ

مست آشیانہ طبل کو باغیاں تو آجھاڑ
کہ عند لب محوش آہنگ سے ہے زینتِ باغ
سدا خاک نے رکھا غیر جنس میں جبکہ
مٹ جہاں میں جوں ہم قفس ہوں طوطی و ذراغ
تلاش و کوشش اس کی کہاں کہاں کرنی
غرض نہ پایا و تائیں نے اس کا کچھ بھی سراغ



بھاتے ہیں کس کو ہو ویں یہاں گو ہزار باغ
عاض پناہ کے سنبل ویرجھان ہے زینتِ باغ
طبل کرے ہے شور و فغاں جوں ہمار میں
گلگشت کی ہوس ہے تو آدیکہ داغ دل
گل رو بنیر تیرے یہ دل کو ہے بے کلی
فصل خواہ میں وصل کے دن شبنمِ ندیب
یاد آتا ہے دلا مجھے بے اختیار باغ

روایتِ ثانیہ

جوں سایہ جوڑ خلا سو پری زاو کی طرف
میں ہی منتھانہ نحو ہوں نامح جہاں کا دل
تا زوا و اسے گرد و غماں جہن ہیں آئے
دیکھ اس کی شکل عالم تصویر ہو گئے
جو پاوے چاشنی لب شیریں کی تیرے پار
فرصت ہے امنی اسے دم نہج کہ وقتِ ناز
ہے جاں کنی میں طائر جہاں جلد لے خبر
جاں اپنی کھودی عشق میں شیریں کے گرجا
یکبار جوں رواں رگ بہنوں سے ہو گیا
کوئی نہیں ہے اس دلِ ناشاد کی طرف
مائل ہے اس کے حبیبِ خدا واد کی طرف
دیکھے کوئی نہ سرو نہ شمشاد کی طرف
دیکھو تو کوئی مانی وہ ہزار کی طرف
دش پھر نہ وہ کرے کبھی تناد کی طرف
بھر کر نظر میں دیکھ لوں جلا ر کی طرف
پہنچائے کوئی پیام یہ حیات کی طرف
لیکن ذی انظار کو ہی نے فراو کی طرف
دیکھا نہ نیشتر کو نہ فضا ر کی طرف

یارب واکو دولت دارین کر نصیب
چشم امید ہے تری امداد کی طرف



گربا تو سے وہ اپنے دے جام بے تکلف
تو کیا کیش خوشی سے ایام بے تکلف

مطلع ثانی

جو منہ میں آوے کہ تو خود کام بے تکلف
مدت سے آرزو ہے اسے غیر تیرا میسا
اسے عندلیب نالایق دل میں ہے یہ تمنا
اس زلفت سے تو دل کو مطلق نہیں رہائی
بھروسا نس بھی نہ لینے دیکھا کسی کو ہم نے
گرد دیکھے چال اس کی کبک دردی نجل ہو
یہ شجر حرم سے کیتو بانہ چلے دل میں اپنے

وقت میں اب کسی کی دلی جان ہی دلائے
آغاز عشق کا ہے انجام بے تکلف



دیکھوں ہوں جس کو ہے وہ دلا رام کی طرف
سب ہم صغیر باغ کو پر واز کر گئے
آنگھوں میں اپنی خار ہے کیا سبزہ بہار
جس دم کس کے کوچے میں جاتا ہوں وہ تو
دیکھا نہ جام جم میں ہو سو یار دیکھو سیو
نے سبزہ زار بجائے ہے نے گلشن اسے صبا
بے اختیار بھول ہی جاوے وہ چال کو
ہو کون دیکھئے دل ناکام کی طرف
میتا و ہم کو لائی قضا ورام کی طرف
دیکھا ہے جب اس رخ گفنام کی طرف
وحشی سا دیکھتا ہوں درو بام کی طرف
دو قرطبی سے ہاتھ بڑھا جام کی طرف
جب سے نظر پڑی ہے گل اندام کی طرف
دیکھے کبھی جو کبک ترے کام کی طرف

آنکھوں پر پیرے ہے بجلا کیوں تو گھر بگھر کچھ تو رہے خیال تجھے نام کی طرف
جب سے نظر پڑا ہے وہ بیدار بجگہ آہ راجب نہیں ہے دل مرادام کی طرف
تبدیل کے قافیہ کہ ایک غزل ولا
منظر ہو عشق کے انجام کی طرف



مائل یوں دل ہے زلف گرہ گیر کی طرف بختوں کی جوں نگاہ ہو زنجیر کی طرف

مطلع ثانی

حسرت سے دیکھوں ہوں اکی تنہا کی طرف لاقی قضا ہے جس کو ترے تیر کی طرف

مطلع ثالث

یا رو سہمی ہوا اس رات بے چر کی طرف بقتلہ جو کوئی دل دیکھ کر کی طرف
بہتر اور تانی دوڑیں رنگ رہ گئے دیکھا جو آنکھ بھر تری تصویر کی طرف
اس ناز میں کے عشق نے جہ نام کر دیا درد نہیں ہے دل مٹا شیر کی طرف
دل خاند خدا ہے نہ ڈسا شیخ کر خیال اس صانع قدیم کی تعمیر کی طرف
ہے خاک آستان کی تری جس کو آرزو اس کی کہاں نگاہ ہے اکبر کی طرف
اپنے کرم سے بخش دے ہن پوچھے یا الہ مت دیکھو اک ذرا میری تعمیر کی طرف

دور پہنچی سخن کا ولا کیا بیساں کروں

ہراک کا وحیان ہے تری تقریر کی طرف

روایت قاف

جس رنگ کہ ہوا لہ سے کسار کی رونق راغزوں سے ہے میرے یہ حق زار کی رونق

مطلع ثانی

گل دیکھ غفل ہے تیرے رخسار کی رونق اور کھوئی صاحب نے سمن زار کی رونق
کس زلف منبر کی یہ بکھست سے صبا کہ یکسر ہی گئی جس سے کہ تار کی رونق

روشن ہو کرے آنے سے یوں خاندانیک
 کوئی جس جس جنت کا نہ خواہاں تھا عین
 اے جانِ جہاں محفلِ خواہاں سے نہ جاتو
 یوں گوہرِ دماں ہیں وہیں میں تیرے نریا
 رنگیں نہ ہو کس رنگ بھلا قیس کی وادی
 اس شمعِ شبستاں سے سدا بزم ہے روشن
 ہوں جلوہ سر سے ہر شبہ تار کی رونق
 یوسف سے ہوئی مصر کے بازار کی رونق
 ہے مردک ویدہ حلقہ کی رونق
 ہوں دُرج میں مکی دیو شہوار کی رونق
 ہے عینِ کعبہ پاس ہر اک خار کی رونق
 اور اُس سے فزول طرہ طرار کی رونق

ہو دست و آکھیا گھرِ قلم کا تیرے

ہر دُرج سخن ہے تیرا اشعار کی رونق

○

گزر ہاں کرتی رہے اس سخن سے تقریرِ عشق
 دل میں نقش کا لہر ہے تیری صورت کھنیاں
 پس گیا دُکھ مڑو سے غصہ دل بیکشت آہ
 عشق نے یلے دشوں کے کرنا بجنوں صفت
 ہر طرف سے شور ہے زنجیر کی بھنکار کا
 کیا خبر ہے تجھ کاں ابرو کو میری آہ کا
 مانعِ عشقِ بیاں تاج نہو بہرِ خدا
 زخمی تیر دستانِ غنچہ کا جاں برو تو ہو
 ہوں سخرِ ذرا ہاں لبشہرِ توین سے

ہوگی تو اس غور و کے دل میں بجا تاخیرِ عشق
 کیا تصور کے تصور سے لکھن تصورِ عشق
 ناوکو بیدا ہے یارب عجب یہ تیرِ عشق
 بن نہیں آتی ہے کچھ میں کیا کروں تیرِ عشق
 آج دیوانوں کو کچھ منظور ہے تشہیرِ عشق
 وہی جانے ہے لگا ہے جس کے دل میں تیرِ عشق
 جس کو رسوائی تو بچا ہے وہ ہے تویرِ عشق
 یک وہ جاں برنو جس کے لگی ضمیرِ عشق
 یک نقش ایسا نہ دیکھا جس سے تویرِ عشق

ہے عیش تیر تیری اے دلا ہو گا وہی

لکھ گیا روزِ ازل جو نشیۂ تقدیرِ عشق

دل

آٹا تا ہی رہا تیرے سدا ہو روحِ عاشق
 نہ دیکھا ہو گا ایسا کوئی اپنا با وفا عاشق

اور دوشوہ و طمرے سے زیادہ تر قبضہ ہے نہ کیوں کہ جو بھلا تھو پر دل دھاں سے خداشن
 ترے باعث سے عالم میں ہوئی ہے سخت تسوئی نہ ہوتا کا شکے صورت کا تیری آشتنا عاشق
 ترے کوہے میں ہم تو مر گئے لیکن کہیں تو نے نہ پا چھا مر رہا آٹھ گیا یا کیسا ہوا عاشق
 یہ آو سر دورنگ بذر جے تیرے ہوا ثابہت
 ہوا ہے ان دنوں تو بھی کسی جاگہ دلا عاشق

روایت الکاف

کیا ہو سر سبز سخن اس کے دہن کے نزدیک بات ہو دل شکنی جس کے سخن کے نزدیک
 کیا نزاکت کا بیاں کیجئے سبحان اللہ خار ہے ہر دگ گل اس کے بدن کے نزدیک
 لذت بوسہ کس منہ سے زباں پر لاوے لب عاشق جو نہ ہو سیب و فن کے نزدیک
 حکمت و لذت سے اس کی ہوئے مست اہل حق لے گئی بو جو صبا شہر خستن کے نزدیک
 کیا بیاں بجر کا ہے وصل میں یوں گزریے آہ جل کے جوں ڈھیر ہوں پڑائے گلن کے نزدیک
 باغباں در پئے آزار نہ ہو مہل کے آشیاں رہنے دے اس کا تو چمن کے نزدیک
 ہم نشیں بارغ جہاں گو کہ لے غسرت میں ہے جہنم وہ ہیں اپنے وطن کے نزدیک
 اسے دلا چشم تامل سے جو میں نے دیکھا
 اور سب فن ہیں غلط عشق کے فن کے نزدیک



اس شمع رو کے عشق میں دل یوں ہے تن میں خاک پروانہ جس طرح سے ہو جل کر گلن میں خاک
 قاتل ذرا گذر ترے پاؤں سے لیے اب تک شہیدوں کی ہے پڑی سائے دل میں خاک
 مطعون اس کے عشق میں کرتا ہے دہم و دم یارب شباب ہو دہن طعنہ زن میں خاک
 اعضا سے اپنے زور جراتی ہی جب گیا باقی رہا پھر آگے دلا یک بدن میں خاک
 یا تھی ہمارے سبزہ و گل لار و کسمن یا یک بیک خواں نے اڑائی چمن میں خاک
 اسباب ہمیشہ گو کہ میت ہے ساقیا وہ شمع رو نہیں ہے تو ہے انجمن میں خاک

یا رو اپنے نجاست مزارِ غیبی سے
تھوڑی سی دیکھو اپنے دلا کے گفن میں خاک

○

اے گھبرن بھونڈا سے تو چمن کی خاک
بادخزاں نے کھوئی چمن کی ہمارے
سے آرزو یہی کہ کروں طوطیائے چشم
بٹولے گئی ہے جب سے تری زلف کی فیہم
جس بزم میں کہ ذکرِ قرا ہو سے شمعِ رو
شہرہ یہ اپنے عشق کا اب ہے جہان میں
قاتل ترے شہیدوں کے لہو سے اب تک

دامن پہ تیرے ہے یہ پڑی میرے تن کی خاک
نے سبز ہے نہ گل نہ رہی لستر کی خاک
پاؤں بھاس کی یا دو کبھی میں چرن کی خاک
خوشبو ہر یک سو ہے سوا دشمن کی خاک
پردانہ ساں ہوں میں بھی اسی انجمن کی خاک
نے قیس کا نشان رہا ہے کو کچن کی خاک
آدیکھ لے کہ لال ہے یہ سارے دن کی خاک

اب ہند سے بلاے شہرِ کربلا سے
زنجیر پا ہوئی ہے دلا کو دمن کی خاک

○

عشق کی اپنے خبر کیوں کہ گئی یا رنگ
رو برو سے مرے مت جائیو اے آئینہ رو
رنگِ صدیہ سنہِ مصری ہے وہ ماوتاباں
کس کہاں ابرو کا یہ تیر جسکے سے گزرا
دوستِ ضعیف سے پہنچی ہے یہ نوبت اپنی
ذہبت موقوف مری تھپ ہے اے عینی وقت
کیونکہ ہووے گا میرے تن سے منکر قاتل
بزمِ رنواں میں لکھوے سے تو انکار اے شیخ

ضمیں پہنچا ہے ابی راتوں انھا رنگ
جانِ مشتاق بلب ہے ترے دیوار رنگ
دھوم اُس کی نہ فقط مصر کے ہزار رنگ
نہیں پاتا ہوں نشان جس کے میں سوز رنگ
پہنچ سکتا ہی ضمیں کو چہ دلاوار رنگ
جلد پہنچائیے اپنے تئیں، بیسار رنگ
خون میرے کے ہیں شاہِ درد و دلاوار رنگ
ورنہ قہرِ گاترے جہدِ دستار رنگ

کب خوش آتی ہے دلا گر ہو صدائے میل
فارِ آنکھوں میں ہے اس پن گل و گلزار رنگ

سبا پیام یہ لے جا مرا تو یا رنلک
کب اپنا پنپے سر چیب تا ہر امن گل
گئے گھر اُس کے وہ ہیں تم قراڑیں سے کیا
نہ کچھ کہیں گے بغیر از دعا تجھے پیار سے
کڑوڑ بھیج ہوئی اختفار میں قاتل
بیان میں کیا کروں احوال حیب و دامن کا
کہ رنج کیجے قدم اپنے خاکسار تلک
کہ رنگ رکنا ہے دامن سے میرے خد تلک
ہمائے اپنے نہ مشتاق وہے قرار تلک
تو گایاں دے اگر ایک سے ہزار تلک
شہید اپنے کے آیا نہ تو مزار تلک
رہا نہ دست جنوں سے بھی ایک تار تلک
یہ کج روی نے تلک کی دلا کیسا عاجز
کہ پنپنا ہوا دشوار کوئے یار تلک

روایت اللام

ننگ آسا ہے اُس کا کینہ دل
سے گا شورش پر عشق کا دریا
تیرے مشتاق رہتے ہیں ہر دم
لش جس دل پہ ہو نہ نام ترا
عشق بازی میں جی کا صرف کیا
کروں آنکھوں سے روز و شب غالی
تو ہی رہتا ہے جب زتب لے ہاں
ہو زرف نغہ راز کب افشا
نارک اپنا ہے آگینہ دل
پار ہو کس طسرح سفینہ دل
چشم و لب گوش و جان و سینہ دل
ہے وہ کس کام کا نگینہ دل
جان ہے خدمت کینہ دل
اصل و دُر سے خورینہ غم دل
تیری جسا ہے مرا برینہ دل
کہ ہے ایک طرے دھینہ دل

قصہ گرہام پہ ہے مہ رو پاس

تو یہ حاضر و آلا ہے زینہ دل



شبنم فطرس ہے نہ گریاں برائے گل
یہ موسم ہمار میں ہے شورش جنوں
جیل سدا کرے ہے نرا ہائے گل
ہے پاک سو جگہ سے جگر جوں قبائے گل

ہر شاخ گل پہ بھول کے بھل نہ بھول بیٹھ
سوچ نہ سیم ہو گئی تو خجیر پاؤں نہیں
کہہ منہ لب گل پہ نہ شیدا ہوئی ہے آج
آثار کچھ خزاں کا نہ آوے کہیں غم
پوچھے ہے ہمسفر خبر کیا چمن کی تو
نیرنگی خاک سے جسگر داغ ہو گیا
نک غور کر کے دیکھ نہیں کچھ بھائے گل
جو افسانہ چمن میں ہوا آشنائے گل
اے باغیاں ازل سے ہے وہ جہانے گل
ہووے جہاں میں جس گمزی نشوونمائے گل
ہیں خار و مسموم تمام دہاں اب بھائے گل
کیا کیا ملائے خاک میں انوس ہائے گل

دل بستگی نہ کر چمن و مسمومیں ولا
آتی نہیں مشام میں بوئے و قلعے گل

مست پر چھٹکوں نے چلا دل
حال دل زار کیا سناؤں
نک دیکھ کنکھیوں سے تو ظالم
چھوٹا دم ذریست وہ نہ طائر
کیا پوچھو ہو حال رفتگاں سے
چل باد نسیم لاجبیر تو
بادائے ہے وہ غریق رحمت
ہر شام و سحر اے جان تیری

کہتا مرا مان سے ولا تو
ہرگز نہ کہی کہیں لگا دل

لاوے گی اے کھینچ کے ایدہ مریش دل
کہتا ہے ہر لمحہ یہاں پار و طاقت
کرتی ہے اثر اپنا مقرر پیش دل
ہوتی ہے ہر یک لحظہ فردن تر پیش دل

مفسد ہوئی آپ کا دل پہنچے میں صاحب
 یہ بندہ ذرا اپنی کہے گر طیشِ دل
 کب ہو گیا برق سے دیکھ ہے وہ بیڈ
 جو کچھ کہستم کرتی ہے مجھ پر طیشِ دل
 یہ جتنی بھلا کس سے شہر ہو کہیں وہ
 ہو عشق کی دوست سے میری طیشِ دل
 کس طرح نہ پہنچے چہ رکھوں ہاتھ کہ ہم
 رہتی ہے یہاں پہنچے میں کفر طیشِ دل
 گو مر گئے ہم ایک دلا خاک پہ اپنی
 نت رکتے ہے ہنگامہ عشر طیشِ دل

○

کب کر سکے ہوسری روئے یا رنگل
 گل کیا ہے ایک داغ ہے اور وہ غبار گل
 کیا دشمنی تھی تجھ کو بھلا اے نسیم صبح
 اس طرح سے جو کی مری شمع مزار گل
 ولدا وہ کس کے سادھوں شاخ گل پہ ہے
 جو شاخ گل نے ہاتھ پہ کھائے ہزار گل
 اللہ سے ناز کی کر کر کھائے ہے لچک
 سر ہر دیکھے اٹھا کے جو وہ گلزار گل
 تو کہ خزا پہ جلوہ تخت جس گہے یوں
 کرتی ہے تو کو خار پہ جیسی ہزار گل
 کیوں کر بھلا نہ گل کا گریباں گیر ہوں
 جب اس طرح سے اس کے گلے کا بہار گل
 تخلیقت دے دے سپر چمن کی ہیں دلا
 دل پر ہجوم داغ سے ہیں بے شمار گل

○

افسوس پڑا زبانت کے پہنچے میں مرادل
 امید رہائی نہیں اس طرح پھنسا دل
 قرباں تری رفتار پہ نت لگک وری ہے
 میرا ہی نہ اس چال سے پا مال ہوا دل
 ہوسے کے بیک نقد پہ تھی دل کی میرے جنس
 گروہ نہیں ملتا ہے تو پھر پھر دے لا دل
 بے شیریں لبوں کی تجھے اب تلخیِ فرقت
 ہر دم تجھے سمجھاتے تھے چمکانہ مزا دل
 کیا کیا نہ کئے جو روح جفا تو لے دیکھن
 ہوتا ہی رہا مرد و فلا سے یہ خدا دل
 آشفستگیِ حال دلا کیسے کے ناسمج
 اس رنگ پر ہی چہرہ پہ دیوانہ ہوا دل

نہ ہو پیش رفت اس سے تدبیر دل
 کیا بخ کو سودائی اس زحمت نے
 تصور میں اس کے میں حیران ہوں
 ہوس کیا کی نہیں ہے بکے
 دو عالم کے نتیجے سے گو ہے بلند
 نہ کر شروع قبر زبانی نہ کر
 سمجھتا نہیں تو زخا نہ خواب
 اگر ہے تو تفصیر ہے چشم کی
 کہوں کس سے میں حال اپنا دلا
 سمجھتا نہیں کوئی تفسیر دل



ہر چند کہ کرتا ہی رہا پردکش دل
 بے چین اگر دمکتی ہے بخ کو زخا و روز
 اس ہے سدا ایک زرد داغ ہماں ہاتھ
 گو بھر ہے ہر پاس ہے تو کیونکہ وہ نقشہ
 اس نامہ دہر سے الفت کی بدولت
 بیتابی کی سوچے ہے اسے ایک رہ آواز
 پر بھ سے رہی ایک نہ ایک نہ طیش دل
 تاثیر کر اس کو بھی کچھ اب اسے طیش دل
 یہ کچھ ہے مرے واسطے داد و دہش دل
 دولت سے تصور کی ہوا نقش دل
 غم بگ و غم ہے اب آب و غم دل
 دوری سے قری یا ریسے اب روح دل

اس ہذیہ الفت کو نہ کچھ پارچہ دلا تو
 لائی نہ اسے کھینچ کے آخ طیش دل

ردیف المسم

جبے رکھی ہے میں اس شروع کی وحشت زود چشم
 گر کھ پائے نگاہیں نہ ترے دیکھتے ہم
 نرگس آسایا کھل رہتی ہے حیرت زدہ چشم
 غم سے آلودہ نہ ہوئی کبھی محنت زدہ چشم

سختیاں بھر میں کیا کیا نہ اُٹاتی ہی رہی
چشمِ گم ہووے سراپا ہی مری شمعِ نطفہ
شور و افسان نہ کر آہِ چین میں بلبَل
موجِ زلی کیونکہ نہ ہوا شک کا طوفاں لٹل

دُجر ہے تابانی دل گر نہیں معلوم ولا

یاد میں کس کی پھر نکلتی ہے یہ اُلفتِ زود چشم

○

یہ دیکھے ہوں شوق سے اے جاں بہر تن چشم
سب تیرے ہی مشتاق ہیں دیکھا میں جدِ مرکو
تو سیرِ چمن میں تھا دلیسکن میں کہوں کیا
تنہا نہ ہیں ہی کو نغمہ ہوں فلک سے
گو تیر نگہ سے میں سراپا ہوں مشک
بلک چشم کے حلقہ سے نہ دوں تجھ کو بھٹکنے
ہوں تشنہ دیدار میں اتنا کہ نہ ہوں سیر
بلک گھر سے نکل دیکھ تو ہستابی پہ آکر
اُداس تیرے دیدار کے مشتاق بھی ہیں

قربانِ وفا کیوں نہ ہو پہلا نہ صفت جب

ہو تو میں تیری سر دجھاغاں ہم تن چشم

○

کوئی آٹا ہی کے اُس سے نہ پیغامِ تمام
خالی اُفتاد سے ہو یا ر کی محفلِ جب تک
سبزِ شباب کا ہے شوق یہ کس کے دل میں

آہ کے ساتھ ہوا عاشقِ ناکامِ تمام
بھری جائے گامیری عمر کا ہماںِ تمام
بادلِ پوشش جو آتے ہیں نظرِ بامِ تمام

شمع زور و فتنہ غرض ہے تو را کہ تیرے
 گر دہر دلنے ادا نام تمام
 بچکیاں سے سے کہیں کہیں مدد میں دو دہر
 یاد آتی ہیں تیری باتیں دل آرام تمام
 جان آنکھوں میں ہے سے جلد خبر آگے رخ
 ورنہ یاد تھا صبح ہے یا شام تمام
 کیونکر ناگن نہ کوں بہر میں پس عالم کا
 کام کرتی ہے تیری زلف سے کام تمام
 کڑھو گریہ سے اے چشم بہا یا تو نے
 نامہ جب یاد کا میں نے کیا ارقام تمام
 میں ہی تنہا نہیں کچھ عشق میں رسوا ہوں
 دہر میں اور بھی عشاق میں بدنام تمام
 دیکھ اے طائرِ دل گات میں مت آس کی
 خال کو دانہ بھر زلف کو تو دام تمام

غیب گواہ ہے نصیبی کر ہی آج دلا
 اس غزل کا ہوا کیا تجھ سے سراغ تمام



آچکا سبز خط تو بھی دوسرے ہے غلام
 جس کا آقا ہے یہ دیکھئے کیا ہوا غلام
 جس کے چہ نے کیا دونوں جہاں سے پہلو
 سا قیلا اور پلا اُس نے گلنام کا جام
 بیجب طرزِ زلفت ہے عوض دوسے کے
 جب نہ تب میں بھیجیں جو کے تو ہے غلام
 ہرزہ دہشی سے ذرا باز تم اپنے آؤ
 آؤ بیٹھو کوئی دم تو رکھو تم ہی آرام

بہر تیری ہے وہ روشنی گزرا ہے جہاں
 جس کے پر تو ہے دلا کا ہوا آفاق میں نام



یوں کر ہے میر عشاق وہ بدست قلم
 ہوں گلستاں کو کرے جا کوئی یک دست قلم
 دھت میں اس قدموزوں کے متفا رنگیں
 باندھے ہیں پلہ میں ہے مضمون زبردست قلم
 دزد دل میں ہے کچھ عشق کی تقصیر نہیں
 کر کے اثبات گنہ کیجئے پھر دست قلم
 تاکرے ماہی معنی کو بالفاظِ شکار
 باندھ کر بیٹھا ہے اس بحر میں ہے شست قلم
 دیکھ کر نقشہ رنگیں قدم بالا کا ترے
 قاصدِ سرور کو پھر کیوں نہ کہے ہست قلم

ایک نکتے کو ترے دھلت کے کب پہنچے وہ
 تیرے غم سے ہی نہیں سینہ اگر اس کا چاک
 لوحِ قریب پر ہر چند کس دستِ قلم
 کس لیے پٹے ہے صفحے پر سر و دستِ قلم
 روشنائی سے تری طبع کی دتہ ہے بلند
 ہے ولا دور نہ معلوم کہ ہے بہت قلم

○

بولے ہے کب کو سے قدح اور قدح سے ہم
 کیفیتِ انجمن کی یہ اور بوسے کا مزا
 لیتا ہے خوب دوست سے قدح اور قدح سے ہم
 ہے بھر گیا ہو سے قدح اور قدح سے ہم
 خداں ہے گفتگو سے قدح اور قدح سے ہم
 بے خود ہے جس کی بوسے قدح اور قدح سے ہم
 اس کے لہوں کو چسے قدح اور قدح سے ہم
 ہوصافِ مشست دلو سے قدح اور قدح سے ہم
 دحو آبِ دیدہ دل کی کدورت تو جس طرح
 کیا پوچھا ہے اس لب سے گون تلک ولا
 پہنچے ہے جستجو سے قدح اور قدح سے ہم

○

اشفقت ہے کس زلف کا یہ دل نہیں معلوم
 ڈھونڈوں میں کہاں جا کے اسے بارِ اہسا
 یہ صید ہے کس دام پر مائیں نہیں معلوم
 کیا ہو گیا پہلو سے میرا دل نہیں معلوم
 ہے کون ترے رخ کے مقابل نہیں معلوم
 اس چہرے کے کیوں ہوتے ہوساکی نہیں معلوم
 کچھ رتہ اشرفاں وارا دل نہیں معلوم
 اس ہرزہ گری کا مجھے حاصل نہیں معلوم
 اس مجسمِ غمِ عشق کا حاصل نہیں معلوم
 آئینے کو کیوں دیکھ کے جیسوان ہوا تو
 کرتا ہوں طلب بوسہ تو کہتا ہے وہ نہیں کر
 دشنام نہ دو کیوں کہ تمہیں آج تلک تو
 بیہودہ بگوسے کی طرح نست میں پھروں ہیں
 مزدور ہے تباہی کا مری کشتی دل کو

مرنے ہی میرے آہ عزیزوں کا خدا یا قی کس واسطے جوں تک ہوا دل نہیں معلوم
وہ برگ گل اس سینے پہ نشت بکھے تھے ہماری چھاتی پہ کیوں کر دوسری مل نہیں معلوم
گو کہ کچن و قیس مومنے عشق میں نیکن
اس فن میں واکا سا کوئی کامل نہیں معلوم



جہاں میں تجھ سا کوئی ہووے لالہ و معلوم ترا سا رنگ کسی گل کا ہووے سو معلوم
برنگ لالہ ہوا ہے یہ جو رقی اپنا یہ داغ عشق مجھت کا دور ہو معلوم
شیم و عطرو گل و یاسین ہووے ہزار کسی میں چاہے تیری ہی ہووے ہو معلوم
تو ہی خبر لے مرایض فراق کی اپنے دگر نہ تیرے سوا اس کا چارہ ہو معلوم
جو ایک لوسر میں انگلیں تو دو ہو سو دشمن یہی تو آپ سے ہووے گلا اور تو معلوم
ہوا میں اس لئے بیگانہ آشناؤں سے کسی طرح سے تو اپنا ہو یا سو معلوم
مزارج اُس کا بیاں کیا کروں میں لے ہم نہیں کچھ آج تک ہم کو اُس کی ہو معلوم
رہے ہے دو دو پہر اس کا کچھ نہیں مقام
جو مجھت آگے تھی اُس سے واکا ہے دو معلوم



انفوس دل کشیدہ کا قاتل نہیں معلوم ہے کس کی یہ شمشیر کا گل مل نہیں معلوم
دل شیفہ اُس رشک پری کا ہے کہ آسمان جس کی مجھے کچھ شکل و شکل نہیں معلوم
کیا جانئے کس رات مراد مست و مست کیا ہو یا ر کی گردن کا حائل نہیں معلوم
جوں رنگ رواں عشق کی وادی میں ہمیشہ چلتے ہیں چلے نہیں منزل نہیں معلوم
ترجہ ہے پناہوں میں جواب طائر دل بیاں کس تیر نگہ کا ہے یہ گمان نہیں معلوم
بمنوں کی طرح دشت میں بھنگوں ہوں میں کچھ کس سمت کو ہے یا ر کا محل نہیں معلوم

ہرگز خیر اُس بت کی نفس اب جو واکا کو
کس خواب میں رہتا ہے یہ قاتل نہیں معلوم

وصل کی راست بھی برسے نہیں پاسکتے ہیں
ایک دم جو کبھی تجھ سے نہیں ہوتے تھے جدا
باتیں اتنی نہ فریبندہ بننا وہم سے
کیا کہیں ہم کر تری تشددی خو کے ڈر سے
تا قافی کا ہے یہ زور کچھ ان روزوں میں
اب تو بیٹھے ہیں تہہ کو ہے میں ہم بھی ہم کے
ایک دلی اس نے نہ تہہ کا کھلا اپنے جواب
کیوں کہ اظہار محبت نہ ہو سب پر اپنا

تا کہا اب دل وحشی کا دقا تجھ کو سراغ
کبھی اس طرح کے گم گشتوں کو پاسکتے ہیں

①

عالم میں یوں تو بارو ہر چند مرجھیں ہیں
چہرے سے اُس نے اپنے جس دم نقاب اٹھا
جو ہیں ادائیں اُن میں دیکھی نہیں کسی میں
حیراں ہوں کیونکہ امتا شرماتے ہو پیار سے
فرما دو قیس و دانت اب ہیں کہاں جہاں ہیں
گر آئے ہو پیار سے تو شب کی شب رہو ختم
بہر خدائے ناخچ ملنے کو تو صدم کے
جھوٹے بھی اُس نے آکر پوجا کبھی نہ ہم کو

اب حال بے کسی پر کر جسم تو دلا کے
کہتے ہی ہیں ہر دم جو اُس کے ہم قریں ہیں

پر کیا کہوں میں اُن کی دے کس قدر حسیں ہیں
سے سرواں و پروں قربان حاد میں ہیں
کنے کو یوں تو بارو ہر چند مرجھیں ہیں
کیا کیا نہ باتیں آگے آئیں میں ہو گئیں ہیں
گر عاشقوں میں پوچھو ایک رو گئے ہیں ہیں
مدت ہوئی کہ باتیں باہم نہیں ہوئیں ہیں
مانع نہ ہو کہ اُس کے ہم بندے کسرو ہیں
وقت میں جس کی ہدم رکھتے دل حزیں ہیں

کس کس کی باتیں ہم نے ان کے لئے ہی ہیں
جب ان سے کچھ کموں بولیں میرے جھپٹا
بہرِ خدار جو چپ منہ مت کھلاؤ میرا
گر پچھتے ہو سوچ تم جھوٹے ہیں پیارے
جس جاگڑ ہو یا رو اس غیرتِ پردی کا
قاتل کی اب گلی میں دیکھو جو کوئی جا کر
دیکھا جو خواب ان کو دے آستانِ تمہیں دس
منہ سے تو ہاں کہیں ہیں پردہ ہی کہیں ہیں
باتیں بہت سی دل میں اب اپنے بھرائیں ہیں
ہیں راستی دے باتیں جھاپنے کہیں ہیں
مانند سایہ ہم کو دیکھو تو پھر وہ ہیں
جو میں وہاں پہو کی ہر ایک طرف نہیں ہیں

پڑا کر مری غزل کو کہنے لگا اسے یارو
تم حضرتِ واکا کو تک ڈھونڈھیں نہیں ہیں



جان ہیں دل ربا کسو کے ہیں
سرخِ لب سے ہے معلوم
ایسے ویوں سے دل یہ کب پہچا
اس چمن میں بساں بلبِ زار
الغرض شوخ ہیں بھبھو کے ہیں
یہ کہ تھننے مرے ہو کے ہیں
دیکھنے والے خوب روکے ہیں
تیرے خفاق رنگ و روکے ہیں
ہم تو وابستہ اسے واکا کسر
مگر شوخ تند خو کے ہیں



گریہ گل رنگ ہے از بس کو یار آستیں
شمع ساں ہے آستیں ہیں نگ اپنی شعلوں
رنگ تازہ رکھتا ہے ہر بہارِ چشم سے
گلفشانی گریہ غمزہ سے سنت رہتی ہے یاں
دشمنہ مچل سے نہیں کم تا دتا براستیں
سیلِ اشک گرم ہے از بس دو چار آستیں
گلستاں جیب و داماں لاندہ زار آستیں
ہے عجب رنگینی جیب و بہار آستیں
اے دلاچکے ہے یاں تک شرارِ اشک
اختہ تازہ رہے ہے رو بکار آستیں

بیمار کو ترے سوئے جی بھی رو نہیں
 کرتی ہے کیوں دماغ پریشان نسیم بچ
 گلگشت بوستان سے کیا دل تنگفتہ ہو
 گر ہے یہی جواب ہر ایک کا نہیں
 تاج نہیں یہ چاک گریباں کہ توئیے
 میں قصور دید کا اپنے ہے ورنہ یار
 نزدیک یوں ہر ایک کے ہر ایک خوب ہے
 دریا کشوں کو جام سے فکیں ہو کس طرح
 تیرے سوا تو اس کا کوئی چارہ جو نہیں
 اُس تازہ گل کی سی ترکی گل میں بو نہیں
 گل بھی بہائے خام ہے جس ہاکہ تو نہیں
 ہم کو بھی خیر آپ سے کچھ گفتگو نہیں
 جب دل ہو چاک پاک تو ہوتا رو نہیں
 کس جا ترا تصور نہیں اور تو نہیں
 لیکن جہاں میں تھسا کوئی خبر رو نہیں
 شیشہ لگا دے منہ سے ہرے گرسو نہیں

مافی اضمیر اپنی توڑ چھے ہے کیا دلا
 جو آرزوئے وصل کوئی آرزو نہیں

ہانگی ہوں ایک دوسرے میں گونہ کو رو نہیں
 آرام یا در زلفت میں ہر گز دلا نہ کر
 عالم رکھے ہے چشم نشے میں جھکی جھکی
 باتیں کرو ہزار تکلف سے کیسا ہوا
 رسوائی کا نہ بیم بھلنے خوف نامہ رنگ
 قاصد تو اس کے آنے کی لایا تو ہے خبر
 پر شرط ہے یہی کہ کسو سے کسو نہیں
 سونا ہے منہ یا سرِ شام سو نہیں
 پیادے ابھی تو گھڑے کو تو اپنے دھڑلے
 جاگہ ہمارے دل میں تمنا ہے سو نہیں
 پروا کس کی اس دل آوارہ کو نہیں
 لیکن سوائے اُس کے کوئی اور تو نہیں
 کیا دخل ہے کسو کی ہو تندریر کا رگر

تندریر کے سوا تو دلا اور ہو نہیں

وہ کہاں ہے چین میں ہی ہم کو اب ایک دم نہیں
 یاد میں اُس گل کی وقتا ہوں جو لے چکیاں
 کوئی دیکھا دے اس کی صورت اور نہ یاد ہم نہیں
 گر بھی حالت رہی ساقی تو اپنا دم نہیں

ہاں غلط جہاں کی کیفیت پہل میں کھلے
اشک گھٹکوں سے تہیں گھڑا ہے دامن مرا
سینہ کا وہی منت تصور میں رہے ہے شیریں اب
اُس کے رخساروں پہ ہے جس رنگ قطراتِ برق
کیا کہے جراح آ اُس چاہ پہ سنتا ہے سیج
صحبت آس سے دو ستون کس رنگ سے ہوتے بڑے
یہاں تک کہ یوں ہوں خوں قریب میں اُس گلا کی میں
کیوں کہ کن یہ میں بھڑکتا ہے وہ مغرور سخن
اتفاقاً برق دھن اکٹلا ہے جانے نہ پائے
دیکھو لے دو قوطی بی گلو کہ جامِ جسم نہیں
ہے بہاراں گھٹکوں میں اپنی گل کا گوہم نہیں
عشق میں تیرے میں کچھ فریاد سے بھی کم نہیں
اس لطافت سے چہن میں گل پہ بھر شبنم نہیں
زخمِ دل کو سو جس کے تجسید و مرہم نہیں
تم نے جو دیکھا عالم آس کا وہ عالم نہیں
یا کہ تر و مال تھے یا نام کو بھی تم نہیں
گر مرا اور آس کا دل با دام سا تو ام نہیں
ہاں برس اے ابر تر اتنا کہ ہر گز تم نہیں

بجریں اُس گل کی تنہا نے ولا روا ہے خوں
بہل آسا کون سا دل جس کو اُس کا غم نہیں



دل گردیا ہے تو نے کہیں اتنا رو نہیں
حیراں ہوں وہ کیسا ہے جس پر رہے ہے تو
اتنا جو تو فریضہ آس پر ہے بھری جاں
کس واسطے تو زور و زلاں نہیں مرے
نہنے سے جیوٹے کو تو زور و زلاں نہیں
پر ہے یہی یقین کہ تجوسا تو دو نہیں
اُس سا گر جہاں میں کوئی غم ہو نہیں
جس بات کو تو سوچے ہے سو بار دو نہیں
کہ شوق سے تو زور و زلاں اپنا ولا ہے یار
کتنا پھرے ہر ایک سے سوس کی غم نہیں



کچھ ہم، فقط ولا نہیں قربانِ گلبدن
سیاب دارِ دل کو نہیں ایک پہل قرار
تاریک اس بغیر جہاں ہے کوئی بتلئے
ہے خیلِ عندلیب خدا جان مرد و زن
دیکھا ہے جب سے وہ رخِ دشانِ شعلہ زن
کیا ہو گیا وہ شمعِ شہبستانِ انجمن

تنہا ہوئی نہ کبکب ہی رفتار سے نکل
 پا مال کر گیا وہ دل و جان مرد و زن
 باتوں سے اب جنوں کے یہ فرست گئے گذار
 ہے چاک سو جگہ سے گریاں بہا ہیرن
 روز جزا کی فکر نہ کچھ کبیر دل میں یار
 دوستِ دلا ہے اور ہے دانا پنہنچتن

○

ہوں مردہ اس لئے کہ میٹھا نفس نہیں
 بہم نہ پوچھا وہ بغیر از وصال دوست
 نلک گوش دل سے آہ صدائے حویں کو سن
 غلام کسی کا ہے دل نالاں بجز نہیں
 ہے گی رسائی بکس و ناکس کی اس تلک
 گروست رس نہیں تو بھے دست رس نہیں
 حیراں ہوں اس کی کیونکہ گذرتی ہے مجھ بغیر
 آرام جس بغیر مجھے یک نفس نہیں
 اے مرغ دل کا شش تو پرواز کی نہ کر
 ہے زخم یہ تو سینے کا چاک نفس نہیں
 سیری نہیں ہے خمرست دیدار سے تھے
 مستقی جیسے اب سے کتابی بس نہیں
 آئی بہار شور جنوں کی کوں بیاں
 وہ کوئی سا برس ہے کہ یہ جس برس نہیں
 شکوہ کروں میں آگے ترے کس کا اے دلا
 مجھ کو تو دوستی میں کسو سے ہی جس نہیں

○

نہ بھولوں کیوں کہ تجھے مجھ سے کچھ غلام نہیں
 کہ اگلی سی وہ تیری پیاسے بول چال نہیں
 مطلع ثانی

جہین یار کو کچھ بدر سے مشال نہیں
 کہ ہے اسے تو زوال اور اسے زوال نہیں
 ہوا ہوں بھر میں تیرے میں نیم ہاں ظالم
 ہزار حجت مرا تجھ کو کچھ خیال نہیں
 جو پوچھے تو ہے دل چوئی ہی جہاں میں کمال
 کسی کی ورنہ دل آزاری کچھ کمال نہیں
 ہوا ہوں خنجر مرگاہاں سے اس قدر مسل
 کہ اس کے روبرو دم لینے کی مجال نہیں

منا نہ مجھ سے تو اب ناتواں کو اسے ظالم
 وہ رات سن کے مری سرگزشت کئے لگا
 زیادہ اس سے جہاں میں کوئی دہاں نہیں
 نہ جھوٹ بول کہ تیرا یہ حسب حال نہیں
 بیاں میں کیا کروں اُس کا وصف جن و حال
 کہ جس کا یار وہاں میں کوئی مثال نہیں
 جو چاہتا ہے وہاں تو ہے بہت مشکل
 ولیک اُس کی عنایت سے کچھ محال نہیں



جی میں نہ رکھنے ملنے سے میرے آپکا کونسا نہیں
 اپنے گلے سے مجھ کو لگا لو اس کے سوا اور نہیں
 مطلع خانی

یادیں اُس کی کلن سا دل جو خصل جس زمانہ میں
 ایک نگہ اُس ماچیں کو دیکھا ہے جس لئے اُس کا تو
 کاکلی مشکیں رشک سنبھل عارضہ گلگوں غیرت باگل
 دست بگازیں دیکھ کے ڈوبا پنجرہ جہاں وہ بیاں
 چشم نگاریں دیکھ اُس گل کی بارخ جہاں میں اسے یارو
 جہیں بھیجیں ہو دیکھ کے ہم کو دانشدہ جو تم غیروں سے
 معجزہ جیسے کیوں نہ کہوں میں نظر آنکھ سے اُس کے تو
 آئینہ زور مغرور ہے یہاں تلک خنجر کھنڈے ہدم
 بزم میں اپنی جینے کے ہم کو جو کچھ تم کہتے ہو
 تیرے نگہ اُس صیدا ملک کا ایسا زہرا تودہ ہے
 صورت پر موقوف نہیں ہے شرط پزی ہے گری بی

چشم نظر رکھیں کی یہاں اب آئینہ سال حیران نہیں
 دیدہ ہے گریاں سینہ ہے بریاں ہوش نہیں اور سانی نہیں
 قد کو نسبت سرو سے دول پر اُس میں تر شاہ نہیں
 سادہ کی حرکات سے اُس کے شہزادگی میں مل نہیں
 صبر ہے ایک عالم کو کچھ رگس ہی جیلان نہیں
 نظروں سے پیدا ہے تمہاری جھوٹ نہیں بتان نہیں
 ایسا کرتا موت کا دشوار کسی عنوان نہیں
 چشم غلابی محو تماشا اُس کا کسی پردہ بیان نہیں
 ہم پر گو ہمارا ہوا سب آپ کے یہ شایان نہیں
 زنگی اُس کا ہاں برہو دے ہر گزیر امکان نہیں
 دلبر سے بے جا ہے کتنا جس میں ادا و آں نہیں

کون سنئے ہے کس کئے جا کر حال دل اپنا عرض کئے
 تیرے سوا تو کوئی دیکھا جان نہیں پہچان نہیں



آپ کے دل میں گریبا نہیں کیوں پھر اٹھا سا اب وہ پیار نہیں
 پاس ہا کس کے اب کون فریاد تجھ سوا کوئی غمگین نہیں
 جھوٹی قسمیں میاں نہ کھا پا کر بات کا تیری اعتبار نہیں
 دل ہے بیتاب عشق میں کس کے روڑو شب جہاں سے قرار نہیں
 کیوں ہے تو اس قدر وقا مغموم
 گر تجھے اب نیساں یا نہیں



یوں ہیں مگر کرتے سب ہم خاک سے خواتین
 قتل سے میرے نہ منکر ہو کر کھا لیا اب تلک
 جسد کو اس گھدین سے جو بغل گیری ہوئی
 آگے ہی ہاتھوں سے تیرے جود میں بل لب
 آپ بھی دوویں گے ایک دن منہ بہ منہ کہ نہیں
 بھر رہی ہے خون سے تیری سراسر آستین
 جو گئیں وہیں میری دونوں معطر آستین
 دم بدم ناحق چڑھا ہے تو کھ پر آستین
 عشق کے آثار سب تجھ میں ہو گیا ہیں وقا
 رنگ زرد و آہ سر و دھانک سے تراستین



یادہ الحاح و کرم یا ایسی بے پروائیاں
 مست اندھم سے یہ نظروں میں نہیں سبائیں میاں
 ہانے ایک آنکھوں سے گئے ہیں مے و خلعت جگر
 غمزدہ و ناز و کرشمہ مشوہ و طعج و دلال
 وید کر آنکھیں مری اب تم نے یوں ترسائیاں
 ساتھ غیروں کے پھوہم سے نہاں آدائیاں
 تیری الفت نے ہمارے ہم کو یہ دکھائیاں
 دل رانی کی ادائیں تیری سب خوش آئیاں
 کیا کہوں جہاں آپ نے بائیں ہمیں فرمائیاں
 آخدا سے ڈر گئیں یہ چھوڑے پروائیاں
 طعنت غیروں سے ہونا انہوں سے منہ پھیرنا
 یوں توجہ پا ہو دلا پر کیجئے جود و ستم
 پر نہ وہ کیجے کہ آخر جس سے ہوں رسوائیاں

ہے نہ ایک لمحہ سے نقطہ محض خواب روشن
جلوہ گر خشن ہے ایسا رخ زیب پہ ترا
نکلے جب گھر سے تو ہو شہر و بیا باں روشن
نرو تو جس کے شو سے سناں روشن
شع ساں ہیں یہ مرے دیدہ گریاں روشن
جس طرح بزم میں ہو شمع شہناں روشن
آپ کی بندگی میں عرض یہ کتاب ہے دلا
کیجئے آج مرا کلیہ احوال روشن

یہ آپ کا ہے ہر دم اکرم میری گردن
زلفوں سے جالی سے تو ہرگز نہیں رہانی
رکتے ہو ہر طرح سے الزام میری گردن
بے طرح کا پڑا ہے یہ دام میری گردن
یک شب تو ہوا ہے یارب دام میری گردن
اور پاؤں ہو دیں تیرے گلام میری گردن
واجب ہو تیرا قاصدا انعام میری گردن
اب روکے ہے کوئی مصدا میری گردن
واجب ہوا ہے یا دوا حوام میری گردن
آکھ پڑا ہے میرا اقسام میری گردن
دل کو دلا گئی ہے اس شعلہ خو کی توجہ
جوں شمع کا تابا ہے ہر شام میری گردن

ہے مگر رخ سے اس کے اب ہاں خاب روشن
ہوں چرخ پر نمایاں آؤ شہر ہے اپنا
پر تو سے مہر کے ہے جوں اب تاب روشن
جس رنگ ہو فلک پر تیر شہاب روشن
شعلے سے جوں چول میں جام شلاب روشن
جس رنگ برقی تا ہاں ہو در سحاب روشن
ہوں چرخ پر نمایاں آؤ شہر ہے اپنا
بھڑک ہے آتش غم یوں دل میں آکے ناگہ
باہوں میں اس پری کو چہرہ ہے یوں دھنشاں

جائے تانت ہے یہ جو حال دل کا میرے
اب تک ہوا نہ تجھ پر خانہ خراب روشن
گر جلوہ گر وہ ہووے تو خاک کا پھر اس کی
ہر ایک ذرہ ہووے جوں آفتاب روشن
اعمال بد سے یار دباؤ آدم و گرنہ
ہے آتش جہنم ہر عذاب روشن
عقبی میں ہے مینا اس کو ثواب جنت

ہے آواز دے دل کی اہل زمیں کے نزدیک
نام اب دلا کا اپنے کر بوقراب روشن

شعلہ عشق زمیں دل میں ہے تیرا روشن
مثل نور شد ہے اپنا یہ سراپا روشن
مشعل داغ غم عشق ہے یوں سینے میں
نور سے شمع کے فانوس ہے گویا روشن
ہے تو ہی مہر و منش اس سپرِ خوبی
پر توفیق سے ہے تیرے ہو گیا روشن
اس کے گرد دستِ بلوریں سے مغالِ جو
پھر خجالت سے سو سے میر جینا روشن
دھماکے سے یہ اگر پردہ دہلی کا اٹھائے
ہو کر بخ دوست سے یہ دیدہ گئی روشن
چشم مردم میں نہیں نور بجو دیدہ سے
جلوہ حسن سے ہے میرے یہ دنیا روشن

بہر نطفہ ازہا تانہ ہوا خلق و آلا
خلق آئینہ مرے دل پہ ہے پیدا روشن

سینے میں اپنے یوں ہے یہ دل کا داغ روشن
جیسے اندھیرے گھر میں ہوئے چراغ روشن
آنکھوں میں کس مہوش یہاں تک تو ہے سنا
دورن سے چشم کے ہے کاغذ داغ روشن
گر شب وہ ماہ میرا سپرِ جنم کر نکلتے
لے بام و در سے گھر کے بوبان داغ روشن
دیکھا نہ ہم صیغہ یہ آج تک جنم میں
ہو صورتِ بلیں آگے آواز داغ روشن
اس زمیں میں ہمارے دل کا لگانہ کچھ کھوج
ہر چہند کر کے ڈھونڈنا شمع سراغ روشن
اوسے جو شب کو مبرا وہ رنگ شمع یارو
ہو دیں ہزاروں گویا گھر میں چراغ روشن

بچنے میں اب ولا کے مانند ماہستانی
وقت سے لالہ رو کی ہے دل کا دلخ روشن

یہ حال اب ہے ہر اے بڑی جاں تھہریں
صعرا بھلا گئے ہے نئے گلستان تھہریں
مطلع نانی

کس پاس جا کے کیجے غم کا بیان تھہریں
اپنا نہیں ہے کوئی اے بہراں تھہریں
اس بات کو یقین کر بتا ہے تہی دل میں
ہرگز نہیں کسی کا پیارے گان تھہریں
اس زندگی سے ہم کو اب مرگ ہی بھلی ہے
کیا خاک ہے وہ جینا جو مٹے جاں تھہریں
ایک دن تو حال پُرسی آکر ولا کی کر جا
مرتا ہے میرے غم میں یہ نوجوان تھہریں

رنگا نہ تیغ مرا صید دل ہے گو کہ زبوں
یہ کس کی نشتر مرگاہں جگر میں پیر گئی
غیر نہیں مجھے بسدم وہ کون تھا عالم
کہیں نہ شیفہ ہو جاؤ اپنے عالم پر
نہ ہووے کیونکہ کوئی مست ہوئے رسائی
ملول دیکھ کے میرے تئیں کبھی تو نے
ربائی حلقہ ذلت چٹاں سے اُمت ڈھونڈ
پیارے قدر میری ہوئے جب تجھے معلوم
ٹھکا رہے ترا پہلا نہ چھوڑ بہر شگون
کہ دل سے غم ہے رواں چشم سے چھون
کر لے گیا مرے دل کا قرار و صبر و سکون
نہ دیکھو آئینے میں اپنا یہ رخ گنگون
قرین سببہ خطا ہیں ترے لب میگوں
نہ پوچھا اتنا کہ رہتا ہے کیوں سدا غمزد
قدم احاطہ تقدیر سے نہ رکھ پڑوں
کہ دل ترا بھی کسی خبر و کا ہو مفتون

پھر ہے والا حیراں بزرگستان میں
کیا ہے تجھ پہ ولا کس کی چشم نے غم

کبھی جو پاہوں کوئی شعر میں کروں موزوں نہ سوچے آہ و فغاں کے سوا کوئی مضمون
مطلع ثانی

فقد دلگی ہی ترے رنگ سرخ کا مفتوں ترے ہی عشق کا ہے لالہ کے ہجر میں داغ
چمن میں ہے دل خنجر بھی نہ ہنہ پر خون تری ہی شوق میں دریا کا ہے گریباں چاک
تری ہی فکر میں فرکس کی چشم دسربے نگوں تری ہی محن کا شقت ہے جھلکا لیسنے
تری ہی غم سے ہے پر آب ویدہ چھو تری ہی عشق کا پر تو ہے شورش جھنوں
تری ہی حکم کے تار ہے گوش گردوں کیا ہے عشق نے تیرے یہ حال عالم کا
کہ کوئی والا و میراں ہے اور کوئی مفتوں پڑا ہے اُس میں جھڑنگیوں کا تیرے عکس
ہوا ہے آئینہ و ہر رنگ بر قسوں

خدا کے لطف سے ہرگز ولادت ہو نوید
کے ہے شاد و دیکھ خط میں دل نمود



یہ دل تالاں رکھے ہے چشم تر میرے تئیں آج دیکھوں کیا کہے گا ناسر بر میرے تئیں
نخل اُلفت نے دیا ہے یہ تر میرے تئیں یا وجہ آتا ہے دور شاہ قمر میرے تئیں
محجوب ہوتی ہے گزیرے ہی دل میں خیال دل مرا کھولے ہوا ہوتا ہے مانند کناں
تو نہیں ہوتا تو پھر گھر میں ہی کب گنت ہے ہی تو نہیں ہوتا تو پھر گھر میں ہی کب گنت ہے ہی
ڈس گئی وہ ناگنی زلفت اُس کی جس کی لہر کا ڈس گئی وہ ناگنی زلفت اُس کی جس کی لہر کا
سوزش دل سے ہسان عرو ایک اُمت ہے دو سوزش دل سے ہسان عرو ایک اُمت ہے دو
نالہ و فغاں و غار ہی اس قدر ہے کیوں مجھے نالہ و فغاں و غار ہی اس قدر ہے کیوں مجھے
نام ہوئے سے زباں پر نہیں کبھی لاتے مرا نام ہوئے سے زباں پر نہیں کبھی لاتے مرا
لازلگی کی کروں کیا سیر سے ہمد یہاں لازلگی کی کروں کیا سیر سے ہمد یہاں
آہ بھر بھر کر زناکت سے وہ کہتا ہے یہی آہ بھر بھر کر زناکت سے وہ کہتا ہے یہی

یاد میں اُس شعلہ کو کی دست ساری سے دلا
 شمع ساں روتے ہی گذرانا سحر میرے نہیں

○

کیا ہائے کہاں وہ آنکھوں پہر رہیں ہیں ہم جستجو میں اُن کی شام و سحر رہیں ہیں
 صبح ثانی

دونوں جہاں سے اکثر گویے خبر رہیں ہیں پر یاد میں کسی کی ہم ہمیشہ رہیں ہیں
 کیا حال اپنا کیے فرقت میں اُس کی یاد و مرے کے ہم بچے ہیں جیتے اگر رہیں ہیں
 مانع نہ ہو جسے میرے رہنے سے اُس گئی کے ہم سے تو یہاں سا فرکتے اُتر رہیں ہیں
 کیا پوچھتا ہے ہم اُس شمع رو پہ ہم بھی پروانہ ساں ترقی سے اپنے گذر رہیں ہیں
 تیرے بغیر ہم نے دیکھا نہ ہمسرد و نہ کو کیا کیا لحاظ ہم کو غفلت رہیں ہیں
 مائل ہوا کسی پر دل کیا کہیں دلا کا

کچھ دن دنوں تو اُس کی بھر خیم تر رہیں ہیں

○

میتا و کب سلامت یہ بال و پر رہیں ہیں جنگل سے مجھ مرہ کی سب خوں میں بھر رہیں ہیں
 منہ سے جب اپنے اُس نے بُرقع اٹھا دیا ہے عرقلہ رو اُس کے شمس و قمر رہیں ہیں
 دل آب کر بہا یا اُس چشم خوں نشاں نے یوں ہیں کچھ ایک با آہِ منت و جگر رہیں ہیں
 اُس جنگو سے اپنا جب بس نہیں چلے ہے آنکھوں میں لاکے آنسو ہم صبر کر رہیں ہیں
 جود و جفا ہی اتنے بکھ خوب ہی نہیں ہیں ناحق سنا تے جو تم ہم آپ مر رہیں ہیں
 گلشن میں ہم صغیر و جوں عند لبِ نالاں اُس گل کی یاد میں بہاب فوج کر رہیں ہیں
 دست ہوئی کہ ہا ہم وا دید ہی نہیں ہے ہم اپنے گھر رہیں ہیں وہ اپنے گھر رہیں ہیں
 تیغ و سپر اٹا کر دھماکے ہو گئے کس کو عاشق سدا تھا رے سینہ سپر رہیں ہیں

یہ قتل ہے دلا کا کیوں کہ مجھے غافل
 دامن کے ہاتھ تھوے لوگوں میں بھر رہیں ہیں

جنونی عشق میں کچھ اور ہی لذت میں پاتا ہوں
برنگ شمع ایک ٹوٹی ٹکھنے لگتی ہے منہ سے
موس و وحوش و طاقت کا نہیں ہے جیش کچھ جاتا
ہمارے خاک پر آکے تویح اور جیوٹ جو ظاہر
برنگ موح رہتا ہے سفروں و رات اسے ہدم
یہ کتاب ہے کہ میری نیند کیوں کھوتے پہلے صاحب

ولا اگر اس زمیں میں شعر شکر خوش ہوئے ہو تم
غزل اور اس رو بہند و تانیہ میں کہہ سنا ہوں

○

نہ حاجت کے لیے دست و دعا کو منہ پہلاتا ہوں
مجھے تو خوش نہیں آتی ہے برخورد چہد کی گل لگی
ہر کس زلف کی آہ رواں میں کن نظر آتی
بہی صاحب سفاکش کے لیے کہتے ہیں پہلے دل
و کیا وہ آخری دیوانگ برقع آٹھا منہ سے
بہم گر خنجر لب اپنے کو دیکھوں ہوں میں غمزدہ

بہم آؤ دنا لہ اسے دلا ہوتا ہے جب دل پر
تو یہ مطلق پیش کا ہم ہشینیوں کو سنا ہوں

○

نقاں سے کسنگ میں عرش اعظم کا بلاتا ہوں
قیامت خفتگان کی خاک کے بھی سر پہ لاتا ہوں

○

فقط کو تباہ شمع کی طرح چشم گریاں ہے اور میں ہوں
شب ہوائی میں شمع روکے صدا و سوزاں ہے اور میں ہوں

حواسِ خمسہ ہوئے ہیں مختل ہوا یہ سورا جنوں کے ہاتھوں
 کو ٹکڑے ٹکڑے ہے جیبِ دولہاں ہر ایک بیاہاں ہے اور میں ہوں
 نہیں ہے کچھ تازہ سوزشِ دلِ ازل سے اور رگوں کے غم کا
 بزرگ لالہ بکر ہے میرے یہ وارخ حراماں ہے اور میں ہوں
 سبھی قناس ہے دل کی اپنے خدا دکھا دے وہ دن ہیں پھر
 کہ موسمِ گل ہے سرخوشی ہے وہ خوش فرماں ہے اور میں ہوں
 یقین ہی کیسے کہ زندگی تک ذولِ لگاؤں گا میں کسی سے
 نہ منحرف ہوں گا آپ سے میں یہ عہد یہاں ہے اور میں ہوں
 جو ہے گیا آنکے دل سے میرے قرار و سیر و شکیبے طاقت
 اسی کی قوت میں روز و شب اب یاد و افغاناں سے اور میں ہوں
 و آج ہے جب تک کہ جسم میں جاں نہ باقی تھاؤں کا جستجو سے
 یہ حرکتِ پاسے تاکہ قائم تماشیاں ہاں ہے اور میں ہوں



جب لکھ دل پہ فوریں یوں غم کی آئیاں ہوں
 بُستیاں میں شارخِ سنبلِ وقتی ہے مشک کی بُڑ
 وہ خونِ دل جو میرا یوں پاؤں میں تلے ہے
 ہاں ہم سے قیدیوں کو کیا گریہاں ر آئی
 آئیٹھے جیٹھے آنکھیں ہتھوڑا گئیں ہساری
 کیا وضع گفتگو ہے بس بس زباں سنبھالو
 بیداریاں وہ کبھی شب کی مری کہ جس کو
 تک دردِ دل کو میرے پیٹے کے آکے گیتو
 تمہیں کہو کہ کیوں کر عہدہ برائیاں ہوں
 اس زلفت کی ہوا میں لپٹیں نہ لائیاں ہوں
 مہندی نے غائب کیا یہ آئیں لگائیاں ہوں
 مراد و مصائبِ اُن کو جن کو رہائیاں ہوں
 بس آئینے سے کب تک یہ خود نمایاں ہوں
 دو گاہیاں اُسی کو جس نے کو گمانیاں ہوں
 دھڑوں پہ جب کسی کی نیندیں آئیاں ہوں
 اے آہِ گرفتار تک میری رسانیاں ہوں
 کبھے وہ ہال کھٹنے چہرہ پہ کیا غضب ہے
 سر برد و آجائیں یہ جس کے آئیاں ہوں

ناگنی زلفت اُس کی جس کی ہے گی یاد آتی ہیں سانپ کے کانے کی سی ایک ہر آہاتی ہیں
 مصلحت نامی

زیست اُس گل کو بغیر اڑیں نہیں بھاتی ہیں باغ ہستی کی ہوا بھی خوش نہیں آتی ہیں
 ہام سے لہوڑ ہے ساقی تو چھلکا دے دوا خاک سے خواروں کی ہر دم ہے گی خرماتی ہیں
 سے کشی ہیں دم کہ بزم غیر میں کرتے ہر دم آہ غیرت گھونٹ لو ہو کے ہی پڑاتی ہیں
 اتھار دی ہیں ہر اس گل کی صبا جاگے پر شب بے دماغ ایسے نہ بولے گل ہی خوش آتی ہیں
 پھیر لیے ہیں تجھے عسدا کو تا رہم ہو تو تیری غم روئی کی ہی سے ہے ادا بھاتی ہیں

جب سے از خود رفتہ اُس کے مشق ہیں ہم دلا
 بخودی کس کس عزت کو ہے گی ملے جاتی ہیں

شوقی اڑیں اُس کی ہے بھاتی ہیں گاہیاں عالم سے کھسکاتی ہیں
 چشم بختاں اُس کی ہر شام و سحر ایک نیا فتنہ ہی دکھلاتی ہیں
 تیری کی غم روئی کی چتون شعلہ رو شمع ساں ہے داغ کر جاتی ہیں
 پھاڑ کر کپڑے نکل جاؤں کہ صحر وحشت اتنی کیوں ہے گھبراتی ہیں
 تیری الفت کیا کہوں غلام کہ اب باتیں کس کس کی ہے سنواتی ہیں
 سے کہا ہے ساقی نہ کیوں کو پیچھے کیفیت تیری ہے دکھلاتی ہیں
 راہ لو اپنی میساں پا ہر جدم خود پسندی خوش نہیں آتی ہیں
 جو چلے کیجئے گواہ کر اور سے ایسی چمکاتی نہیں بھاتی ہیں

کیفیت سے کی نہ کہہ پوچھا ہے دلا
 رنگ عالم کا ہے دکھلاتی ہیں

یاد رہے اس کو کچھو ہر چند میں کہیں ہوں نزدیک گر ہوں دل سے تو سمجھے نہیں ہوں

مطلب ثانی

بہتر یہی ہے سب سے حالت گوئی کیس ہوں
ہر چند مثل پردیں بزم پری رخاں ہو
خانہ بدوش اس ہی بھرتا ہوں در پردیں
ہر چند گراں دادہ مگر سے کیس کو جاؤں
ہر دم ہی کے ہے بہتر ہے بس غموشی
واحد میں کس طرح ہوں پھر تم سے ملے عزیزو
ہو ہم نشیں میں تیرا اب کس کا ہم نشیں ہوں
بائیں نہ ہوں کسی کا مشتاقی مدحیں ہوں
کس کے مکان کا یا رب میں جا کے اب کیس ہوں
آنر جو غور کر کے دیکھو تو پھر وہیں ہوں
گر تم نے بات کی کچھ پھر سمجھو نہیں ہوں
فرقت سے میں کس کی رکتا دل حویں ہوں

آقا کی اپنے صحبت تجھ سے کسوں ولا کیا
ور زمرہ غلاماں بندہ میں کتریں ہوں



دل ہے ہزار جا ہو گو دیکھنے کی کہاں ہوں
آزاد عشق نے تو پہنچائی ہے یہ حالت
اگلی سی آپ کی تو پاتا نہیں وہ نظریں
غیروں سے جو لگاوت جب سامنے جا کے
یا روضہ چھپر و مجھ کو کیا جانے کہاں ہوں
بھی آدہا لبوں پر کوئی دم کا مہاں ہوں
آؤں غم سے دعا صوبہ گر آپ پر گاہوں ہوں
منصبت ہو آپ دل میں کیونکر نہ بد گاہوں ہوں

پوچھا دلہا جب اس سے میں نے کہ تم بھی کہاں ہو
جھنجھلا کے تب دو بولا کتنا تو ہوں کہاں ہوں



نہ کہ مشاطہ ہے رحم شان اس کے گیسو میں
چمن میں خرگش شہلا پہ کیفیت نہیں ایسی
کسی کا روئے روشن آئینے میں ہیں چمکتا ہے
خدا کا نام لے ناسخ جنت کیوں مجھ سے جگمگ ہے
کہ بستہ صد دل غنی ہیں اس کے ہر دم میں
کہ سستی جیسی دیکھی ہے کسی کی چشم جاو میں
کہ جیسے پر تو غور شدید مودے چشمہ جڑ میں
خبر تو کو نہیں جو کچھ دیکھا ہے میں اس دلو میں
کہ موسیقار ساں فریاد دل رکھتا ہے پہلو میں
کسی مطرب پہرے سے مولا نا یاو آنا ہے

ولا چھٹے ہر جو تم دست و پا گم کر رہا اس جاگ
بندھا دیکھا ہے بازو بند تم نے کس کے بازو میں



خوں مرا ہے سر بسر اس تیغ زن کے ہاتھ میں
رہ گئے ہیں تار کتنے پیر بہن کے ہاتھ میں
ہے خریداری کو زور ہر مرد زن کے ہاتھ میں
چھلے بھی دیکھے تو ایسے ہی بھین کے ہاتھ میں
کس نزاکت سے لئے گئے گل بھین کے ہاتھ میں
ہے گلی ایسی خن اس سیم تن کے ہاتھ میں
سجھو زنا ریشخ و برہمن کے ہاتھ میں
لائے اہل کارواں تلخے خن کے ہاتھ میں
ہو بیلیاں کی انگوٹھی اہرمن کے ہاتھ میں
اس لئے تیرے دیا تھا کوکن کے ہاتھ میں

لالی ہندی کی نہیں یکسیم تن کے ہاتھ میں
کر دیا دست چنوں نے بھیاں گریباں پاک پاک
وہ عزیز و دشک یوسف ہے مرا جس کے لیے
نور زن بازو پہ اس کے کچھ فقط زبیا نہیں
کیا کہوں میں باغ میں اس گل بدن نے کل ولا
دشک سے دل خون ہو سیں خوں کا جس کو دیکھو
دیر دیکھے میں نہیں گرو دیا اس کی کیوں ہے پھر
لائی ہے بازو صبا یہ پورے زلف پارا یا
سلطنت کیوں کر نہ ہویر باداے احمد کر جب
بیخوں میں ہاں دے کیا تو نے معاہدہ

خود بخود حصے ولا مشکل کے داموں نہ کیوں
ہے مری عقدہ کشائی ہوا حسن کے ہاتھ میں



وے شوخیاں کہاں ہیں بتائی رنگ میں
خوبی دو کب ہے گل کے جلا آب رنگ میں
ہے گی صدا جو ناقد بیٹے کے رنگ میں
سو جھے ہے جو جو ہم کو فٹے کی رنگ میں
دیکھا ہے درتہ بونٹوں رنگ رنگ میں
وہ طرز سونفن نہیں ہرگز پتنگ میں

جو جواد و تاز ہیں اس شوخ و رنگ میں
اس تو بیا در حسن کا عالم ہے جو صبا
ایسی شنی نہ تیس نے و کش لوائے ساز
آوے نظر نہ نام میں ہم کے بھی وہ کبھی
تجھ رنگ دل کے دل سے نہ رنگ جھاپھرا
جلتا ہے خیم رویوں کی الفت میں جیسے دل

خالم تو اپنی شبیدہ بازی سے باز آ
 اُس ترک سے نگاہ کوئی کیا ملا سکے
 ہر مرغِ دل شکوہ ہے اُس کے خدنگ میں
 مرنظر ہے سوتا تو اُس انگ میں
 جو زور سے سکوا سدا اللہ میں و لا
 منہ دیکھو ہووے ویسی جو قوت پانگ میں



کیا حال دل اپنا کہوں اے نورِ نظر میں
 روتا ہوں تری یاد میں اب خونِ جگر میں

مطلع ثانی

جب دیکھوں تجھے غیر کئے آٹھ پہر میں
 گربست بھی کرنے کی مناجی ہو میری جاں
 تعریف میں اُس کے لب و لہجہ کی ہر ایک سزا
 جوں خانہ زبور جگر چھیں یک سارا
 سو بات کہی تھنے تو کی ہم نے گوارا
 تم بیٹھ کے غیروں میں پیو، بادۂ گلرنگ
 ہے دوستی در پہل ہم تجھ کو ہر اک سے
 بس بخشہ دل آتے ہیں چنے یا ردِ دام
 گلزارِ جہاں کی نہ ہوں پھر ہے تجھ کو
 جوں موج چلا جاتا ہوں پر کچھ نہیں معلوم
 یہ یاد رہے یا روکیں دل نہ لگانا
 پھر کیوں کہ گدیا دہیں جوں ابر بہاری
 رکت ہوں و لا آٹھ پہر ویدہ تریں



آرزو کیا کیا بھری ہے اس دلِ مایوس میں
یا راتِ مہرِ باور کو جو اہلِ دل ہیں ان کا تو
کیوں کر ہے ہر کسوے وہ مرا آفتیشِ حال
مستِ قفس سے تو رہا صیبا و کر بہرِ خدا
دلِ ہزاروں کے کئے ہیں اس نے پامالِ غرام
ہاڑا تر ویر سے مستِ خلق کو تو سے قریب
غیر کے کئے یہ مستِ جا مان نے میرا کہا
نازدِ مضمون جو بندے ہے مگر شاہِ عرب میں تمام
دشک سے غمخیز کسے ہے میری اپنا تھا

ہے علیٰ موسیٰ رضا کے طوطِ در کی آرزو
یا خدا پہنچا دلا کو جلدِ شہرِ طوس میں

جو کچھ خوبیاں دیکھیں اُس جلدِ گریں
جو دندانِ و لب میں ترے ہیں گی باتیں
گراؤصل ہوا آنکھ سے پیارے کیا غم
جو لذتِ ترے ہو سے میں پانی پیاسے
نہ وہ خوبیاں دیکھیں شمس و قمر میں
نہیں باتیں دیکھیں وہ وصل و گہر میں
سدا تو ہی بست ہے دل کے نگریں
خیمیں وہ مزا پا یا شہد و شکر میں
جو ایک دم ہی رہتا نہ ہوا پہنچے گھر میں
آزاد ہو کے کیا ہم سے ہو کے نظر میں

دلا کیا کہوں تجھ سے اب اس کے ہاتھوں
شب و روز گزرتے ہے غمتِ فطرت میں

شک کہی نہ خطا عرق ہے گہرا پانی میں
مردمِ چشم کا ڈوبا ہے لگر پانی میں

قطرہ اشک ہر اگر کبھی دریا میں پڑے
بہم سہری کر نہ مرے گریہ سے اسے دیکھ کر
شدت گری سے ہر دم بھی گزیرے ہے خیال
دیکھئے دست نگاہیں ترسے وقت شفا
سب جو پر نہ ہو سر سبز کبھی سرو چین
ذوق دریا کے تماشے کا ترے وہ نہیں
سخت حیراں ہوں ابھرنے کیوں غرض رشک
بس کہ ہے مروجہ آب کی کاؤ گمر پانی میں

ہے دلقہ بحر مہمانی کا شنادر ہیک
نہیں غم اس کو کچھ غم و خطر پانی میں

رد بیت الراؤ

تم سے یوں غلم ہوا اور ہم سے وفا دیکھو تو
منصفی کچھ بھی بھلا دل میں ہے صاحب کذا
رنگ صدا باغ ہے یہ کثر شاخ و آہ
اس قدر محبت و اغیار میں مست ہو مری
ہم نشیں یہ دل بیار مجھے دن اور رات
ایک دن تو مری فرقت کا بھلا اسے بارو

دست بردار علاجی مرض دل سے ولا

آپ مست ہو چئے ہوئی ہے شفا دیکھو تو



جانے وہ درد دل جو مرا مصفی ہو
ہم بتاں میں یوں مجھے گتے ہو تم بھلے
ماہجہ نہیں ہے عرض کی اس شمع رو سے کچھ
یا جو کہ دام زلفت کا اس کی اسیر ہو
انجم میں جیسے راست کو بدتر نسیر ہو
کنا جٹ ہے اس سے جو روشن ضمیر ہو

شاہی ہے کب قبول اُسے جو کہ نامیسا
 بیضا ہو در چہ ایسے صنم کے نصیریو
 ماتم میں کو کہیں کے جو رُخوں تو پھر ہر شک
 گرتی ہے دو میں آنکھوں سے یک جے شیریں
 بوسہ جو اُس سے رات کو لگا میں سے دلا
 کہنے لگا کہ تم بھی قیامت مشریر ہو



رہے نہ آنکھ پسر کیوں کہ جسیر ہو
 لئے پھرے ہے طلب تیری کو کو ہو
 مطلع ثانی

ترے ہی دیکھنے کی اب ہے آرزو ہو
 بلائے اپنے کرم سے تو رو برو ہو
 بنا دکھول اب اہل نیسا سے نہیں بول
 خوش آتی ہے تیری انداز گفتگو ہو
 نہ ہو دے شب کو دو گل رو تو آہستر
 بجائے غار سے گویا ہر ایک ہو ہو
 ہوا ہے حال یہاں تک تو تلخ کامی سے
 بجائے زہر ہے پانی نہ کوئی دو ہو
 جگر کہا ہے غمزدہ شہزاد ہوں میں
 پلاؤ اوروں کو ساغر تو دوست ہو ہو
 نہ گل کی بڑھے بسا دے نہ رنگ گلشن کا
 مگر خوش آتی ہے اُس گھٹن کی ہو ہو
 اگرچہ زخمی سرشار کو نہ دیں پانی
 کہے گا خنجر قتال ہی ترگو ہو ہو
 خدا کہے یہ تمنائے دل بر آئے دلا

جہاں میں کوئی کسی کو ہو اور تو ہو ہو



شفیتہ عالم ہو اُس کا جس کا روئے خوب ہو
 جس نے دیکھا ہو یہ عالم اُس کا کیا اسلوب ہو
 یوں تو خوابی جہاں میں ایک سے ہستہ یک
 پر دو ہی ہستہ جو اپنی طبع کے مرغوب ہو
 اسے شکر یہ جفا میں تیری میں ہر دم سبوں
 گر دل ہے سہرے سوسا صبر میں ادب ہو
 مگر تو خوابی اصل کا اُس رنگسروست کے بار
 چاہئے روئے کو تیرے دیدار بقوت ہو
 دل سے طالب ہوں میں اُس کا اور خدا اُس پر ہم ہوا
 جو کہے جاوے کچھ جن چاہر اسلوب ہو

دستِ دل سوئے میں ذلت دہن کئے جن کا بولے دل
کام کیا اُس کو کوئی ساکب ہو یا مجذوب ہو
کیوں چڑھاتے ہو گئے تہوری اور جھوٹے ہو کہیں
کس گھڑی میں نے کہا تم کو مرے محبوب ہو
کب کہا میں اشتیاقی ہوں کس کے دہرہ
بیچنے مجھ سے قسم گر یہ مرا مکتوب ہو
دستِ اس کا کس طرح ہووے میراے دلا
جو ہمیشہ شریکیں ہر اس میں محبوب ہو



لے چلا ہے گر تو قاصد یہاں سے اس مکتوب کو
دیکھو سب سے چپا کہ اس مرے محبوب کو
گات چپ تھنئی کسی کی گر نظر آتی ہے خوب
یا د کرتا ہوں میں اُس دم اپنے خوشِ مکتوب کو
آنکھ اٹھا دو کیونکہ دیکھے اپنے عاشق کی طرف
شرم آئینے سے بھی آتی ہو جس محبوب کو
ہم نہیں پوچھے ہے کیا میں عاشق و دیدار ہوں
جلد دکھلا دے کسی دوست مرے محبوب کو
دیکھے گئے رشکِ دوست اس میرے بٹے کو
بھول جاوے خلقِ بکسر گر یہ مکتوب کو
کیفیت معلوم جب ہو اُس کی صفت کی تجھے
دل ترا ویرانہ مدت سے جدا ہے رشکِ بہا
عشق میں اُس سنگدل کے یہ سبے ہیں میں نے جو
مست و پا کر زلفت کی زنجیر سے مجذوب کو
لاؤں خاطر میں نہ ہرگز محنتِ ایوب کو

یا د میں اُس رشکِ گل کی اسے دلا اتنا نہ رو

وہ کہے گا اور افروں چشم کے آشوب کو



مکھڑا ترا جب رشکِ سر چرخِ بریں ہو
کیوں زہرہ جبینوں میں نہ تو صد نشیں ہو
آفاق میں کس طرح سے ہر کھنسر نہ پہلے
جب سچین دو ترسا بچہ غارت گردیں ہو
ہے عالمِ دوری جو مسوسوں ہوں میں دل کو
ہو بوس و کنار اُس سے اگر اپنے قریں ہو
اے باد صبا ٹھنڈ پڑ مردہ کی مانند
واشد وہ کسو سے نہ ہو بھول کہ حویں ہو
کس طرح سے ہو لوں تجھے پیارے کہ ترا نام
دل پر مرے یوں ثبت ہے جو نقشِ نگیں ہو

رہتا ہوں میں خوش اُس کے قصوں میں شہیناز
جھوٹے بھی تسلی نہ کرو جب کہ تم آکر
وہ حالِ دل اپنا کہے کس رنگ کہ جس کا
ہر ایک سے جب دور ہو میرے ہو لگاوٹ

اس بحرِ توانی میں غل کیوں نہ کیوں اور

جب ایسی ولا طرح تکلف نہ یہ زمیں ہو



غصے سے میری جان نہ تو چھیں کبھی ہو
اے سادہ رو عیاری کی یہ وضع بھلی ہے
زینتِ دو کا شاخِ دل وہ نہ ہوا آہ
بیتاب کرے جب کہ تجھے عشق کسی کا
تسیرِ پری رویوں کی بیٹھے جوئے کیجئے
باروتِ نمک کیوں نہ چہرِ عشق میں ڈوبوں
جو سپر چمن سے اے قفسِ رخِ نہ ہدم
یہاں کام تمام اپنا نظر آنے ہے یارب

طاؤس کی جا جلوہ گرمی زارِ کرے ہے

بمِ رخِ صفت جا تو دلا گوشہ نشین ہو



ترک کر اے شیخِ مکرو جسدِ دسا تو جس کو
جامِ جمِ دل کو بنا کر دیکھ احوالِ جہاں
ظاہر ہے ہاں و پرہوں دم اے حبیبِ دا
کب ملوا کر سکے ہے وہ مریضِ عشق کا
وے نہ اپنے ہاتھ سے سرِ مشتہ ناموس کو
یاد تو کرتا رہے گانا م کے کاؤس کو
مست قفس سے اب دہا کا اپنے تو مجھوس کو
گو خیرِ قافِ نوبِ حکمت سے ہے ہالینوس کو

عشق میں اس کے ہی گنہے ہے روز و شب خیال
 درگزرِ تقصیر سے اس کی بس اتنا ہی کہوں
 پاکبازی کے سوا اس کو نہیں ہے کچھ غرض
 جو تیرے سب کے پر اس قدر تو رحم کر
 زلفت و دغاں و خط پر اس گل رو کے ہنگامِ خرام
 وصل اس دم ہو جیستر تھکواں اس محبوب کا
 وصل کا مزہ کوئی دے اس دل پاؤس کو
 لے چلے کوئی اگر اس کے مجھے پاؤس کو
 یار و بھائی یہی جانا ہے ہا سوس کو
 مت اٹھاؤ رے لے ناداں اپنے اس پاؤس کو
 کیجے سو سو بار صدقے جسلو ہاؤس کو
 ترک سے دل چاہے تو ننگ و ناموس کو

سامعین کہتے ہیں تم کو اسے وہا تو یہ غزل

ہا سنا اب تیر و مرزا قدر اور انوس کو



یوں آہ نے بسمت کیا مارِ نفس کو
 گل یاد گرفتاری بلبس نہ کرے آہ
 ایک بات سے میری ہی اسے عار ہے ورنہ
 جانا ہوں پس قافلہ تنہا میں ہلکتا
 گر بھر میں اس گل کی نہ ہو وصل کی امید
 چمپ کر چکیں بات کوئی اس سے کڑی میں
 آہاتی ہے جب ذخیرہ سستی پہ اپنی
 نلک چمے سے برقع فراٹھا بہت ثانی
 اکیر کی حاجت ہو اسے کیوں کہ ہوس
 جوں آتھی سوزندہ جلا دیتی ہے خس کو
 گریے سے اگر سبز کرے ہو بخت کو
 مٹھا چنے لگتا ہے وہ ہرنا کس و کس کو
 کیا جانے کیا ہو گیا آوازِ جرس کو
 پرواز کرے طائرِ جاں توڑِ نفس کو
 زخوڑ چھا کر کے سنا ہے وہ اس کو
 نے ڈرتی ہے قاضی سے جگے جیسے کو
 ترے بے غلاب یہ کھڑی تیرے درس کو
 جو کشتہ کرے اپنی ہوا اور ہوس کو

کیا قدر سخنِ رودان کے ہو لاکا

بکھے ہیں برا بھو ہوا اور گھس کو



آنکھیں پھریں ہیں ٹھونڈی اس کو ہی کو
 دل کو رہے ہے آٹھ پہریں کی جیت دھو

مطلع ثانی

خلوت میں میری جان فقط میں ہوں اور تو
 ناز و ادا سے کب حرکت اس کی خالی ہے
 نازک وہ اس قدر ہے کہ جس کے داغ کو
 جس چاند ہووے سوزن اللہ بیس کا رگر
 اس چشمِ منتظر کو اسی کا خیال ہے
 نازک مزاج ایسا کہ برہم ہو باست میں
 ساغر سے ہوتی نہ دریا کشوں کو یار
 اپنے مریضِ عشق کی اگر خبر نہ لی
 حیراں ہوں اس سے کیونکہ جوابِ اشارِ پیام

سر کی تیرے قسم ہے یہی ہے گی آرزو
 اس شیریں لب کی کیا کہوں اندازِ گفتگو
 کرتی ہے ایک دم میں پریشان گل کی بو
 بزلح سے کس طرح ہو وہ چاکِ جگر رو
 جس گلبدن کی یاد میں روتا ہوں میں بہو
 پھر درو دل کو کیونکہ کہوں اس کے درو
 گر غم نہیں تو منہ سے لگے دے مے بہو
 بھولے سے آن کر نہ پھر اترا دھر کہو
 سنا نہیں ہے ہاتھ کس کی وہ تند خو

ہے آرزو و لابی اس تشنہ کام کی
 کیوں کر ہو آبِ خنجرِ قاتل سے تر گلو



اپنے اس جاں فشاں کو رہنے دو
 طوطی بسند و بلبل رہے رہے
 چپ رہو مست زبانِ درازی کرو
 بزم سے ہم تمھاری جاتے ہیں
 جب نہ تب امتحان ہمیں پر ہے
 درو دل جب سناؤں کہتا ہے
 نہ آہاڑو چمن سے بسبیل کو
 یہ کما پاسباں سے کل اس نے
 خواجگہ کے مکان میں کوئی نہ ہو

دم کی دم نیم جہاں کو رہنے دو
 ان لورس جہاں کو رہنے دو
 تنگ تو منہ میں زباں کو رہنے دو
 تو تم اپنے مکان کو رہنے دو
 اپنے اس انھماں کو رہنے دو
 یہیں تک داستان کو رہنے دو
 اس کے تم آشتیاں کو رہنے دو
 برے اس بے سرباں کو رہنے دو
 مگر اس قصہ خزاں کو رہنے دو

نہ مرا وا کرو کوئی میسر
 جگر خوں چکان کو رہنے دو
 ضعف سے لے سکوں نہیں کر وٹ
 یوں ہی مجھ ناقص کو رہنے دو
 نہ منساؤ دلا کی قبر کو تم
 بے نقاب لٹکے نقاب کو رہنے دو

○

ہن دیکھے نہیں قرار دل کو
 آ جا کہ ہے انتظار دل کو
 بے باور و گھٹن دار و ساقی
 خوش آتی نہیں بہار دل کو
 اُس صید فکرنے کیا کہوں میں
 ایک دم میں کیا شکار دل کو
 یا ہر دے ترا وصال اسے جاں
 یا صبر دے کر دگار دل کو
 جانا ہے بے رنگ و گل یہ کسا
 سمجھاتا ہوں میں ہزار دل کو
 لطف اُس کا بیان نہ ہو سکے ہو
 خوش آئی اداسے یار دل کو
 پروانہ نعل میں شیخ زو پر
 کرتا بھی رہا نشان دل کو
 جو دہرہ ہے اُس کا سوئے جھوٹا
 کس رنگ بنوا متبار دل کو

نزدیک دلا ہے دہرہ وصل

کیوں اتنا ہے اضطراب دل کو

غزل نامی

غم نہ تنسا واد جاں را عشق تو
 کر دے خود انس و جاں را عشق تو
 ہوں بیرون آئی بہر نفس قدم
 محو سا زورہ دواں را عشق تو
 اسے نہ سبیں ذوق سیما ہوار
 بے قوام ساخت جاں را عشق تو
 نقطہ سوہم ساں اسے سو کمر
 ناقراں کر دو تراں را عشق تو
 شوق آتش زو دل عشاق را
 سوخت مغز استخوان را عشق تو
 بر سر جاں داد گان گیر بگذری
 جاں دہرہ داد گان را عشق تو

بہو مجنوں شہسرو آفاق کرد
ایں دلانے غصہ ہاں راضق تو

تاج نہ منق عشق کی تو دل و لیل کو
کب ہر دمہ کو سناٹے کی کے فروغ ہو
لے آئینہ تو ہاتھ کرے بے سنگار کویں
آلودہ دہت نہ کر اپنے تئیں تو دھو
اس اوج پہرے ہاں کٹا مرغ دل جہاں
بیار کی ہے اپنے عیادت کجے ضرور
تاج ملامت اپنے تئیں تب تو کرے
یار کو کوئی تو میرے مسیحا ہے جا کہو

جو سیر چشم خوانی غناعت ہیں اسے دلا
خاطر میں کب دولا تے ہیں خوانی غلیل کر

اقرار ہے کہو کہو اکھار جی کہو
گر آپ کو تلامشیں خریدار ہی نہیں
دل بیکشوں خوام سے جوتے ہیں پانہاں
کب نام نہ و پیام سے نکسین دل کی ہو
یہ کون سی تماری ہے گفتار جی کہو
تو کس لئے ہے گرمی بازار جی کہو
سکے ہو کس سے یہ نئی رفتار جی کہو
یار روئے نہ یار سے گر یار جی کہو

اس شمع رو بغیر یہ حیرت ہے اے دلا
کس طرح سے بسر ہو شب تار جی کہو

کس کے ہوئے ہو عشق میں بیار جی کہو
پایا ہے کس کے غم میں یہ آنا دج کہو

ہر ایک کو تلاش تمہاری ہے گھر بھر
تم جسکو میں کسی کی ہوا سے بانج کہو
تم سے بھی زیادہ ہے کوئی عالم میں خبر
جس کے ہوا سب ویدار بج کہو
مثیڈا ہونے پر شکل کپکس کی لئے میری مانی
پیدا کیا ہے کیسا وہ دلدار بج کہو

احوال دل کراپنے وقت سے چھاپا دست
ہو دام میں کسی کے گرفتار بج کہو



جو بتوں میں یہ پہن نام خدا رکھتا ہو
کیوں نہ وہ چشم و دل غلق میں جسا رکھتا ہو
خون عاشق سے کسے دست نگاہیں اپنے
کہو اس شوخ سے گرشوق جنتا رکھتا ہو
چشم داشت اس سے وفا کی دکھوں کس دھتے قلا
قتل عشاق ہر ایک دم جو روا رکھتا ہو
یوں ہیں محبوب ہست پر ہوں میں الا اس پر
خوہروں میں جو تک شرم دجسا رکھتا ہو
دل کے لینے میں وہ عیار تو ایسا ہے حریں
جوں کہیں گر میں کوئی گھات لگا رکھتا ہو
ایسا بڑبڑتا ہر ایک بات کا دیتا ہے جواب
جیسے آٹکے ہی کوئی باسٹ بنا رکھتا ہو
سنگ دل بہر خدا اس کو بتا دے بلکہ کو
دل میں جو تھبت پر کش کے جسا رکھتا ہو
کیوں کہ اس صید نگن سے یہ بچے طاہرین
ذلت کے دام میں جو سب کو پھنسا رکھتا ہو

اے دلاکب وہ میری خاک پہ لکے گا قسم

ناز سے جو نہ زمیں پر کھنڈ پا رکھتا ہو

روایت الہا

دامن ہے ساتھ چشم کے اور چشم نم کے ساتھ
دوری میں تیری یہاں ہے سڑکا و غم کے ساتھ
عیش و طرب میں گڈ سے ہے نہج کو دہاں سدا
اور یہاں کسی کو گڈ سے ہے دور و ادم کے ساتھ
پامال رنگ یہ دل خون گشت کیوں نہ ہو
جب میں حنا لگی رہے اس کے قدم کے ساتھ
اس جیلے سے نصیب ہو دیر بیتاں مگر
کچھ ربط کیجے ماہب بیت الہم کے ساتھ
سینہ ہے اپنا داغوں سے رنگہ دخت ہی
زاہد نہیں ہے کام ہیں کچھ ادم کے ساتھ

دیرائے افک سے ہے یہ نسبت مجھ کو تشبیہ جیسے چشم کو دے کوئی ہم کے ساتھ
 کرتے ہیں اپنے دل میں ظلم جہاں کی سیر کچھ احتیاج ہم کو نہیں جام جم کے ساتھ
 تیغ اُن نے لی بگشتہ منون اسے وکا
 کیا دیکھے سسوک جو صید حرم کے ساتھ



دل پہ گنڈے ہے جو کچھ مجھ سے مری جلی پوچھ پوچھ کر ہو گا پشیمان کیا مان پوچھ
 مطلع ثانی

تا زوا تراز واد اپنی ہر ایک آن پوچھ جی ہی غش ہے گا میرا مجھ یہ مری جہاں پوچھ
 جلوہ سخن سے تیری ہیں نکل حور و پری وجہ اس کی تو اب اے غیرت غلام پوچھ
 خوب عشاق بکل ہے تجھے مست کر نگار قتل کر شوق سے تو گبر و مسلمان پوچھ
 ہوس سیمین دکھتا ہے گرتو گھنام دیکھ سینے کے مے داغ گلستان پوچھ
 گزری جو گزری تو سے جوین بھر پر پائے کیا کروں اس کا بیاں میں سے قرآن پوچھ
 چین دل کو تو کسی رنگ نہیں ہے تجھ میں اپنے مشتاق کا تو سرٹا ارمان پوچھ
 داغ دل غمت جگر وید و تر دیش فراق ہے یہی بے سرو سامان کا سامان پوچھ

وام زلف اس کی میں دل اپنا گرفتار ہوا
 کیا کہوں تجھ سے وکا حال پریشان پوچھ



ہم صغیر و کیونکہ عاشق ہو میری اُس گلی کے ساتھ جب مزاج اُس کا ہو ہم نغمہ نعل کے ساتھ
 گر نہیں ہے یہ دل ویرانہ اب پابند زلف تو گر زنجیر ہے کس کے لئے اسفل کے ساتھ
 چہرہ پروازی کو اُس کی دیکھ مانی نے کہا زلف داغ کو اس کے کیا نسبت گل نعل کے ساتھ
 بزم آرا گرد ہو گا وہ تو سے لے چکیاں جلی گل جاوے گا جوں مینا مر قتل کے ساتھ
 دست مخاطب کئے شانے سے یارب ہاتھوں ہاتھ ربط شانے کو دیا ہے جس نے اُس کا گل کے ساتھ

کیفیت رکھتی ہے اُس کی وہ عمارت اور چشم
جس کو ساقی کچھ نہیں نسبت ہے ہامہ گل کے ساتھ
روح کو جس رنگ ہے گاربط ہر ہر عضو سے
اس طرح سے غلط ہے وہ بھی جزا گل کے ساتھ
مست کرو شور و فغاں اسے منہ لیو بارٹ میں
چمک اٹے گا وہ گلِ رواں تھا بے گل کے ساتھ
ہوں بقولِ رند میں ہر تہہ قبرِ دانا
خاکی ہے جب ہے دوڑا صاحبِ دل کے ساتھ



یاد میں کہوں کس سے اپنا کسے یزدا
منا ہی نہیں کوئی نے یا رنہ بیگانہ
وہ رشک ہوتا باں اب شمع ہے کس گھر کا
آنکھوں میں اندھیر ہے کچھ میرے یہ کاشانہ
اس دل میں کبھی جلوہ تھا حوریِ فناؤں کا
یہ شیشہ ہمارا بھی گا ہے تھا پری خانہ
بیہوشی میں گر باگیا بوسہ نہ بگڑتا
دیکھتے ہیں مسات اُس کو خوش ہو دیوانہ
جے ہر غم گیسو میں دابستہ کسی کا دل
بے ددی سے مضافہ کچھ نہ شاد
ساقی تولا ہے اب بختمِ کار سے منہ سے
کب دفعِ خمار اپنا کر سکتا ہے ہبیانہ
بیگانہ صفت وہ تو پھر زبانِ بخت ہم سے
کہتے ہیں یہ لوگ اُن میں آپس میں جہادانہ
تحقیق سے دیکھو تو کب تک سی روشن ہے
کیا مٹل کعبہ کیا قندیلِ صمن خانہ
باہر گیا دادی سے گو قیسِ دلا لیکن

اب اپنے قدم سے ہے آہادیہ ویرانہ



دعے پہ نہ آیا اپنے وہ ماہ
کیوں کر شبِ تار ہو کسراہ
اسے یوسفِ مصر حسنِ حیرتی
کس کس کو کوئیں جھکائے گی چاہ
کیا خوب نیا ہی تو نے یاری
یہ ہی تھی امید تجھ سے اے واہ
کیوں قتل کرو ہو بے گنہ کو
اتنا کوئی بلو تو یا رِ دلاشد
گر چاہے وہ مجھ کو کیا محب ہے
کہتے ہیں کہ دل کو دل سے ہے راہ

جاتے ہو کہ ہر ذرا سنو تو قی آیا کرو پس گاہ بے گاہ
کچھ دل میں نہ لادیں چلے آؤ لوح سے قسم نہیں ہوں پرخواہ
ہاں عالم کیفت میں بہک کر مانگا تھا میں تم سے بوسہ ناگاہ
بیہوشی میں ہے معاف لیکن نقدیر اُسے ہے جو ہوا گاہ
پراس پر بھی مضرت کراں ہوں بس جانے دو آگے قصہ کوتاہ

کننے کو دلا کے مان لہ تم
تفسیر سے اس کی گزرو و اللہ



ہرگز نہ کرے اُس سے اشک اثر آلودہ
ازہیں کہ کیجئے کے شکے ہوئے گرتے ہیں
وہاں رشک چمن اپنا گھر اُس نے کیا ہے
کہ ناوک مڑگاں کو یہ غول میں جو چلے ہے
ایک پل میں گزر جاوے نہ چرخ ہریں سے بھی
جلوے کو خدائی کے جو دیکھنے والے ہیں

ہو دے نہ کبھی غول سے جو چشم تر آلودہ
آنکھوں سے مرے آنسو تخت جگر آلودہ
یاں اشک جگری سے ہے دلا رو در آلودہ
وہیں مرغ دل اپنے کے سب بال و پر آلودہ
ہوتی ہے بڑی ظالم آہ اثر آلودہ
کب حسن بتاں سے ہوا کی نظر آلودہ

بخش اپنے دلا کو بھی از راہ کرم یار رب
بر چند گمنہ سے ہے وہ سر بسر آلودہ



غلے کا نہ کہ بھر سے تو کیا راہ و دیکھ
غم خوار سے اپنے ہے بیزار راہ و دیکھ

مطلع ثانی

سینہ مراد غول سے ہے گن راہ و دیکھ
یہ رشک گلستان ہے اے یار راہ و دیکھ
سے شام سے تاج قری ہریں جوں شمع
جہاں ہے تپ حتم سے یہ یار راہ و دیکھ
سر پہلے اگر عشق میں تو بھی نہیں غامض
اس سر کو نہ ہرگز کوں اظہار راہ و دیکھ

فوارہ صفت اس دل سد ریزگی دوت
روئے ہی سے رکتا ہوں سروکار اور دیکھ
دل رنکی اپنی ہے فقط تجھ سے جہاں میں
کیا غلظ سے ہے مجھ کو سروکار اور دیکھ
تو اپنے دلا کو نہ کہی دل سے جھٹلانا
پادے گا نہ ایسا کوئی غمخوار اور دیکھ



جاتا ہے کہ صر کو مرے دلدار اور دیکھ
مشتاق ہوں دیدار کے اسے یار اور دیکھ
امن پر مرے گریہ غمیں سے ہے عالم
گر تجھ کو ہے شوق گل و گلزار اور دیکھ
اب کون کسے تیرے سرا حال دل پہنا
کس پاس کر لیں جا کے میں اظہار اور دیکھ
ہر بات پہ گالی ہی جو سے مینے ہے مجھ کو
پیارے یہ نہیں خوب میں اطوار اور دیکھ
اتنی بھی نہیں خوب یہ عاشق سے ٹھٹانی
میں تجھ کو بلاتا ہوں اسے یار اور دیکھ
پامال ہوئے ہاتھ ہیں دل سیکڑوں ظالم
سیکھی ہے یہ کس سے نئی رفتار اور دیکھ
اب دونوں جہاں سے نہیں کچھ کام دلا کو
تیرا ہی لفظ ہے یہ خسہ بردار اور دیکھ



زا تو بڑا تو اس کے ہے ہر دم ہر آئینہ
یار و جہاں میں ایک ہے افوں گرا آئینہ
جلوے نے تیرے ٹھوکیا ایک جہان کو
تہما نہ دیکھ کر ہے تجھے سندھو آئینہ
اے مر جیوں وہ سخن تھا ہے کہ جس کو دیکھ
منہ کوٹے ہے رشک سے خاکستر آئینہ
ہر ذرہ چٹکے ہے ترے نور رشید نور سے
سے عکس چہرے سے فقط انوار آئینہ
تا عکس یار جلوہ کہ اس میں اسے دلا
زنگب بوس سے دل کا مصفا کر آئینہ



عکس رخ سے جلوہ گر ہے کیا برب آئینہ
حسن تیرا ہے سراپا افتخار آئینہ

چہرہ نریا کی تیرے سے صفائی اس قدر
 حق روزافروں کی نسبت سے تیرے لئے عطرش
 اسے سمجھے رتبہ ہے آئینہ تیرے روبرو
 کرتی ہے تری صفائے چہرہ کا آئینہ
 ضبط رانزول نہ ہوئے صاف ہاتھ کبھی
 ہے دلا یکساں نبساں و آشکار آئینہ

ہے عکس رخ سے تیرے جو گھڑا آئینہ
 تیرے صفائے عارض گلگوں کو دیکھ کر
 صورت کو دیکھ اپنی مہا واہوشینہ
 آئینہ روکے جڑیں انہیں نہ ہے وا
 تیرا اس نگہ کا جان و جگہ سے دوسار ہے
 مشتاقی ہم تمہارے رہیں دیکھنے کے اور
 عاشق ہے اپنی شکل کا اتنا وہ اسے دلا
 دکھتا نہیں ہے ہاتھ سے زخم دار آئینہ

صورت سے اس کی کیونکہ نہ ہو رنگ آئینہ
 ہے کا دکھنا و ناوک مرزاں سے اس کی بیم
 اس سخت دل کا ہے دل نازک مراوحیت
 ہے سرو دل سے صاف دلوں کو جذبہ ضرور
 عکس خدار بوقلموں جلو سے ترے
 دل کو مشاہد سے ہے ہوں آئینے کی مار
 سوں میں کسی کا کشیدہ دیدار اسے دلا
 مرقد پہ بری رکھو حق رنگ آئینہ

ملکِ دورِ میرے سے ہے یہ آب و رنگِ آئینہ ورنہ آگے تھا کھنڈ یا ر سنگِ آئینہ
یوں کہے الطافِ تیرا رخِ خاطر سے طال مصقل سے دور جوں ہوتا ہے رنگِ آئینہ
ہیں کہ یہ حیراں ترا محوِ نقابے روز و شب دیدہٴ نظارہ واسے یہاں رنگِ آئینہ
منہ لگا دے ہے کہاں مجھ سے کوئی آئینہ جب کہ میرا عکس رو بہ عارفِ آئینہ

دیکھو اُس آئینہ رو کو مر گیا ہوں اے دلا

روح کا میرے کریں اب سنگِ سنگِ آئینہ

غزلِ غلامی

سرشارِ دستِ بادِ گساہِ بکرِ بودہ پیمیاں گسلِ بگو بہ نگاہِ بکرِ بودہ
فریادِ عندِ لبِ بگوشِ نمی رسد اسے غیرِ ست چمن تو دہا کہ بودہ
بمجمِ رنگِ شامِ ز بحرِ تیرہ شد اسے بادِ من تو ز کشتِ بکرِ بودہ
پردانہ وار گرد تو گشتیم و سوختیم بارے بگو کہ شمعِ مزارِ بکرِ بودہ
از تیغِ خونِ چکانِ تو کے یا ہمیں نشان خود کن بیاں کہ در پے کاہِ بکرِ بودہ
از فرقتِ تو طاقِ قوتِ تمامِ بہا و رفت خانہٴ غرابِ صبر و قرارِ بکرِ بودہ
وامنِ کشاں گذشتِ نہ خاکستِ دلا مگر

در خاطرِ بود تو غبارِ بکرِ بودہ

دولتِ الہا

گیا ہے پہلو سے کون آٹھ کر جو درو پہلو میں اب ہوا ہے
اثر جو کرتی نہیں دوا کہ یہ دو دو کیا کذبِ ہوا ہے
یہ راست و صلے کی یوں ہی گزرتی کہ اپنی ایک دم نہ بکھر چکی
نہیں جو آیا و اب تک بھی تو کچھ نہ کچھ تو سببِ ہوا ہے
محبِ ہی اخت۔ ہے کچھ ساری کہ پاس بیٹھے نہ ایک باری
کئی ہی دوری میں عمر ساری جو وصل پر چھوٹ گب ہوا ہے

یہ طرے خفا کی کیا کالی ادا جہاں سے ہے یہ نرالی
 کبھی ہے جھڑکی کبھی ہے گالی جہاں ایک دوسرے غلبہ ہوا ہے
 نہ بخش آئیں ہمیں کبھی عیث نہ ناسحق کو گالی دیکھئے
 علاج اُس کا تو کچھ نہیں ہے جو بے سبب کا غضب ہوا ہے
 جو ہر سہانگوں تو منہ چڑھوے نہ انگوں تو یہ ادا دکھاوے
 کہ پاس ہونٹوں کے ہونٹ لائے عجب ہی غلطے کا وہ چہ ہوا ہے
 ہمیں جہاں ستم اٹھائے جہاں ٹھوبہ کے ہی رنگ پائے
 جہاں سے اُفت یہ آڑ ہی ملے کہ اس سے کیا کیا عیب ہوا ہے
 کھلی کھلی وہ کبھی سنائے کبھی وہ پردے میں پکڑے سنائے
 کبھی اشارے کبھی کہانے یہ ڈاکہ مجلس عجب ہوا ہے
 وہ چشم جاوود و زلف ساحر و قد قیامت وہ چہر و آفت
 نہ پوچھ اُس کی و آ تو صورت کہ اب وہ فقہ غضب ہوا ہے



جب اپنا نہ ہو پڑ یا تو کیا کہو اس میں بڑا غضب ہے
 کبھی تو ہونٹ سے ہاں کی صاحب نہیں تماری تو چہ نہ ہے
 کہ کر کوہاتے ہو کچھ سنو کہ یہ کہتے ہاؤ تم اب تو بار ہے
 جو پاس آتے نہیں ہمارے بناؤ صاحب یہ کیا سبب ہے
 یہ انتظار ہے بے قناری یہ اپنی زاری یہ ہاں نشاری
 نہ اس نے پوچھا بھی ایک باری یہ دم الفت ہے یا غضب ہے
 نہ ہاؤں میں جتنو سے کہ جب تلک دم قدم ہے اپنا
 تلاش و کوشش ہے اُس کی ہر سوئے اس کے نہ کچھ غضب ہے
 جو دیکھنا ہے تو دیکھ لے جسے کو وقت آفرین چکا ہے
 کوئی بھی ہانکے کہ یہ استا کو تیرا ناسحق تو ہاں بلب ہے

کسی سبب اگر تم کو پھر تو اپنا بھی دم نہ کے ہے
 اگر خوشی سے تم آکے ملے سرور دل کہے اور عجب ہے
 یہ شخص دُشمنی سا جو پھر ہے نہ اُس کو پوچھو کہ کون ہے یہ
 بتائیں کیا نام اُس کا تم کو دلا ہی اُس کا سنا لقب ہے

ہاتھوں سے اُس کے دل کا آزار ہے سو ہے
 ظلم و جفا و جور و ستم اُس کا کیا کہوں
 یہاں تک اٹھائے رنگ و تھب و دھیرے
 چھوٹا کسی طرح سے نہیں دل پھنسا ہوا
 ہاتھیں ہماری آپ نے کیں گرجے امتحان
 باور نہ کیجئے خسر کے کہنے کو تو ذرا
 جاوے کہ مر کو چھوڑ کے یہ تیرا آستان
 سیرِ چین کی تھم کو بوس گہرے دیکھ لے
 صحبت کا اُس کی رنگ نہ کچھ پوچھ لے و لا
 بلجہ سے تو اب تلک و دہی اٹھا رہے سو ہے

اپنی میداری خواب کی سی ہے
 عالم افروزِ حسن ہے اُس کا
 اُس کے رخسارے اور پسینے میں
 متصل چشم سے مری تجھم دین
 آتشِ عشق سے نہ دل ہی جھلا
 لہو شیریں کے بوسے کی لذت
 فکل ضبط اضطراب کی سی ہے
 بس کہ شکلِ آفتاب کی سی ہے
 رنگت اور بگلاب کی سی ہے
 ذرِ فثانیِ حساب کی سی ہے
 بوجِ سگر میں کباب کی سی ہے
 کیا کہوں شہدِ تاب کی سی ہے

اُس کے رخسارے کی صیانت کو دیکھ لو ماہِ تاب کی سی ہے
 ہوں مخاطب میں کس طرح اُس سے بات اُس کی کتاب کی سی ہے
 پردہٴ دل سے آتی ہے جو ترا یہ صدا کس باب کی سی ہے
 کوئی دم ہوں محیطِ عالم میں ہو اپنی حساب کی سی ہے
 چشمِ غنبار کا دلا ہے یہ رنگ
 سیل اک خوںِ تاب کی سی ہے



لگدلوں کا عشق اب فزوں ہے ہے طرہٴ بسا اور جنوں ہے
 دیکھی ہیں یہ کس کی چشمِ جادو نرگس جو چین میں سرنگوں ہے
 لوتا ہوں میں یا دِ گلِ رُخاں میں جو قطرہٴ اشک ہے سوخوں ہے
 کیا کیجئے سوالِ خدا ہشِ دل ایک چپٹا دہاں نہ ہن ہوں ہے
 ہے جیسے دسامری لب و چشم اظہارِ یہاں وہاں فزوں ہے
 آرام نہ زلفت میں دلا کر سوتا سرشام کا زبوں ہے
 مت پوچھ تو دردِ دل و لا کا
 ہر لحظہ یہ درو اب فزوں ہے



نہ شبانی نہ صفا ہے نہ عشانی ہے قطرہٴ اشک بری چشم کا خونِ تابلی ہے
 تاب کیا آئینہٴ ماہِ مقابل ہو کر سے چشمہٴ خود کو ترے روبرو بے آبی ہے
 دیکھئے مژدہٴ امید ہو کس کس کا عشق خطِ زخمیہٴ کو سرسبز و شادابی ہے
 زلزلہٴ روئے زمیں پر نہیں آتا ہے وجہ کسی قیاب کی یہاں لوتہٴ گردابی ہے
 شبِ بھراں میں تڑپتا ہوں میں یوں بستر پر خار ہے ہر جگہ جوئے تن و بے خوابی ہے
 دل نہیں ہے یہ مگر گلِ تنہا بھراں سے آہ بھر سینہ میں ایک پارہٴ سیلابی ہے

کہوں کیوں کرتے تھیں کدہ طور اسے جلوہ بخش سب صوبام وہ ہتائی ہے
 آرزو آسب بقا کی نہ رہی دل میں دلا آسب شمشیر سے بس خلق کو سیرانی ہے
 تیری بے چینی کا باعث نہیں معلوم دلا
 واسطے کس کے تجھے اتنی یہ جیتائی ہے

کیجئے کس سے بیاں دل کی جو جیتائی ہے دور و اندر وہ غم و یاس ہے بے خوابی ہے
 دماغ دل سینہ سوزاں پہ جیسے اس رنگ گویا روشن شب و تار یکس میں ہتائی ہے
 دل مشتاق ہے دیکھ کے خوں ہوتا ہے سر انگشت تیری شوخ وہ عتائی ہے
 کہتو اس ساقی گلفام سے میرے تجھ پر ہی ہے گزک بخت جگر خوں عے عتائی ہے
 تیغ ابروئے کئے تشنہ ہیں سیراب کنی کیا تیرے سبز شمشیر کی سیرانی ہے
 گل مارن پہ دلا اس خطر نورس نہ کو دیکھ
 کو عجب رنگ کی سرسبزی و خادانی ہے

جب سے کہ کو لگی مجھے اس غلامی ہے ایک طرح کا تاک ہر ایک خیم زوے ہے
 جس ہی نہ آوے خوش مجھے سیر چمن لیسیم دل کو میرے شگفتگی اس گل کی بو سے ہے
 سرشد کم نہ کر کے روزناست سے پیو نہ دوستی تیرے ہر تار و مو سے ہے
 کس واسطے تو بچنے ہے اسے شیخ زوے سے مہل بتا کہ کیا تجھے اس گشت گو سے ہے
 مجنوں صفت جو چاک گریباں دے سدا کیا کام اس کو نا صاف مشفق زوے سے ہے
 قتل دلا کا ہو گمانہ اٹھا ریش رفت
 رنگیں دست دایں تیری ہوسے ہے

چشم مردم میں تو یہ اشک نثارا ہے یہاں نہرِ خروار بخت جگر آتا ہے

کام میں جان کرے وہم ملائک ہم کو وہ تصور میں نظر آئوں پہر آتا ہے
 عورتوں کا ایک عالم ہے تو اس کا دوسرا نہ فقط دیکھنے کو شمس و قمر آتا ہے
 زندگی اپنی کوئی دم کی ہے اس کا جیسا جلد آہر عیادت تو اگر آتا ہے
 ہم تو ہیں کشتہ شمشیر نگہ اس کے و لا کس پہ وہ باغیچے ہوتے توج کھڑا ہے



کبھی جو خواب میں بیدار نخت آتا ہے خیال میں نہ میرے تاج و تخت آتا ہے
 طیش کی دل نے یہاں تک کہ چشمے میری بھائے اشک جگر نخت نخت آتا ہے
 جگر سر سی ہے میرا کہ میں اٹھاتا ہوں زباں پہ تیری سخن جو کر نخت آتا ہے
 مجھے نہ سائے سے اے سرو قد کا پنے دور نہیں اٹھانے جو زبرد نخت آتا ہے
 قبائے افسانہ گل رشک سے نہ ہو کیوں چمک وہ آج پہنچے ہوئے ایسا رخت آتا ہے
 علی کا نام ہے غلام مشکلات و لا زباں پہ گزرتے ہے سب کا رخت آتا ہے



نہیں اشک ظالم یہ خون جگر ہے نہ آفسو سحر بلک نورِ نظر ہے
 مطلق ثانی
 تری یاد میں جو کشتام و سحر ہے تجھے بھی سحر کچھ اس کی خبر ہے
 مطلق ثالث

تصور میں میرے تو آئوں پہر ہے جدھر دیکھتا ہوں تو ہی جلوہ گر ہے
 میں احوال دل کیا کون تجھے پایا ہے تری یاد میں روز و شب نور گر ہے
 تری زلفت کی لہر ہے وہ قبرِ ظالم کہ افسی جسے دیکھ مانگے حذر ہے
 کہے کیا وہ شہد و شکر کو پایا ہے کہ بوسہ ترا جس کو شہد و شکر ہے

جھاؤں سے ہر دم کی باز آسنگر
خدا کا تجھے کچھ بھی غوت و خطر ہے
غیم بھرے کیا کہوں تیرے ظالم
کہ احوال عاشق برنگب و گر ہے
کروں کیوں کہ دل جوئی اس کی پس پاؤ
نہ کوئی ہنر مجھ میں نے زور و زور ہے
کرا با و فیض قدم سے تو اپنے
ولا کے جو دل کا یہ آہن نگر ہے



تپاک دل کو زبیں آؤ آفتیش سے ہے
جہاں میں سوز مرے نالا حزین سے ہے

مطلع ثانی

نہ ہستی کسی کی غرض نہ کیں سے ہے
مجھے تو کام اسی اپنے نازنیں سے ہے
گر فتنہ دو ہی ہانے ہے دل کی اے صاحب
کس جس کو کام پڑا لعل و غبریں سے ہے
نہ قتل سے مرے منکر ہو اب تلک ظالم
نقاہت خوں تیرے دامن قاتلین سے ہے
پیارے دونرازل سے یہ بندگی کا ترے
نمایاں داغ غلامی تری جہیں سے ہے

ولا کی ہے کسی پر رحم کر کہ خیر سے سوا
امید اس کو نہ بہم نہ ہم آفتیش سے ہے



دل کا مرے اے لاد رہاں حال زبوں ہے
سرتا بقدم داغ ہے اور غرق بکوں ہے
غیم ہے خڑ تیغ گنگہ غمزہ ہے جہادو
کا کی ہے بلا زلف تیری گرو فوں ہے
میتابی دل نے تو کیا اتنا ہی مضطر
نے خواب و خوراس بن گئے نہ صبر بکوں ہے
گلشن میں ہی خود و فغاں کرتی ہے بلبیل
ہے چرش و خوش ان دنوں لوتنا زخموں ہے
تو ہر رنگوں بانہ سے فزاک سے ظالم
گر صید یہ لا غرہ ہے دگر زخمت و زبوں ہے

پہر کے ہے ولا باز و تریکے ہے وہیں آگو
گر آن لے بار تو اچھا پہن گوں ہے

غن پر اسے ماہ رنگین ہاں قدر فرور ہے
گو سرا سر مہر ساں تیرا رخ پر نور ہے
مطلع ثانی

کیا مشک ہے جگر جو ہر جگہ ناسور ہے
غیر مرگاہاں سے کس کی اس قدر گناہاں ہے
عشق میں اس خطر غم کی بس کہ بہتا ہے دلم
ہر لہو کی بوند سے نکلے اتنا لہن کی صدا
تو ہی مصفت ہو بھلا دل میں ذرا غم خراب
بانت تو یوں ہر کسو کی وہ سنے ہے ہم نہیں
باور احساں سے زبان کا سر ہے اپنی گو گو یار

مثل مجنوں کیوں نصحت دتا ہے کچھ کہہ دلا

عشق میں کس پہلی دلش کے اس قدر رخوار ہے



جام و جاساقی و طرب ہے دلت اوچک ہے
دیکھ اپنا حسن و وجہ سوان ہو کتنے لگا
صل کو کس رنگ دون تشبیہ اس کی لبت میں
قلم آشوب و دران سرسبز جاں کا دیش
کس طرح اس گل سے دانش ہوگی چیل ہوں ہیں
دوستی بہ سے جانی اور لگا دلت غیر سے
بے وفا کی مست کرتی ہیں خدا سے ڈر ورا
جود ہو دے طبع کے اپنی ممانع گرچہ وہ
ہے حال تیغ اور خسر کجست جیں جہیں

صحت اس کی دلاست پوچھو مجھ سے انی دنوں

ہر گز ای ہر سامت اور ہر لحظہ ناحق جنگ ہے

بیٹھے بجائے اُنھ جو چلے ہو جی میں کیا آئی ہے
 جانے نہ دوں گا جان ہی میں ہیں نے یہی گھمرائی ہے
 مطلع ثانی
 ہو میں کس کے غم کی گشتا یہ دل بڑا کر چھائی ہے
 ساسے غم میں رعد غلطیوں نے دھرم چھائی ہے
 عشق میں اس کے ہو گیا عالم زیر و زبر دہاں اب گنگی
 تاز و ادا ہے وہی اُس کی اور وہی رعنائی ہے
 رشک کہوں میں ہاں کہہ کا ایسا عالم ایسا دیکھا ہے
 گورے گورے کھڑے چہ اُس کے ایسی ہیز و لائی ہے
 اُس کے سخن کی کیا ہیں کہوں تاثیر اسے پار سننے ہو
 مردے کو زندہ کہے ہے یہ اُس کی گویائی ہے
 اُس گل نرچہ تہ میں اپنے دل کی بنی ہے یہ صورت
 گویا شجر کی شاخ شکستہ میں بہ لگی مرجائی ہے
 رباطیں اگلے سب وہ بھلائے کچھ تو کیجئے خرم دیا
 آنکھ ملا کر بات کرو ہو دیدے کی یہ صفائی ہے
 خون ہوا بہاری مجنوں کا اُس ہم ساری غنائی کتنی ہے
 وادی میں یار و خمد کی جس دم بلی نے فصد کھائی ہے
 ڈھونڈوں کہاں ہیں جا کر اُس کو کہئے وہ گھر میں اپنے آ
 مٹا نہیں ہے کوئی گھڑی میں ایسا ہی ہر چائی ہے
 غریب نہ کیوں کر توں ولایت یار میں اُس کی روز و شب
 پنجہ مرجاں کا ہے رشک وہ ایسا دست خانائی ہے

ہے تصور اس کا چٹنی چشم دل میں یاد ہے
 اس کے کوچ میں بھی رتھی ہے عجب منت محوم و دعا
 دیکھ رہے راحت میں اس ہے اور خاطر شاد ہے
 شور و غوغا ہے سدا اور نالہ و فریاد ہے
 آن جنوں کا دل ہے یارب یا کر یہ قلاو ہے
 اب وہاں اس کو قفس سے چھوٹنا صیبا ہے
 طاثر ہے ہاں و پر ہے مست رہا کجرا ہے

ق

کل کہا میں نے کہ ہم میں تم میں کیا کیا وعدے تھے
 غیرہ گزری سو گزری بیچ کہو ہر خدا
 حق میں اب بندے کے اپنے آگے کیا ادا ہے
 کہنے کے صدق میں یہ بھی آپ کا ایجا رہے
 صبح غافل ہے نہ کار نامہ فانی و بھرا رہے
 دیکھ کر تصویر اس کی نقش یہ دل پر بھرا

سب سے رخصت ہے دلا کہہ دیجو اپنا سلام
 بات کی فرصت نہیں سر پر کھڑا جلا دے

○

بلا ہے زلفت نگہ قہر چشم آفت ہے
 کیا ہے حق نے مجھے خلق غیرت گزار
 نہ میری بھلاں یہ قامت فقط قیامت ہے
 کہ دیکھ کر تجھے گزار کو نجاست ہے
 بنفشہ سنبل و گل خط و زلفت ماضی ہے
 نہ پوچھ عاشق دل بخت کا تو حال غراب
 مزا نہیں ہے جویوں گا یاں میاں دو تم
 جلا دے مروت کو شوکر سے وہ صبح مرا
 رہے گی دیکھنے باہم یہ کب تک محبت
 اُدھر عتاب ہے ہر دم اُدھر حاجت ہے

وفا نہ کیوں کہ ہر دیوانہ اس پر ہی روکا
 ادا و ناز و کرشمہ ہے اور ادا شدت ہے

○

عالم دید ہے یہاں نالہ نہیں نہ آہ ہے بسل یک نگاہ ہوں آہ مجب نگاہ ہے
جو زرخ دوست دیکھو کوکے مڑ کو چشم تو اس کے سوا نہ کیجیو مہ نظر گستاہ ہے
رض کیا کہ خضر ساں اپنی ہوئی بھی زندگی جب کہ غم سے تو ہی یاد مر تو وہ تہاہ ہے
کس سے کول میں درد دل و مہدم اپنا تلہ خدا دہر میں اس کی ہر رماں نالہ و اشک آہ ہے

باتھ اٹھا کے نت دعا مانگے ہے ہر سحر و تا

عرض کرے یہ تجھ سے کیا بات تیرے بہا ہے

○

کہاں یہ حسن سدا اور کہاں جوانی ہے نہ کہ غرور پیار سے یہ جائے فانی ہے
جو بندہ خاندان کیجے کبھی قدم رنج تو عین بندہ فرازی ہے سرفرازی ہے
وفا کا وعدہ کیا ہے میاں رکھو اب یاد کہ ہم کو بات تمہاری یہ آزمانی ہے
رکے جہاں میں سلاست خدا تجھے گل زد و گر نہ پھر تو کہاں اپنی زندگانی ہے
تری رضا ہے راضی بجان دل اب تو

و آئے نے بات تیری ہر طرح سے مانی ہے

○

از بس کہ اب جہاں میں نصرت نہیں رہی با ہم کو کی دل میں بہت نہیں رہی
علا بہ میں گو کہ ہے تعلق تو یک ہوا اگلی سی اب تو تجھ میں حسرت نہیں رہی
صد شکر اب جہاں سے میں سیر ہو گیا حوس و ہوا کی کچھ مجھے حسرت نہیں رہی
مانند آنجنے کے مصفا ہے دل مرا ہرگز کسی طرح کی کو درست نہیں رہی

کیا پوچھتا ہے حال دل بہتہ و تا

کچھ ان دلوں میں اس کی دھڑکت چیں رہی

○

صورت دکھا کہ اب نہیں تابِ رفا سے اس چشم منظر کو ترا اشتیاق ہے

پھرتے ہیں اور نہ جتنے تجھے تیری گل شرم
 ملتا نہیں ہے تو یہ عجب اتفاق ہے
 ملنے کو دوستوں کے نہ ایک باقی کر
 حالت کا ترک کرنا دلیل اتفاق ہے
 ہر جہ پر ملنے غشت کا کچھ شیخ و درجن
 ہائے بھوق میں غم ابرو کا طاق ہے
 غیروں سے مختلف ہر شب و صبحی ہیں
 مگر ہمارا اسی ایک تم کو شاق ہے
 ایک برگ گل پر دادِ شبنم ہے اسے دلا
 اس سرخا کی لب پہ ہر وقت بلاق ہے

کس دامن میں سے دل تو گرفتار ہوا ہے کس کے لئے اتنا تجھے اٹھنا دیکھا ہے
 مطلع ثانی

ساقی ہے سے وہاں ہے کیا ابرو ہوا ہے ہوا جاوے ہم آغوشِ دل تو مزا ہے
 مطلع ثالث

ملاں نہ ہو تجھ جود کا جوا بھو دیا ہے جس ہاگ و خفا ہے نہ غم جو روجفا ہے
 مکھڑا ترا جب سے نظر آیا ہے پری زو منہ تو ہے طرف قبیلے کے اور دستِ طلب ہے
 کب پہنچا مر جاں حری رنگینی کو پہنچے بے رنگ گھٹ پا کو تری دیکھ خفا ہے
 گذرا نہ نہاں پر کبھی افسوس مرا نام تا رو نہ بتا مجھ کو یہی اس سے گما ہے
 پھیسو نہ کبھی نہایت کے تو دامن میں سے دل کہتے ہیں اُسے قبر وہ آفت ہے بلا ہے
 رنجور جو کوئی ہر دے تپ و دہری سے ناس جز خونِ چسکا آہ نہ پھر اس کی دوا ہے
 جز آرزو نہ وصل نہیں نہ نظر کچھ جس کے غم ہوا اور تنہا نہ ولا ہے

ہلوہ ترا ہر شے میں درخشندہ نما ہے خمر و جری خوبی کا سبک تابا ہے
 مطلع چہارم
 مست ہو چو کہ کیا حالِ دل مستہ ولا ہے راضی ہے اسی میں تری میں میں کہ بنا ہے

آشتی حال نہ کچھ پوچھ تو ناسخ
ہے ہوشِ جلی سے تری کیوں نہ ہو سٹلے
نئے بہر نہ وہ ماہ نہ ہے یوسفِ کنعان
کزمین نہ پائے تری وسعت کی سمائی
تو ہے وہ گلِ روئے سبدا پانِ جہاں کا
کیا دردِ دلِ بھگت کے آہِ سبھا
عاشقِ بدل و جاں ہے دلا روزِ ازل سے
کیا نامِ خدا اس نے تو یہ عشق کیا ہے



والہ چرا تجھ پہ مبتلا ہے
کیا قرعے اُس کی زلفِ ناگن
خُلم کہوں اُس کو یا بھوکا
کنا مرا سب ٹٹ ٹٹ ہے
سن دردِ دلِ اُس کا گوشِ دل سے
ظالم نہ ستا کسی کو تاحق
رنجیدہ کسی ہی دل کا کرنا
اے جانِ ہزارِ جانِ گرہو
تجھ پر سے دلا تیرا خدا ہے



کیا جودِ مستم ہے کیا جفا ہے
جو کچھ کہوں اُس کو میں بجا ہے
کوئی نہیں درد کا کسو کے
تس پر بھی یہ دل میرا خدا ہے
آفت ہے غضب ہے وہ بلا ہے
وہ جانے ہر کوئی مستلا ہے

جس طرح کٹے تیرے غم میں اکھا تو اس کا پھر خدا ہے
 شکوہ نہیں اب ذرا کسی سے قسمت ہی کا اپنی یہ بُرا ہے
 تاثیر نہ کی کچھ اُس کے دل میں یہ نار کال نار سا ہے
 کر رحم کی نیک نظر دلا پر
 تو عقدہ کشائے کار ہے

①

دراغوں سے تیرے بسکریں دل ہلا رہا ہے یہاں شعلہ چراغ ہے سو رشک بہا رہا ہے
 ہیرت سے آستان پر اپنے بچے سدا باخشا آئینہ کے تیرا انتظار ہے
 نے وعدہ وفا نہ مروت نہ انکسار اسے بے وفا کہیں بھی تیرے جی میں پیارا ہے
 کس پاس ہمارے حالِ دل چٹابیاں کر لیں نے صراہاں نہ دوست نہ ہدم نہ یارا ہے
 پروا کسی کی رک نہ تو زہا رہا ہے دلا
 کیا غم ہے اُس کو جس کا کہ پروردگار ہے

②

گے رموز و گہ ایسا و گہ اشا رہا ہے غرض ادا لے تری ہر طرح سے مارا ہے
 تو ابی ویدہ و دل کو خیال ہے ہر دم تری ہی مجھ کو عنایت کا اب بہا رہا ہے
 گے ستم ہے گے جو رگہ بھائے فراق میں دیکھا سنگ دل میں تو رنگ شارا ہے
 ٹھیکے آٹ تو اس دل کا آٹو کیا ایک بار یہ کس نے دل کا میرے اب گر بھاڑا ہے

نہ کیجئے ستم و جو اس قدر اس پر
 کہ ہر طرح سے میان اب دلا تمہارا ہے

③

قامت کا ترے انداز غضب چلنے کی لٹک پھر ویسی ہے
 آفت ہے تری ہر ایک ادا ماری کی جھلک پھر ویسی ہے

ہم خواب کس کی بچ پتھے رات کو کہو
 بن ٹھن گئے تھے آپ کہاں سج بتائیے
 گرشب کو کے ساتھ نہیں کی ہوشِ شست
 ہوسے نہ کوئی بات دہاں داس پرکھی
 تیغ و سپر کو آگے جو کھرکاتے ہو کہو
 سہا ترے ہے غوں کسی عاشق کا آہڑا
 یک بارگی پلا دے مجھے تاکہ منت ہوں
 پرشاک جو تمہاری ہے چھوڑوں ہی ہوئی
 سج ہے تمہاری آج نہایت بنی ہوئی
 کیوں جا بھاسے چوٹی ہے تیری جیسی ہوئی
 جب درمیاں میں پیارے کو سے کج گزئی
 کس پر کمر ہے آپ کی اس دم گئی ہوئی
 بگڑی نہ سرخ سر پہ ترے ہے بندی ہوئی
 جو کچھ کرے ہے شیطے میں ساتی بھی ہوئی

دلالت کو اس کی چھڑوں میں کس رنگ سے دلا
 چھشتی نہیں ہے آنکھ یہ کافر لگی ہوئی

دہائی کیوں کہ ہر مرگ گریباں گیر سے پانی
 نہ کی تجھ سنگ دل کے دل میں کچھ تاثیر ہی دڑ
 اگر دو آئینہ روا آنکھ آٹھا دیکھے مرقع کو
 وہ عید ترش نہ لب ہوں میں کہ صبا دان کہیڈ
 ہوئی اس سال یہ بارش کہ جو چشم ہے سوچنی کر
 کلام اس کے میں ہے جو تہہ جھوک کب اس کو پاناہر
 عطش میری پلا دے گی تیری شمشیر سے پانی
 دل فدا آنک ہے نالہ مستگیر سے پانی
 عرق ہو کر ہی چپکے چہرہ آتھویر سے پانی
 مجھے نے ہے دم بھڑے اور شمشیر سے پانی
 بڑا چپکے ہے ہر تخت سے اور شمشیر سے پانی
 بہت شکل ہے وہ تقریر اور تصویر سے پانی

دلالت کہ تو درد دل کہ سننے کی نہیں حالت
 ہوا جاتا ہے دل اپنا تری تقریر سے پانی

تھے جو گشتوں کے تھے نخت جگر کے ہوئے
 گر کوں میں گر یہ جا کہ بارش میں ہنگام ہے
 کس کے تیر ناز کا بسل ہوایہ مرخ دل
 تیرے کے پیکان لگے سر سر سوکے ہوئے
 کیا لب پھر سبز ہو جاویں شہر کے ہوئے
 ہو گئے تو میں توجہ بال و پر سوکے ہوئے

ہر دم وپے سے محنت ہے مرے آوازِ درد
مثل نے بھی ستوں ہیں سر ہر سر کے ہوئے
قتل سے میرے نہ منکر ہو کر ظالم تک
بھونچے ہیں خون سے دیوارِ درد کے ہوئے
آگئے زندوں کی نعل میں جوتا کہ شیخ بھی
ہو گئے سب سے کپڑے تہہ جزر سکے ہوئے
عشق میں یل دھن کے تم پہ کیا گذرا ونا
ہم کو تم مجھوں نطائے نظر سکے ہوئے



جاتے ہیں بزم سے تیری دلِ مایوس لئے
کوئی اس پاس میں کسی طرح سے افسوس لئے
کیوں بخارا نگہوں میں ہے است میں کیوں بکھکے جزو
سے نہیں آتا جو اسے آفتِ ناموس لئے
دلِ گم گشتہ کا پایا نہ کسی نوب سے سرف
اب تیش اس پہ بہت ہم نے تو جاسوسی کئے
ہے غلط سینہ مرا صفحہ طافسی سے
تو نے یہ دارِ اب اسے طیرت طافوس لئے
وہ جہاں کسی گریباں کی کروں اس کے ونا
آکے ننگ جیب مرا نالِج سا کوس لئے



یوں ہیں شمعِ رو کی لگن میں بکھریں گزرو کے چلے گئے
کئی طرح کی فراق میں کریں وصل کا مے بیان کیا
سنو خوش نصیبی یہ اپنی تم بھی آنکھ ادر تو سے
پیش کسوں کے سہ پہا سے وقت کا نہیں کوئی بر
کوئی ہم طاق نہ رہنا نہ کوئی رفیق نہ رہا ہے
نہیں چین بھی کہ ہے ایک پل نہ قرارِ دل کو چہ گنا
کہوں کیا میں تجھ سے لے تنہا جو یہ لحاظ کم کو قرار
کہوں کس سے پنا میں ورو دل کہاں جو نڈل سے لڑا
یہ عجب نالے کہ ہے ملن جنیں بھول دمر نہ بھی دیتے
یہاں تجھے آئے جنگ سا میانِ مری کے چلے گئے
انہیں پیش سے سرو کار کیا وہ جو دکھ ہی بھکے چلے گئے
یہاں طاف سے ہی غم پہنچا وہ نہیں نام و دھوکے چلے گئے
نہ مرض اپنے کی کی خبر وہ یوں چھوڑ کر کے چلے گئے
پس تافسل میں ہی رہ گیا بھی جیش کر کے چلے گئے
کہاں لینے والے کہو بھلا میری اب خبر کے چلے گئے
تو سے کہ چھریں جو بھی گئے وہ نہیں ذرا دکھ کے چلے گئے
ہوئی شام بھی نہیں آئے وہ کس جسے کہو کہ چلے گئے
سلور نے ہی مری جھاتی ہر وہ بل کو دھر کے چلے گئے

نگاہِ جمعِ نفاہِ کسوں کیا میں تجھ سے کہے دلا
سہوں ہی یزید سے ہنسے وہ جگر مرے جگر کو پٹے لے



کبھی دلِ ناسینہ جو داکے نہیں گستاخ میں ہم آگئے
تو بیٹھے جبکہ قورسہ خائے ہی دل کو شکستہ بچے
دیا چین صبر و قرار سب وہ دکا کے چہرہ تھیں
کون کیا کسی سے زمانے میں سکے چشمِ ہرودہ کا وہ
کبھی ذکرِ یمن و تھیں کہ کبھی کہہ کے قصہ کو کہیں
شب و روز کہے میں آپکے راسخ و آفغان ہیں
تو جگر کے سوز سے بارش میں روئیں آگ لگا گئے
نہیں کچھ خبر کہ یہ آپ کیا بے آگے روگ لگا گئے
شبِ دل میں بھی تم ہی طرح سے دل کڑکے ہو گئے
کبھی قہر میں خاکِ دل میری آگے با تھا خا گئے
غرض اپنی حالتِ دل و دل تھیں ہر طرح سے سنا گئے
وے ایک دن بھی نہ آپکے ملا نا سن کے تم آگئے

کئی بار ہم تو خیال میں یزیدین کے سگئے اے دلا
پہ وہ خواب میں بھی آں کر میں صورت اپنی دکا گئے



دامن سے تیرے اے محوِ تاباں گئے ہوئے
یہاں استکار آئینہ رویاں میں صبح تک
جنوں ترا پھرے ہے تو اتنے ہیں اُنس سے
بے قدر یا تو غسل سے ماتم کے کم نہیں
پہرتے ہیں ہم بھی سایہ صفت یہاں لگے ہوئے
دوسے رہے ہیں ویدہ حیراں لگے ہوئے
دامن سے چند خارِ بیباں لگے ہوئے
ہیں سروِ بد جو طرہِ گستاخ لگے ہوئے

مڑگانِ چشمِ آبر ہیں اے دلا نہیں
پائے بھی میں خارِ نیساں لگے ہوئے



بعدِ قدرت کے تم نظر آئے
بے وفائی تمہاری کیا ہو بیان
نہایت اس کی ہو کیوں کر بھلاؤ
بچ کہو تھے کہاں کہہ آئے
نہ کبھی نہ تو اپنے گھر آئے
اشک کی جا جہاں جگر آئے

آئیے جلد در نہ کیا حاصل
 ہو دے ہی کچھ نہ کچھ تسلی دل
 بعد مرنے کے تم اگر آئے
 نامہ بر آئے یا جسو آئے
 سفتے ہی نام تیرا اسے پیائے
 اشک آنکھوں میں اپنی بھرائے
 ہے دعا یہ جناب داری میں
 کہ مراد اپنے دل کی برائے
 نہ ملا ہم کو وہ کہیں انوس
 ڈھونڈ کر ہم جہاں کو پھرائے
 اسے دلا آپ اس کی عقل میں
 تھوڑے روز دل میں کچھ دوائے

○

تا چند یوں ہی چشم میری غم سے بھراؤے
 آنکھ کی جگہ سینے سے سخت جگ آؤے

مطلع ثانی

ہو امید مرے دل کو جو وہ جوں گتاؤے
 ماخند من تو جو لب بام پر آؤے

مطلع ثالث

یہ دل کی تمنا ہے دو گل رو نظر آؤے
 غماظ پر گراں ہو گئے بہتری سبک ہو
 یا رب یہ کہیں تو گل امید بر آؤے
 ہے حوصلہ اس کا تھپتھپے دل میں در آؤے
 انداز خیال اپنا گزر جائے وہاں تک
 جوتھے ہے سب پر ہی کہتے وہ دل تل
 جس جاناہ فرشتے کا نظر بال و پر آؤے
 کیا منصب ہے کو کا جو کوئی اس سے بر آؤے
 بیتابی دل کا میں بیاں کیا کروں قاصد
 پر مرنے کے مری آنکھ تو دل سے گوی
 اچھایہ تنگوں ہے جو وہ شام و بھراؤے
 گم ہووے وہیں تو گل دل کی سی ہے نقش
 طالع کی مرد سے جو گل بسراؤے
 عاجز نہ ہووے جسے کچھ بھی ہنراؤے
 عاجز نہ ہووے جسے کچھ بھی ہنراؤے

ہرگز نہ ہو تو امید و لاؤے تو اس کے

حاصل گل امید ہو مقصود بر آؤے

لفظ نہ آتش گل سے ہی درخ بلس کھائے
 ہمارا زلف یہ ہے اُس کے گل سے عارض پر
 نہ ظلم و جور سے ہاں ہویاں کے اے دل
 مریض کو نہ وہم واپس ہے کچھ پرہیز
 ہے تیرا شیفہ زلف اتنا زیت سے تنگ
 قریب کھائے ہے دنیا کا جو ہے زین سیرت
 یہی گئے ہے ہر ایک لمحہ سے تو نہ غافل رہ
 بسر وہ زیت کے کس طرح مریض بھلا
 جو جائے بزم میں کھانے اس طرح سے کسے

دلِ جہان نہ قرباں ہوا اس پہ کیوں ہر دم
 کہ زیرِ ران و آجس کی کاہے دُکھل کھائے

○

اب سیکڑوں دل ہیں گئے گرفتار تھامے
 بگڑے ہو ہر ایک بات پہ جا بکے ہر ایک
 جو قول و قسم و صل کے ہوتے تھے شبِ دوز
 اب بات بھی کہنے کی نہیں ملتی ہو فرست
 ہو غلط ہر ایک سے اے گمشدہ خوبی
 آفاق ہے جلو سے تھمے جن کے دلچسپی
 کہتے تھے سدا تمہارے کہ باز آؤ خدا
 ہو کون سے باز میں مشنِ دردِ مکتوں
 جو چاہو کہو دیا و پرانتا رہے تم کو

جو چاہو کہو ہیں یہ گنگناہ تمہارے
 کچھ ان دنوں بے طور ہیں طوا تمہارے
 کیا ہو گئے وہ و مدد و اقرا تمہارے
 رہتے ہیں سدا رستمی اخبار تمہارے
 دید و دل میں ہیں گئے گرفتار تمہارے
 یہ رشک مرد و مر ہیں خدا تمہارے
 پیش آئے نہ بار یہ پسندار تمہارے
 پھرتے ہیں ہر اک جا پہ خریدار تمہارے
 آتے نہیں غوش ہم کو یہاں تمہارے

کچھ بڑھے دلاؤہ ملیج سے اس دم
 ہی چاہتا ہے سننے کو اشعار تمہارے

جگ میں تیرا ظور ہے پیارے
میری چھاتی سے آگے تو لگ جا
گر ہونزدیک تو پھٹ جاؤں
ہے جو روشن مہ چہار دم
دیکھ کر تجھ کو ہوں بتاں حیراں
نہیں لاتے کسو کو خواہ میں
کیا بیاں کیجئے قصور ترا
ترا قامت عجب قیامت ہے
تیرے نگہ جفا سے شیشہ دل
یہ جو ہیں تیرے ساتھ سب ان میں

وید تیری مزدور ہے پیارے
دل کو تجھ سے سرو ہے پیارے
کیا کروں مجھ سے وہ ہے پیارے
یہ ترے منہ کا نور ہے پیارے
تو پر ہی ہے کہ حور ہے پیارے
خُن کا یہ غرور ہے پیارے
محض اپنا قصور ہے پیارے
جس سے شور و شور ہے پیارے
دیکھ آ کر کہ چور ہے پیارے
زہی صاحب شور ہے پیارے

جی میں آئے جو کچھ تو فرماؤ
اب و آ بھی حضور ہے پیارے

دل میں لگے ہے تیرا سالار ہاں غراش سے
بسکہ موا ہے کہا کے وہ زخم نہاں عشق کو
آفت تازہ سے دور رہتے ہیں ہم یہاں مدام
جو کے گواختہ موا بچ رہیں تیری بیاں تک
دل سے لگا جسے تک آہ تمام چھن گیا
ترک لباس کہ کے بار جب سے فیروں میں سے

کیوں کہ نہ خون چکے اب سینہ پاش سے
کیوں کہ ترے شہید کے پائے نشان لاش سے
کہنے سرائے دہر کی تنگ ہیں بود و باش سے
پائے نہ استخوان کو میرے ہما تلاش سے
جب سے پڑا ساطع غمزا دل غراش سے
بگھے پاس ہی کو خوب باولہ اور تلاش سے

باشے کر بلا اسے کیجئے اب وہیں ہلا
سخت تنگ ہے وہاں ہند کی بود و باش سے

اور فتنہ ہوا برپا اس قاسمِ دل جوتے
 حیران ہے ایک عالم اس نگرِ جاوے
 جو دل ہے بندے گناہ اس زلف کے جوتے
 رہتے ہیں دل و دہر اپنے بھرے توہوتے
 جو ہووے بھوم ہاے دل پروانے کاہوتے
 جوئے گیا ایک باری دل کو مرے پہلو سے
 کہہ دیوے کوئی اتنا اس میرے پری توہوتے
 ناخاک نہ تھ ہوئے انھیں نہ ترے کو سے
 گرزخمِ دل عاشقِ تلوار تری پو سے
 پرستے ہر خوش میں توہوں گامی بدخو سے

کوئی شاخِ گل ایسی ہے نسبتِ دوں دلا اس کو
 اس دستِ نگاریں سے یا ساعد و بازو سے



دیکھتے نہیں ہم تیرے سوا کام کسی سے
 یارب نہ پھرے گروشنِ ایام کسی سے
 کوئی بات تو سن آکے لبِ بام کسی سے
 مشغولِ جب اپنا ہو دل آرام کسی سے
 رہتا ہے سدا آپ کا پیغام کسی سے
 پر مجھ کو یہ ڈر ہے نہ ہو بد نام کسی سے
 پایا نہ دلا خلق میں آرام کسی سے
 اس طرح اگر تجھ کو پرے کام کسی سے

ویرانیِ دوستی اس گل کی ہوئی پر سے
 تھنا تھمن میں ہے حیرتِ زرد کچھ نگر سے
 یہ بر نہ کھلا ہم پر کیا سحر کا نکلا ہے
 نے داغِ جگر ہی ہے اسے لالہ زون تیرے
 یوں شمعِ رخ اس کے پرانہ وہ خفاقی ہے
 ڈھونڈوں میں کہاں اس کو حیران ہوں بھگتہ ہو
 دیوانہ ترا تجھ پر اب ہاں سے ہاتا ہے
 جوں نقشِ قدم اب تو ہم جم ہی کے نہیں گے
 تب اس کے لبِ خنداں رہیں ایک باری
 راہی ہر ایک اس سے سے کوئی گروشنِ جاوے

ناحق ہیں کرتا ہے تو بد نام کسی سے
 کتا ہوں ہی دیکھ تیری آنکھ کے پھرتے
 شقاق ہے عالم ترے نکلے کا ہو شش
 منصف ہو تو ہی دل میں کہ پھر چین ہو کیرنگ
 منکر ہو جھٹ ہم سے کہ معلوم ہیں ہے
 دہتے تو ہو تم بزم میں خیروں کی ہمیشہ
 یہ شوقِ طاق کی ہے غوی کہ کسی دن
 تب ہو تجھے معلوم میری قدر لے غلام

مست ہے دلا دلو ہے وہ سیکڑوں و شام
 مانگے ہیں اگر برس بھی ہم دامن کسی سے

بھرے رہتے ہیں چشمِ دل ہر سے کسے مطلب ہے وہاں دسبوسے
 رہے غنڈاں خوشی سے نت جو ایک بار لبِ زخمِ جگر وہ تیغِ چو سے
 نکل کر نگاہیں اُس سے ہر دم ولا وقت نہیں تو اُس کی غوسے
 نہ منکر قتل سے میرے ہونِ ظالم کہ تیری آستیں تر ہے بہو سے
 نہیں اس زخمِ دل کو روئے بہبود بھلا کیا سود مرہم اور رنوسے
 واکجب تک کہ اپنا دم قدم ہے
 نہ باز آویں گے اُس کی جستروسے



سر سبز ہوا ہے بارِ بجاں یہ اُس کی رنگارنگی ہے
 جو سب سے بری آتا ہے نظر بے رنگی میں نیرنگی سے
 دہلا کر اُن میں سرے کا یا تیرے یا میری کی اُنی
 دل پھین کے میرا لے ہی گیا وہ دندنگہ سرنگی سے
 ہے ترس شہدائے بھری انہوں سے نہ خالی چشمِ تری
 اور غل سے یہ کافروہ بلاؤں تا ہی نہیں ہے رنگی سے
 شمشیر و ہر کھر کا کے سدا ہر ایک سے کرنا بانگہ پنا
 ہو حمد و برا کوئی کیونکہ ترا ہر روز کی غائے جنگی سے
 نے مبر و شکستے تاب تو ان لے اپنے حواسِ عمر ہیں
 اسے خنچے دین جیوں ہے یہ دل غزل کی اپنی تنگی ہے
 نے زیست کی کچھ شادی نہ یہاں نے مرگ کا فم دکتے ہیں یہاں
 دھمکتے ہیں کس کو آپ یہاں اس اپنی غولہ رنگی سے
 کیا فرد و رباغی اور غزل جب بھریں اپنی پڑستی ہو
 بھاتی ہے تمہاری ہم کو سدا بے ساختہ خوش آہنگی سے

حیراں نہ فقط ہے آج ولا کچھ تیری شعیبہ بازی پر
سے جن ویشتر ناعز و پری عاجز ہیں تیری نیرنگی سے



تھا شاہو جو نچش میں مراول خواہوں اٹھے
کرو ہو قتل کیوں اس بے گنت کو باز آؤ تم
برہمن ہوں مسلاں تو ڈکڑتا رستے ہیں
کما تھا غیر سے تم نے کہ میں ہرگز نہ یوں ہو
محبت کا روانہ عشق میں یار چھب ٹھے ہے
چڑھاویں وار پڑھو رساں ناحق ٹٹاس اُس کو
کسی کو گر کچا ہے واسطے جی کے وہ شب کو
کبھی اُس خاطر نازک پہ کچھ صدمہ اگر پہنچا
پری بیکریلے پاؤں جب رکھا چوڑا دل کے اندر

ولا طالع کہاں ہیں چڑبب دل کو خوشی ہوئے
کبھی محفل میں آجھ سے وہ عالی جاہ بول اٹھے



رنج پاتا ہی رہا میں اس دلِ ناکام سے
حق بتاؤ رونق افزا کسے کہاں اسے چھپیں
کیا نکھوں میں صلی دل اپن کہ وہ قوبے وفا
شن کے وہ قاصد سے میرا نام یہ کہنے لگا
دردِ فرقت سے تمام شوقِ تواب ہے جہاں بلب
نے مجھے شکوہ کسو سے نہ کسی کو میں دوش
چین کتے ہیں کسے واقف نہیں آرام سے
میں تمہارا منتظر بیٹھا ہوا ہوں شام سے
نہیں خبر رکھتا کسو کے نامہ و پیغام سے
یارِ اصلا میں تو واقف بھی نہیں اس نام سے
کوئی کے ہا کر کے اتنا یاروں اس گلفام سے
ہے گھر بچہ کو تو اپنے بخت نافرہام سے

کیا خوشی کا بیاں اُس کی کروں تجھ سے ولا
ہات کا توڑ کر کیا واقف نہیں دشنام سے

شب بزم میں جو ہم تم مست شراب ہوتے پھر نچر دل میں مل نہیں کیا کیا کباب ہوتے
 پروانہ ساں جو عاشق یہ دل اگر نہ ہوتا اس شمع رو کے ہم پر کیوں یہ عذاب ہوتے
 مانند شائہ گریہ سینہ نہ چاک ہوتا جوں تا بذلت دل میں سوچا کباب ہوتا
 سنتے ہونے پیارے کیا کیا مزے اُٹھاتے دل کھول کر جو ہم سے تم بے محاب ہوتے
 کچھ بھی اگر دلا سے ہوتی تمہیں محبت
 خاطر سے غیر کی کیوں اس پر عذاب ہوتے

○
 نے جام کی ہوا ہے نہ مے کی بھوس بھے یک گردش اُس کی چشم کی ساقی ہے بس بھے
 مطلع ثانی

ہو دے جو اس کے پاؤں تلک دسترس بھے آنکھوں کو کھلے تلخوں سے ہے یہ ہوس بھے
 تالاں رہے ہے یاد میں کس کی دل حسرتیں جو چین یک نفس نہیں شل برس بھے
 مالوت اُس مژدے نہیں ہے میرا جنوں نشتر کی بیشتر ہے طلب برسدس بھے
 اُس گل سے کیوں کہ مجھ کو میرا اختلاف ہوں نزع میں نہ پوچھ میرا حال اسے سیج
 معلوم یہ کہ اُس سے پتھر ہوا تباط آوے نظر جو دور سے ہی ہے بس بھے

چاکر چین کے بیچ میں اب کیا کروں دلا
 اُس پہن گئے ہے سائے نگین نفس بھے

○
 مرض عشق نے از بس کیا بیاں بھے سر کو بایں سے اُٹھا تا ہوا دشوار بھے
 نزع میں گرچہ ہوں بہم پہ افادہ ہو گئے اُسکے دکھاوے جزوہ آخری ویدار بھے
 جو کہ رہتا ہے سدا نام سے میرے ہزار اس کی آفت نے کیا عشق سے چڑا بھے
 کیا کھوں یا روکن اس شرخ شگبار نے آہ کر دیا بخشہ مرنگاں سے دل انگار بھے

کہنے کو ان لے اب جو رخ سے ہوتا
نہ ستارہ زو شبِ آئنا بھی جفا کا رہے
اس زمیں میں تو دلا ایک غزل اور بھی کہہ
کیونکہ ایک لختِ خوش آئے ترے شعا رہے

○

غم و دوری سے ہوا اس کی یہ آزار ہے
اس کے وہاں ہاتھ میں رہتا ہے سدا آئینہ
یہ گلشن کی نہ تکلیف کو اب سے ہدم
ذائقے غیر چسوس کا ہے ہے ججے
اوسے جو منہ میں سو فریاد ہے ہوا
غمرہ و ناز و ادا عشوہ و اندازِ سخن
کہ ہوتی زیست بھی اب اپنی تو خوار ہے
فرح کرتی ہے یہاں حسرت دیدار ہے
دارغ سینے کے گلے میں گل و گلزار ہے
سر چلنے کو طاہرے درد و یو ازار ہے
لیک صورت تو دکھا دیجئے ایک بار ہے
بھی بھاتے ہیں تھے دل سے یہ اطوار ہے

طلبِ بلا سے میں کہنے لگا سنتا ہے دلا

دکھاتا بھی عیش اپنے سے یہ آزار ہے

○

کیا ہے غم نے یہاں تک نجات و آزار ہے
کہ زندگی بھی اب اپنی ہوئی ہے بار ہے

مطلعِ نئی

کوئی تو اس پہ سے بار و کروش آزار ہے
ہوا غبار بھی اس کو کلاہ میں لیکن
ہاں آئینہ آنکھیں کھلی جو رہتی ہیں
دلِ برشتہ مرا روز و شبِ ہواں پسند
نہ طاقت آہ و فغاں کی ہے نے ٹھیک بانی
غور و ناز و عتاب و کفر و انداز
نہیں ہے جس کے لئے ایک دم قرار ہے
ملا نہ تہِ خاکِ روم نگار ہے
رہے ہے آٹھ پہر کس کا انتظار ہے
لکے ہے عشق کی آتش میں بے قرار ہے
کیا ہے کس کی نگاہوں نے دل نگار ہے
ویا ہے حق نے تجھے غمزد و کسار ہے
یہ کیسا رنگ لگا بار و اب کی بار ہے

نہ جا تو کہنے یہ اغیار کے سُن اے نادوں
 بھولے اپنا سدا دل سے خاک دار ہے
 تمام سینہ تو زخموں سے چھوٹے سیرا
 بس اب زیادہ نہ کر غم سے دل نکال ہے
 بیاں میں کیا کروں نگہنی غم اس کے ولا
 کیا ہے دہرا جوائی نے لالہ ترار ہے

①

عشق کے جام سے نت حق رکے غمور تھے
 عیش و عشرت میں سدا دیکھوں میں سرور تھے

مطلع نالی

رحم مجھ پر جو نہیں اسے بہت مفسدور تھے
 زندگانی نہیں شاید میری منظور تھے
 رشک سے کیوں نہ سو وہ مچھلا ہوئی طرح
 حُسن نے جگ میں کیا ایسا ہی مشہور تھے
 یا نہ ہوتا تھا ذرا پاس سے ایک دم بھی جدا
 باکیا گردشِ ایام نے یوں دور تھے
 ہو گیا شیخے کی مانند یہ دل چور تھے
 دیکھ پایا جو رشتے میں کل چور تھے
 کیا ہو کر پاس کبھی اپنے بلائے مجھ کو
 حق نے بھٹا ہے بس مریح کا مقدر تھے

ق

ایک دن اس کو کہا میں نے کہ فرما تو ذرا
 حق میں کیا کچھ ہے اب اس بندے کے منظور تھے
 سُن کے چمنہا کے لگا کہنے کہ میں دور بھی ہو
 نہیں کچھ اور سوا اس کے تو نہ کو رہ تھے

طاقت نالہ و انفساں نہ رہی آہ و کلا
 اس قدر عشق نے کس کے کیا رخسور تھے

①

دل کیوں کہ نہ ہوا میں بہت عزا کے صدقے
 ہوتے ہیں سبھی وضع طر مدار کے صدقے
 گہہ چشم و گہہ ابرو کے گہے چین چہیں کے
 گہہ خال کے ہوں گاہ میں زخما کے صدقے
 ایک دوسرے تو لینے دے لھے اپنے لبوں سے
 انکار نہ کریں ترے انکار کے صدقے
 سنبھل ہے ترے طرہ مفکیں کا فدائی
 نرگس ہے تری نرگسِ بیار کے صدقے

یہ قتل کو عاشق کے عجب باندرجنو باندرجا ہیں ہم تو تیرے چہرہ نگار کے صدقے
 بوسہ نہیں دیتا ہے تو دشنام ہی دے جا غلام میں تیرے محلِ شکر بار کے صدقے
 اس انگ کے قطرے کا ثروے میرے یارب
 تا ہووے دلا انگ گم بار کے صدقے

○

راج درج کے ترے طرہ زردار کے صدقے اور ہوں میں گلابی تیری دقتار کے صدقے
 گہر غم سے گہر ناز سے گہر عشوہ گری ہے دل لیتا ہے ہر وجہ میں دلدار کے صدقے
 مشتاق ہے دل تجھ لبو شیریں کا پیائے کوئی بات تو کر جا تیری گنار کے صدقے
 اب قتل کئے جا کہ ہے ظالم تو کہد حر کو ٹہک دیکھو پھر کر تیری دفنار کے صدقے
 گہ لاینِ تحسین ہوں گے موردِ نفرتیں دلدار کے قراں میں دل آزار کے صدقے
 اُس ابروئے خداداد کی تلواریں کا مارا بیتا نہ بچا ایسے میں خونِ نوار کے صدقے
 سرشتِ دلا کے نہ کوئی حال کو پوچھو
 پھر تا ہے یہ ہوتا درودِ لوار کے صدقے

○

گہر زلف کے ہوں گہر تیرے ابرو کے میں صدقے ہوں دل سے غرض اب تیرے ہر مو کے میں صدقے
 کیا نگہست جاں بخش ہے رکعتی تیری کاکل ہنسی ہوئی اس عطرِ خاں بو کے میں صدقے
 بنتا ہوں یہی نازِ بلیس کا میں مضمون گریں جو تو ہوتی رہوں گرد کے میں صدقے
 برشب بجے گذرے ہے اسی شغل میں ہمد شانے کی طرح ہوتا ہوں گیو کے میں صدقے
 خوش خور کا تو ہر ایک دلا ہوتا ہے سراں
 لیکن یہ عجب ہے کہ ہوں بدخج کے میں صدقے

○

ہوتا ہے دوی جو کہ ہو تقدیر کسی کی کچھ پیش نہیں ہاتی ہے تقدیر کسی کی

کس طرح سے داچشم کوں بہت چہیں پر
 دشنام ہر ایک باہت پہ کیوں دیتے ہو سکا
 معلوم ہی ہوتی نہیں کچھ وضع رہائی
 سے جائے ہے دل خلق کا وہ ایک سخن سے
 ہے خاک جنوں کو یہ از اسیر ہوس
 ملک دیکھیو شاہ کہ ہوا غول و لا کا
 آلودہ غول آج ہے شمشیر کسی کی

○

بیاں کیا ہو سکیں اوصاف اس غارت گردان کے
 نہ نہا ہم نشیں اس محفل آرا پر خدا ہوں میں
 چمن میں گر بھی دیکھیں میرے اس دشمن گلشن کو
 بساں خانہ زینو دسینہ ہو گیا چمن کر
 تو تیر سینہ سے ایسا ہی شعراؤ کا امضا
 نہ کچھ احوال ابتر سے فقط اپنا ہی اسے بہم
 میں اس مطرب پس کی کیا کروں تعریف نفی کی
 ہوئی دیوانگی کی فصل گل میں اس قدر شورش
 متاع ہوش و صبر و طاقت و تاب و توان ہم سے
 خبرے زخمی سرشار کی اپنے توائے قاتل
 غول ایسی ولا تو نے کہی ہے شستہ و زور
 کریں صد آفریں کن کہ جسے شاعر صفا ہاں کے

○

چشم و دل غالب دیدار ہیں کن کے ان کے
 ایک قدرت سے گرفتار ہیں کن کے ان کے

سخن ثانی

خبر دیوں میں خریداریں کن کے ان کے
بندۂ خدوی و غم خوار ہیں کن کے ان کے
دل کی بیتابی کا اب تم سے یہاں کیا کیجئے
شوق میں چشم یہ خوباں ہیں کن کے ان کے
یہاں جو آئینہ منط محو جمال رخ یار
منتظر ویدہا بیدار ہیں کن کے ان کے
وہ جہنمت تھے ولا نام کوئی ہے خاسر
کتنے روزوں سے دل انگاڑیں کن کے کن کے



یک بیک ایسی بے وفائی کی
مری ماں کیا ہی آشنائی کی
گمراہ وہ نہ ہوتا کاوش کا
کرتے کیوں بات کج ادائی کی
سنگ دل تو کبھی نہ نرم ہوا
ہم نے ہر چہ منہ سائی کی
ہم کا خیال سے نہیں شکوہ
اپنی قسمت نے نار سائی کی
ہو چکا جب ولا کا کام تمام
آہ نے اُس کی تب رسائی کی



سے چلا اب گلی میں قاتل کی
آج رخصت ہے اُس کے گھائل کی
ذلت و کاکل کو کمول کر اس نے
کیا بلا میرے سر پہ نازل کی
بست کا فرکو دیکھ کر بخدا
عقل گم ہے جبر ایک قاتل کی
رو نہ کر تو سوال یو سے کا
جان جاتی ہے تیرے ساں کی
عشق میں تیرے ہوں زخموں رفتہ
ہے خبر تجھ کو اپنے ماں کی
جاتے ہیں کس طرت نہیں معلوم
کوئی مافر خبر دے منزل کی



کوئی تڑپے ہے کوئی سکے ہے
دھوم یہ ہے گلی میں قاتل کی

گھر سے باہر وہ بچھے تو دیکھے جان رہتی ہر ایک بسل کی
 بدم و یار کا نہ پوچھ احوال کہوں کس کی تھی ہے اب دل کی
 اسے دلا دیکھیے کہ کیسا ہوگا
 زلف میں اس نے ہلکے نزل کی

○

اگر زندگی نے ہماری وفا کی تو دکھائیں گے تم کو قدرت خدا کی
 نہ لایا سرمو اُسے میں زباں پر جو کچھ تم نے ہم پر پیار سے جفا کی
 ہوا جتنا عشق میں کس کے اسے دل کہہ کر گم ہوا آؤ کس نے وفا کی
 لب بسل تیرا سبھا ہے لیکن میرے دردِ دل کی نہ تو نے دوا کی
 رہو اپنے محفوظ نیت کام دل سے
 یہ حق میں تمہارے دماغ ہے دلا کی

○

تجھ سے نہ تھی امیدیں بے وفا کی
 نالہ گذر گیا مرا دامانِ کرہ سے
 بوسے وفا نہ کہی کہیں تجھ میں بے وفا
 غافل نہ رہیے خوفِ خدا سے تمام عمر
 آدھ گذر کے کو دلا کے تو ان لے
 پیار سے یہ بات خوب نہیں کہ ادائی کی

○

دل کو اس غنچہ درہن ہی نہیں صورتِ گل کی
 داغِ دل کے حربے سینے میں ہیں روشن اس رنگ
 گلِ دلکش نہ خوش آوے نہ ہوا جھگی کی
 روشنی ہووے شبِ تاری میں جوں مفضل کی
 اور ہم خمیر مٹاتے ہیں تری پل پل کی
 گالیاں دیتے ہی گذرے ہے تجھے آنکھ پر

دل نادان بھی گرجتا ہے طرح ہاؤں کی
 دیکھیں جس نے کہا میں ہوں کسی چپیل کی
 نہیں معلوم کہ ایک آن میں کیا چپیل ہل کی
 گر نظر آئے جھلک اس کو ترے انچھل کی
 خواب میں دیکھی نہ ہوگی یہ صف تل کی
 کھینچوں پیشانی پہ قشقہ میں نمط مندل کی
 خون آلودہ ہے یہ خاک کسی مقتل کی
 محرم اور کرتی بھی پھبتی ہے مجھے عمل کی
 بات کب اہل یقین مانتے ہیں احوال کی
 آگ دیکھے ہے پڑی جیسے کہیں منقل کی

آنسوؤں کی ہی جھڑی ہے نہ تری فرقت میں
 کیفیت ناز کی تیرے وہی کچے ہے خوب
 فکل وہ اپنی دکھائے گیا دل کو ناگھا
 ہر خفیت سے نہ آفاق میں بکھے ہرگز
 وہ ملامت ہے بدن اس کا کسی چشم نے بھی
 خاک جو اس بُت کا فرکے قدم کی پاؤں
 چرخ زن ہوں جو بگولا نظر آتا ہے سرخ
 زیب دیتی ہے نہ شبنم ہی کی پشواڑ چھے
 وہ جو یک ہیں یگانہ ہی سمجھتے ہیں مجھے
 شعلہ زن یوں دل سوزاں ہے میرے سینے میں

غیر کتاب ہے وہ دشنام مجھے دیتا ہے
 اسے دلا دھیان نہ کر بات پہ تو عمل کی

بہن قسم مت کھاؤ ہم نے بات مانی آپ کی
 سن چکے ہیں لاکھ باری یہ کسائی آپ کی
 کیوں کہ اندازِ روا دیکھنے کا مانی آپ کی
 دل کے لیتے وقت وہ سو گند کھائی آپ کی
 حضرت دل یہ بھی کچھ ہے زنگائی آپ کی
 کم ہوئی لیکن نہ ہم سے سرگرائی آپ کی
 حضرت دل بے طرح ہے خادمانی آپ کی
 مار ڈالے کی نہیں تو بدگئی آپ کی

پاس غیروں کے نہیں کوئی نشانی آپ کی
 حال دل گر کچھ کہوں کتاب ہے بس میں چپ رہو
 کھینچے گو تصویر تیری لیک یہ جبران ہوں
 بے وفائی یوں جواب کہنے ہو کیوں ہی کیا ہوئی
 راست دن رونا ہمیشہ نوحہ و زاری و غم
 ہم ہوئے صاحب کی خاطر چشمِ عالم میں بک
 کون آتا ہے ادھر کو خیر ہے ہم سے کہو
 کیوں جھٹ کو تہہ تخت کس سے ہم کو ربط ہے

عشق میں ملی دشمن کے سو کہ کر جنوں ہوئے
 اسے دلا اکلوس ہے یہ نوجوانی آپ کی

اس کو یہ احتیاجاں ہیں کیا بیٹھ کے فنی کیجے
 گل چیں گل لالہ کو مسکاتہ گنگا ناتر
 ہست نہیں کچھ اس سے گرفتگر سخن کیجے
 منظور ہے اب اس سے بیل کا سخن کیجے
 چاکر کو صحرایں اب اپنا وطن کیجے
 لے جاتی ہے اب دل کو گرا لکھتیں کیجے
 منظور یہ دل میں ہے اب بزم میں شعرا کی
 تیرا ہی ولا سب میں سرسبز سخن کیجے

○
 اردھر بھی بعد مدت کے ذرا نہ قدم کیجے
 کمر باندھے ہوئے کیوں مستعد ہو قتل عاشق پر
 یہ گھر بھی آپ کا ہے بندہ روزنگ کرم کیجے
 یہ اردو ہی غضب ہے بس نہ اب تیغ عالم کیجے
 تھارے جی میں جو آوے سو وہ جو رستم کیجے
 ہنگامہ خامہ تو رہی زباں کو بس قلم کیجے
 وہاں تلوار گرائے تو یہاں سراپا خم کیجے
 ولا اس پر مفرد سورہ نورست کا دم کیجے
 تو پھر تختہ زمیں کا بجا رنکب ارم کیجے
 تھارے دل میں گرفتگر ہے تو پھر اچھم کیجے

نہ پوچھیں دیر و کیجے کہ بتوں کو دل میں شے کر جا
 ولا دل کو رہی اپنے خیرست بیت المصنم کیجے

○
 چلا ہوں نے گل داغ جتاں زمیں کے تلے
 رانی ہو اگر اس قیدِ زیرست سے رہی
 بنے گا قبر میں ایک گلتاں زمیں کے تلے
 تو خوب گزروے بہ امن و اماں زمیں کے تلے
 تو شمع ساں جلے ہر استخراں زمیں کے تلے
 یہ داغ لے گیا وختہ ہاں زمیں کے تلے
 تو وقتِ نرسا بھی آواز اُس کی بالیں پر

مستکرم وہ مجھ سے ہو کہ نہ ہو مقبسم ہو یا نگاہ کرے
 ہے وہ بخشدہ گنگاراں گو کہ ہر چند کوئی گناہ کرے
 راست ہوں کام سب دلاتیرے
 ایک جگہ گروہ کج کلاہ کرے

موتی کی ایک مہی ہے لڑی یوں جھپکے ہی گویا ہے بکلی اور سیہ میں چمک رہی
 تھے شب کو کس کے پاس جو آئے فتنے زخما سے نیلے نیلے ہیں چولی مسک رہی
 جاگے کہیں ہورات کو اتے ہونیند کے جو مل پر مل ہے آنکھ تعاری جھپک رہی
 گرم نہیں نشے ہیں تو پھر جو متھ ہو کیوں ہیں پاؤں لڑکھڑکتے زبان کیوں بہک رہی
 پھولوں کی سیج پر جو نہیں سوئے رات کو پوشاک بوئے گل سے یوں ہی ہے ہمک رہی
 عالم ہے یہ پینے کا اس گلے نثار پر گلشن میں گویا گل سے ہے شرم نپاک رہی
 کہتی ہے طبع مجھ سے غمزدل اور کہہ دلا
 آئینہ ساں زمین ہے اُس کی چمک رہی

تنہا نہ اُس کو خلقت انساں ہی تک رہی عورت پر مری بھی دیکھ کے اُس کو جھپک رہی
 اُس گل نے یار دال چین کی سن نہ پاست سو جن بعد زبان بہت ساہی ہک رہی
 اُس شمع رو کے عشق میں اب سے پاؤں تک ایک تن بدن میں آگ سی اپنے دیک رہی
 وہ گلبدن تھا عید کر جو سے گلے ملا اب تک ہے بوئے عطر سے چلی ہمک رہی
 احوال اب تقسیم ہے تیرے مریض کا دم آ رہا ہے آنکھوں میں گونہ ڈھلک رہی
 معلوم کچھ نہیں وہ کہاں ہو گا اسے ولا
 یہاں رُوح اُس کے واسطے اپنی بھٹک رہی

نہ وہ ہاتھ نہ وہ بزم ہے نہ گلابی سے کی بھری رہی
 کھلی آنکھ اپنی جو ناگہاں نہ قزو سماں نہ پری رہی
 کروں رام تھو کہ میں کس طرح تو بتا دے ہر خدا بچے
 بہت سنگ دل تھے دل میں کیوں نہ وفائے مٹھری کیا
 کبھی چترن آس کی بھری ہوئی کبھی توری آس کی چڑھی ہوئی
 کبھی جھڑکیاں کبھی گایاں یہ ادا و عشوہ گری رہی
 نہ وہ منہ کھانے دکھائے ہے نہ وہ آنکھ مجھ سے ملائے ہے
 مری آہ دشو روغلاں میں کیوں پیکال ہے اثری رہی
 نہ گلوں کو کہو نہ کہ ہو بے کلی گئے بھول سپر چن بسی
 ترے ہونٹوں کی جگہ یہاں سی وہ ہمارے بلور فری رہی
 کہوں رنگت رو کی میں غولی اب کرا ما دنا ذکر شے کی
 مہکے سبہر کے قزو برو نہ کو کی سبب سوری رہی
 وہی کام آس ساروں کا کہ ہو مہر کی بکھا کرن مجلس
 مہے سیم تن کے تو پاؤں میں یہ چمک کی گنش زری رہی
 کہوں کس سے جہانے میں ناش اب کہوں داؤس سے میری طلب
 جو کہے ہے سو تو اسی کسی یہ جساں میں واو گری رہی
 مجھے دید آس کی کنا صبا جو کرے تماخ تو ہر گزنی
 ہوا دیکھتے ہی فریفتہ تری شغنی سب یہ دھری رہی
 جو کوئی ظلم جہاں میں ہوا آس نے کب بہز کیا
 مگر چنا یہی کمال تھا کہ دوام بے بھری رہی
 اسی بحر اور قوائی میں گہی کیا غزل ہے قدر غزل
 کہ جہاں میں جس سے دلا تری یہ ہمیشہ ناموری رہی

نہ دماغ سیرمیں رہا نہ ہوائے سبزہ زوری رہی
 خیم دل میں میرے دھال کی سے آرزو ہی بھری رہی
 پڑی دل رہا چہ نظر یہ جب گیا دل سے صبر و قرار سب
 نہ ہنسی رہی نہ خوشی رہی جو رہی تو نہ گری رہی
 کیا بے خودی نے یہ آثر رہی اک ذرا بھی نہ کچھ خبر
 ہوا عوگس کے نظارے کا بچے ایسی بے خبری رہی
 میں دیوانہ اس پہ کیونکہ ہوں مجھے کس ملجے نہ ہوجوں
 میں ہوں آدمی کو کیا کروں اسے دیکھ عوہ رہی
 ہے ظہور اس کے چمن کا سرو ہر جود و پری ڈک
 کہ ہے کر گرد بلوں طور بھی نہ کسو کی جھوہ گری رہی
 نہ ہمارا گلشن سخن کی کہی اس کے اپنی دکھ گیا
 چمن زمانے سے ہم کو پھل یہ ہوا کہ بے ثمری رہی
 مرے عشق نے یہ اثر کیا کہ جگر بھی خون ہو رہ گیا
 تو بتا کہ روؤں کن آنکھوں سے نہ می رہی نہ تری رہی
 میں نشانہ تیر کا ہم فطین ہوا مفت میں گروں یاد کیا
 نہ بھال دل میں گڑی رہی نہ تو سینے میں دوسری رہی
 نہ کر کو باندھے ہے تاقی اس کے قتل اس نے تو سیکر دیا
 ہوا زور ایسا وہ کونسا کہ نہ تیغ خون سے بھری رہی
 رہے داغ ہستی میں سرسبز سب ہیگ دہار سے سبز و تر
 مگر ایک چشم ابد کی نہ مری ہی کھیتی بھری رہی
 نہ اٹھایا ہاتھ سے لطف کے ہے غرور و ناز می اس قدر
 میر غم کی تو جھیں و آ مری اس کے در پہ دھری رہی

الفت کے نغمہ بونے کو قابلِ زمین ہے
جو دم ہے سو خوشی سے بسر کر جہاں میں
بچن نہیں ہے اُس کی گلی کا گلیا ہوا
نامے پہ نالِ خون کا جاری ہے یہاں تنگ
کوئی خاک و جور میں تڑپے کوئی ہے سسک رہا
جور و جفا یہ تو نے کئے خلق پر کہ یار
پامال کیوں کرے ہے سنبھل کر قدم کو رکھ
سُن سے جہاں میں بارگسی کو بقسا نہیں

ایک اور بھی دلا تو بدل کر رویت کہہ
گو اس غزل کی یار یہ شکلِ زمین ہے

تسا نہ گل نہ لالہ سے گلشنِ زمین ہے
ہر جو ہر بشر کی یہ معدنِ زمین ہے

مطالعِ نال

کچھ واسطے نہ میرے ہی وطنِ زمین ہے
پاتے ہیں اُس کے فیض سے سب پرورشِ عام
جس نے کیا جہاں سے سفر پھر نہ وہ پھرا
از بس گڑھے ہیں سرودِ دلا درخِ تمام
گرمی کے مارے سب میں نہاتے پیسے میں
چھوٹا نہ لیک جہاں کے اکھاڑے میں بلیٹن
ہاں برہمِ آفتوں سے کوئی اُن کی کیونکا آہ
میں نے تو سنگلاخِ زمین میں کہی غسزل
فیضِ قدم سے مہدی ہادی کے اے دقا

قاعی سمجھو کہ سب کی یہ سکُنِ زمین ہے
بہرِ قسلا جا لریک و کو دنِ زمین ہے
سفاک اس قدر کی یہ بجزنِ زمین ہے
دیکھا تو زبرِ خاک بھی گلشنِ زمین ہے
حامِ چوچ جس کی یہ گنجنِ زمین ہے
کیا بہطوان بچھا ڈیہ بہمنِ زمین ہے
خو خوار آسمان ہے تو دشمنِ زمین ہے
اس پرکے ہے طبع کہ روشنِ زمین ہے
سب مومنوں کے واسطے امنِ زمین ہے

زورِ ناس کے دور میں اس سبب تک
جہ حکم اس کا پاس و آہن زمین ہے

تھنا نہ اس کی زلفت سے محفل ہلک گئی
تھے رات کس کے ساتھ ہم آغوش دہم کنار
مڑھاں کی نوک چوک کی اس کے سر کی کبوں
وہ شعلہ زوئیوں شب کو ادھر سے گزر گیا
جس رنگ بارگاہ سے لپکتی ہے شاخ یوں
مائی نہ ایک بات بھی اس خود پسند نے
آکر خیرے جلد تو اپنے مریض کی
پہنچی نہ تھک تلک بیری فسریاد و درنیاد
اس شعلہ رو کو دیکھ کے پہلو میں غیر کے
کشتوں کو اس کے دیکھ قضا کہہ کے الاماں
آیا تھا شب وہ ماہ جہیں کیا ہوا وکا
خواب گراں سے آنکھ یہ کافز چپک گئی۔

ملنے کو داجو اس نے آغوش کر دیا ہے
باہت نہ راچہ ہدم تو ہے خدی کا بیری
تجہ نگہ نے اس کی میدانِ مانتی میں
شیریں لبوں کے غم میں ہائی ہو سک لذت
بیتے تو وہ نہ لایا و پھلی کیا کروں میں
ساقِ دلا سے تو نے کیا چیر کر رکھی ہے
آنکھیں دکھ کے اپنی مدہوش کر دیا ہے

غزل غازی

دلہ برو بہاؤ سے لگا ہے بے شمعے شمعے کج کلا ہے
 تانسانو تو کے محروم باشم گلے چوں منے از چوں تو ہے
 اگر صدرہ برآئی باز آیم کر جو کرسٹ نزارم بھی رہے
 مگرداں روز سوئے من خدا را بہ بخش از بندہ گر سر زد گاہے

نشاہی او کے پاہر ولا آہ
 چنیں ہے دست و پا کہ گزہ زہے

فردیات

وصف اُس خنجر دہی کا کردن کس نگہ بیاں من میں ساکت ہے زباں قوتِ حقیر کہاں

دل

گریں ہیں رووے ویدہ خونبار زار زار دامن ہو رشکِ مخمخہ گلشن ہزار بار

دل

منہ جگر خونِ دہ سینہ چاک ہوا آتشِ غم سے جل کے خاک ہوا
 ہو معالجِ مریض کا اے سیج ورنہ یہ مفت میں پاک ہوا

دل

قاتل چلا یہ نقش تراول پہ رو گیا خنجر چلا کے ایک ہی گمانی پہ رو گیا

دل

اُس چشمِ مست کا تو عجب کچھ نکلا ہے تیر نگہ سے جس کی بگر پارہ پارہ ہے

دل

تخمِ غم کو جب زمیں دل میں رو دیتے ہیں ہم جو کوئی پا چھپے ماں اس کا رو دیتے ہیں ہم
 اٹھاں اور دل کا کیجے مال و زر کیا چیر ہے منہ سے نکلے گر تو کہ جان دے دیتے ہیں ہم

دل

جو ایک گل کی بھی دل میں ولایت ہو تو چاہیے کہ نکل کسے جھائے ہزار

دل

مگر نہیں بھروسہ جس ہے وفا کا یار و جود و جفا اٹھایا اس دل بیا کا یار

دل

یہ مژدہ خوشی دانی ہے مگر ہنگم بڑا دن طرب سے ہوا جلوہ گر
تجھے تہنیت دے کہے ہے جہاں رجوع غلیظ رہے تیرے گھر

ابیات

جہاں میں خوشی ایسی ہے سو ہو کہ جش و طرب پیش ہے کو کج
بڑا دن مبارک تجھے ہو یہ کہہ ہر ایک نذر لایا تیرے روبرو

دل

بھی کتا ہوں وگا گریہ و زاری کرتے آہ کیوں موت نہائی مجھے باری کرتے

دل

انتظاری میں ہوا جاتا ہے دل خون یہاں اُس کو گھر دے ہے وہاں دست خالی کرتے

دل

طاقت و تاب و توان ہم سے جواب چھوٹ گیا کون غارت گرجاں دل کو مرے ٹوٹ گیا

دل

الماس رکھو زخم پر موم نہ پا ہو بھرج تیج عشق نہ ہرگز گرا ہو

دل

شیخ روحان سے ہے یہ دیوانہ مستلا ہے ہرنگ پروانہ
تجھ سوا کون حال زار سنئے کس سے اپنا کون میں افسانہ

دل

لالہ رو سینہ ہمارا داغ ہے کیا تو تازہ بہار داغ ہے

دل

جب غیر کو ہم کنار دیکھا
پھر ہم کو نہ تو نے یاد دیکھا
موزی نہیں رحم تجھ کو ہم نے
سوز گسے من کو یاد دیکھا

دل

بندہ ہوں جانِ دل سے میں طبعِ سلیم کا
فہم و سہی مجھے سے نکتہِ فہیم کا
وہ مشک چین و غبر و سار کو کیا کہے
شقاقتِ تیری زلفت کی جو ہر شہیم کا

دل

کون ایسا رشک گل پیدا ہوا
دیکھ جس کو ایک جہاں شیدا ہوا

دل

تیرا نہ ہوا وصل تو یہ دل میں ٹٹنی ہے
پہر میں ہوں میری جان اب میرے کی گئی ہے
کیا دھت کوئی اُس لبِ دشمن کا میں نے دل
وہ سلسلہ گہر ہے یہ عقیقہِ یسینی ہے

دل

ڈھنگل و ڈھانل وہ اس کی نگاہ
جسے دیکھ کر ہو نعلِ مہرواہ

دل

جب اپنا نہ ہو گبدن ہم کنار
تو پہلو میں اُس سے تنِ غارِ غار

دل

ازل سے رہیں ٹی تھیں جوں گے باہم
نہ ہوتا در نہ کہو دوستی کا یہ عالم

دل

آیا تم نے اور کہیں کانگر کیس
جوں شمع ہم نے زیست کو رُخِ دوسرے کیا

دل

دل میں جب اُس کے درد ہوتا ہے
تب وہ بے اختیار روتا ہے

دل

ماشوق کو اُس کے یاد کوئی کچھ کہا کہے
ہندو اُسی کے نام کی ٹھن چپا کہے

دل

بکوسے اشارہ کوسے ہے بات کس پاس رہتے ہیں جا ساری رات

دل

بقا تھا پری تھا کہ وہ تھا لڑکا عالم آیا جو نظر دور سے آئی حور کا عالم

دل

دم ماسے ہے غم دل سے میرے ہم نفسی کا اے ہم نفساں وقت ہے فریاد کی کا

دل

ماہ رو سیر کرے جب کہ گھستان کے بیچ رشک سے نگ اٹھے گل کھا اُسی آن کے بیچ

دل

کہے ہے ٹہل ناالاں یہ نزار زار انوس ہوئے خزاں ہی میں دیکھی نہ پھر بہا انوس
وہ ساری آفتیں اُگلی بھلائیاں تو نے کبھی نہ یاد کیا بار ایک بار انوس

شعر گاری

حافظ نہاشت بک دل نا توان میں بڑی بیک نگاہ بستم گار جانوس

دل

حق رکے سلامت تجھے دے والا ہوا برا آوے مراد جو ہو تیری دل خواہ
یہ عید مبارک ہو تجھے اور ہزار دیتا ہے یہی دعا و آشتام دگاہ

دل

نزدیں بٹے دن کی تجھے عالم گذراں کہتا ہے مبارک ہو بعد شوکت و شان
اور ہاتھ آٹھا کر یہی دیتا ہے دعا احباب ترے شاد ہوں اعدا قرباں

مستزاد تعریف میں گور زہا اور کی ہے

اقبال و کرم کو تجھ سے ہے خواہش و شوق اے کایں گور ہے ترے دور و کثر و خوت اے بے بحر عطا
افتخار و کرم کا تو ہی ہے پشت نہا اے شہزادہ شک کتنے ہیں یہی اہل کرم بانہ کے صفت ہر جہ دما

بیاحیات

وے تہنیت اب کہتے ہیں یوں غافل نام
یہ ہی ہے دعا و آقا کی ہر سبیل و شمار
جشن و طرب ویش میں ہوئے تو دوام
یہ عید بڑے دن کی مبارک ہو مدام

دل

ہر دم بھی عرض ہے آہ و زاری
بے پریش اسے تو بخش دینا یا رب
مست پوچھ کئی یہ عمر کیوں کر ساری
جب روز حساب ہو تو آقا کی باری

دل

اتنا کہ کوئی اس سے اب کی باری
آیا نہ تو کہے تو دم مرگ تک
بس ختم ہے سرگزشت اس میں ساری
کیا خوب نہا ہی یار تو نے باری

دل

منعم کرے ہے زبور و زبور کیا
کیونکہ تجھ پر لطف گدا پر اپنے
اور اہل ہنر کو ہے ہنر پر کیا
رکھتا ہے غلط یہ ہے در پر کیا

دل

اس گلشن ہستی میں ہر ایک یل و زار
تاخروہ بڑے دن کا صبا باغ میں ملے
ہو خاطر رنگیں تیری صد رشک بہار
گلزار و زریں کرے تجھ پر سے نثار

دل

فوت ہے دعا و دل سے تیرا دوست بھی خواہ
اور مذہب بڑے دن کی یہ تجھ کو گنہ گار
ہویش و طرب نصیب از فضل الہ
کتاب ہے مبارک ہو بعد خست و جاہ

دل

ہے یہ ہی دعا و آقا کی اسے فیض رساں
وے کہ بادب نذر بڑے دن کی تجھے
حق رکھے سلامت تیرے سب خود و کلاں
کتاب ہے مبارک ہو بعد شوکت و شاں

دل

دنیا میں تو ہیں بہرِ سعادت مضطر
اور دین کے دھوکے سے ہے دل خستہ جگر
ہے دونوں جہاں سے پار بیٹھا اس کا
ہاں فضلِ علی کا سایہ ہو دے جس پر

دل

صد سال ملک تجھے مبارک ہو یہ عید
جب تک کہ زمین و آسمان ہے قائم
نتِ فرحت و عیش تیرے در پر ہو پدید
تا باں رہے اقبال کا تیرے خود رشید

دل

جو ہاتھ سے افلاک کے ہو دے پامال
بخشا تجھے جن بحرِ خدا نے مقدور
ہست تیری لپٹی ہے دوڑیں اس کو نہال
قتلِ عیش کے گرداب سے تو بچھ کو کمال

دل

نتِ تجھ کو مبارک ہو بڑے دن کی یہ عید
بس ہے گی یہی دعا دلا کی شب و روز
ہر ایک کی برآورے ترے دوسے امید
بہلے تیری عیش و طرب ہو جاوید

دل

تو خیرِ طبیب ہے وہ اسے حافقِ دہر
تو راقِ ترے لطف کا جس ہا کرے کام
مشہور ہے دانا کی تیری شہرِ بکھر
دور اس سے ہو مارِ سیہ ظم کا زہر

قطرِ تعریف میں ڈاکٹرِ ولیم ہنٹر صاحب دامِ دولت کی ہے

ڈاکٹرِ ہنٹر ہے وہ والاہم
ہے وہ فیاضی میں یکتائے قضا
ہے جلد میں جس کی اقبال و کرم
سیمِ بخشے مر کو مابی کو درم

قطرِ تعریف میں معین صاحب دامِ ثروت کی ہر

وہ معین ہوا ہے والا شکوہ
یہ داود و ہش اس نے کی دہر میں
کہ ہے صاحبِ جو دہیت و قلم
کہ کسریٰ و عاتم سے کیجئے نہ کم

ہے موصوف وہ ہر ایک وصف سے کہے غام کیا وصف آگے رقم
 سدا عیش و شادی ہو گویں تیرے یہ ہے شاد و غم تو والا حشم
 بٹکے دلی کی دے عید کی تمنیت و مائے خلایق ہے یہ و بدم
 کہ اقبال و دولت ترا ہو فزون ہو شہرہ ترا سے عرب تا عجم
 و ما ہے و تاک کی یہ پیل و نہار
 سدا خلق میں تو رہے محترم

قطعہ تعریف میں لارڈ مٹنگو گورنر جنرل بہادر و ام اقبال کی ہے
 نہ ہے شمت اہماہ و نظم و نسق کہ ہیں ملتی تیرے اب تا جور
 وہ جنرل بہادر گورنر ہے تو کیا فوج امدا کو زبرد و زور
 کہیں طر تو شوکت و اقتدار سواری کا تیرے یہ ہے کرو فر
 ہے اقبال و نصرت تیرے گرد و پیش رکاب سعادت میں فتح و ظفر
 دم تنج کی تیرے تیزی ہے یہ کہ کانچے ہے منہا بھی چر و بار
 ہم سے تیری خلق آسودہ ہے عدالت سے سمور ہے بحر و در
 سرور و طرب میں رہے تو سدا بڑا دن مبارک ہو والا گھر
 و ما ہے و تاک کی یہی دم بدم کہ وہ سے تیرے خلق ہو بہر و در
 قطعہ

سلامت رہے نت تو مالی تبار بعد اہماہ و شمت بعد کرو فر
 دیا جو ہر ذاتی حق نے تجھے کہ سب شاد ہیں تجھ سے اہل ہیز
 تو وہ عدل و ہمت میں ہے بے عدل کہ دے تیرے ہے ہر ایک بہر و در
 بعیش و نشاط و سرور و طرب رہے رات دن تو اسے والا گھر
 مبارک ہو عید اور یوں ہزار و ما ہے و تاک کی یہ شام و صبح

قطعہ تعریف تہنیت عید میں مسٹر مارٹن دامن حشمتہ کی ہے

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| فروشان و شوکت و نسج و ظفر | ہے وہ ایسا صاحبِ جاہ و حشم |
| یعنی وہ ہارنگ ٹن فخر کرام | جس کے ہے اوصاف میں تمام نہاں |
| دفرے طے کیا ایک آن میں | طر تو گریاں جہلوں میں رواں |
| تو وہ اسبج ہے کہ ہنگام جہدال | ابچہ پیش جس کا ہے گوہر فشاں |
| تو وہ عادل ہے کہ تیرے دل کے | دہر میں ہے قویٰ فیاضِ زماں |
| تو ہے اخلاقِ محترم بالیقین | زال در زو سام لیں آکر اماں |
| ہو خوشیِ جھم کو بڑے دن کی نصیب | کب مشاہدہ ہم کے نوشیرواں |
| | کہتر و مہتر ہیں بندے بے گماں |
| | تہنیت دے دیں اپنی پیر و چراں |

اور دعا ہے یہ دلا کی صبح و شام

مرتب عالم ہے یہ آستان

مرزا اہان صاحبِ طہاش نے ازراہ نوازش و اشفاق جو قطعہ تہنیت
غسلِ صحت میں اس حقیر کے کہا ہے یہ ہے

| | |
|---------------------------------|------------------------------|
| بحمد اللہ اپنا قدری حبیب | تفاخر کریں جس سے مجددِ دعا |
| غنا طیب بظہر علیٰ خاں ہے جو | سخن میں تخلص ہے جس کا دلا |
| ہوا آج وہ تند رست و صبح | پس از رحمت و رنج دور و دنا |
| کی غسل بھی آبِ حیوان سے | کہ ہو عمر کو طول بے منتہا |
| نہ گروکات کہیں کچھ رہے | بدنِ شست و شو پائے سترِ پابا |
| ہے طینتِ دل جس طرح سے پاک و ستا | بظاہر بھی ہموے اُسی طرح کا |
| حبیب اس کا ہے بس کہیں فیض | حذاقت میں جس کا نہیں دوسرا |

پس اُس کی رعایت ہی کر فرض کیا نظم یوں سل تار سراج کا
 کہ ہوتا جہاں میں سن میسوی
 داتا کو مبارک ہو غسل شرف

قطرہ تعریف میثو لمسڈن صاحب دام دولہ کی ہے

وہ میثو لمسڈن ہے صاحب کمال جے کیے ہے عقل و دانش کا باب
 جہاں میں جہاں تک ہیں علم و ہنر وہ عالم ہے سب کا زونے حساب
 کہے کوئی اُس سے جو شکل سوال بآسانی وہ دیوے اُس کا جواب
 بفضلِ خدائے غرور بخش خلق رکھے ہے سرا سر وہ دئے صواب

قطرہ

جو وصف اُس کا یک شوق کیجئے رقم اگر چہ وہ ہوسا ہووے کناں
 ورنہ اہل دانش بعد فکر و غور کہیں فی الحقیقت یہ ہے انتخاب
 وہ ایسا ہے ذی جہاد والا حشم ہے اُس سے جہاں رو تر و شب یغیا

قطرہ

حضور میں اُس کی داتا عرض کر کہ اے صاحب جہد والا جناب
 وہ کیا شے ہے لائیتی تیری نذر کے مگر ہے سخن نذر جو دیکھو شتاب
 سو کر سلک میں نظم کے مسلک میں لایا ہوں اس دم بعد آٹ تاپ
 کرم سے ترے ہے امید قبول کروں تا وعا اور ہوس تاجاب
 تیرے دوست بزم طرب ہما مام رہیں سر خوش دست جام شراب

مخالف جو تیرا ہو علت رہے

ہمیشہ بنا رہد چون کباب

تاریخ وفات میر شیر علی افسوس مرجم کی ہے

یہی ہے خود و نفاں ہر طرف بنالہ و آہ کہ ہے جہاں سے گیا صاحب کمال افسوس
 ہے نظم و نثر سے احوال اس کا سب ظاہر پھر اپنا شخص بہم پہنچنے ہے حال افسوس
 بجز ریا و فریب ہی سرایت کئے ہیں احباب کہ ایک باری یہ کیا آگیا زوال افسوس
 غرض کہ فکر میں تاریخ کی ہیں میٹھا تھا کما خود نے نہ آیا تجھے خیال افسوس
 وہیں یہ سُن کے کہی میں نے دوستانہ تاریخ بصد و ریلخ و بچندیں غم و حال افسوس

نہ جانے کیوں کہ دل آجی محیط غم میں ڈوب

کہ میر شیر علی کا ہوا حال افسوس

قطعہ تعریف میں گورنر بہادر کی ہے

گورنر بہادر بفر و شکوہ بہمن و سعادت باقبال و ہوا
 بوقت ہلاکت بصد و فری تجھ سے آیا بفضلِ ار

مرزا کاظم علی صاحب جوان نے از راہ نوازش و اشفاق جو قطعہ
 تہنیت غسلِ صحت میں اس احقر کے کہا ہے یہ ہے

جو منظر علی خاں نے پائی شفا میحائے کم تانہ اس کا طیب
 کیا وہ صداقت سے اس کا علاج کہ اسب نے جس کو عیبِ غریب
 جہاں غسلِ صحت جب اس نے کیا ہوئے خرم و شاد و خوش دل حبیب
 ہوئی فکرِ بھر کو جو تاریخ کی شفا نے کہا آکے میرے قریب

تو کہہ پائے تب کا نشانِ عرک

ہوئی ہے یہ اب فکرِ صحتِ طیب

سید احمد بھری

رباعی

حق رکے سدا آپ کا یہ جاہ و جلال ہوں دوست تھا اسے شاد و شمن پامال
امیدِ عطا سے ہے تمہاری سدا ہمت سے دلا کو اپنے اب کیجے نہال

مستزاد

اقبال و کرمِ منت تیرے ہوں ہر ادا باشت باہ اوریش و طرب میں تجھے رکے اللہ ہر نامِ بجاہ
تو روزِ مبارک جو تجھے اسے طرح کتا ہے دلا مقصود جو ہو ہر آدے تیرا دل خواہ اور محض الہ

رباعی

ہے دل ہی نہ آن آن مصدقے تیرے سو جان سے بلکہ جان صدقے تیرے
تقصیر سے درگزر تو اس کی اللہ کہنے کو دلا کے مان صدقے تیرے

رباعی فارسی

اقبال و ظفر ہمیشہ یارِ دست بادا پیوستہ بخلق افتخارِ دست بادا
از درگمہ حق ہر آنچہ خواہی خواہم بے سعی و تلاش و رکنِ دست بادا

رباعی

دریم رخ آں نگارِ چوں روزِ دست از ہواۃ عشق او شد مہ بے خود دست
دی طرفہ کہ آں شوخ بیک گردشِ چشم پیاں بدرگست و ز عمد شکست

قطعہ تہنیت میں غسلِ صحت حسین علی خاں بہادر کی جو بیٹا امیر الدولہ بہادر کا چچر

ہزارِ شکر کہ ہے نامِ نبی صحت اب کہ آیا ملک طبیعت میں کاروانِ شفا
بدلِ سوخِ مرض ہے نسیمِ صحت سے نہ کیوں کہ تازہ و تر ہو دے بوتانِ شفا
رہے نہ ملک طبیعت میں نامِ بیماری ہوا ہے نامِ ہی حکمِ حکمرانِ شفا
اسی سبب سے طبیعت میں علی خاں کی مرض سے نکلتی ہے دوریِ دامِ حزانِ شفا
مرض کا ملک طبیعت آگیا ہے عمل ہے دورِ دورِ صحتِ زمانِ شفا

کسی جو اس کی طبیعت سے دفع بیماری
مکے ہے یہی حزنم یہاں زبانِ شفا
عالم تاکہ جہاں میں رہے شفا و مرض
مرض ہمیشہ رہے تیرا تو امانِ شفا

قطعہ تہنیت میں اکبر علی خاں بہادر کی جو بیٹیا امیر الدولہ بہادر شاہ ہے

اے امیرِ حکومت گزروں شکوہ
خوش لقب عالی نسب و صاحب
ز عفرستانِ ناز و غمی میں تیرے
عقبہ عالی پہ تیرے روز و شب
حاتم طائی کو کیا کہے ہے وہ
ملک واد بخش دے گر شام کو
ہے تیرا مقبول یہ صوم و صلوات
تہنیت دے ہے دعا میدی کی
ہو محبتوں کو خوشی تیرے نصیب
دی ریح مملکت انجس سپاہ
میرزا اکبر علی جمشید جاہ
رنگ و بو پیدا کرے شاخ گیہ
جہہ سار چہ ہیں تیرے سرواہ
جس کو ہمت پر تری ہوئے گماہ
گنج تاروں کوں دے سج گماہ
انفسا ہے بالیقین تیرا گراہ
ہو مبارک چھ کوہ باغِ نوبہ
دائماً اعدا رہیں تیرے تباہ

قطعہ فارسی

اے شکوہ ملکِ حشمت شاہنشاہی
جستہ عدل تو شد آرزو گوش عالم
بر تو زیندہ خطائی ست سیماں جاہی
شہرہ وجود تو گرفت ز مہ تاناہی

قی

خداوندِ جہاں مست از دارد
چہ رسم و رخنل انجس نماید
ترا با حق خلق اے رفک مرم
ہہ بزم ہم نشیناں عمدہ بیگم

ق

نہے صندرشجاع و اصنی جاہ
محول و قوۃ حضراتِ معصوم
کہ بر بانِ سعادت یافت ہوا
منظرف با ذہر اعدائے بدخواہ

قی

زہے شوکت و شانِ ظلِ اٹل
کہ بیشدِ فرست و دارِ اسباب
چنے عدل و انصافِ جود و کرم
ترا کرو خالقِ جہاندارِ شان

قطعہ تہنیت میں سالِ گزشتہ کا ہر المومنین کا یہ ہے

صبح نکلا جو گھر سے میں اپنے
کہے اُس آستانِ کامل میں خیال
ہوئی اُٹھائے وہ میں تجھ سے دوچار
بکمالِ طربِ نسیمِ شمال
اس سے پوچھا جو میں خوشی کا سبب
ویا تب یہ جواب سن کے سوال
ہے جو نابِ طاہرِ الدولہ
بخشی الملک صاحبِ اقبال
آج اس کا ہے جشنِ سالِ گزشتہ
اس لئے ہے خوشی جہاں میں کمال
جب یہ مشاعرہ نسیم سے میں سنا
دل میں گزرا مرے دوہیں یہ خیال
تہنیت کے لئے قسم کر تو
مصرعہ چند بہرِ عقیدہ لال
یہ گہر بہرِ نذر لایا ہوں
تیری خدمت میں لئے نعتِ نصال
طولِ بہاں تک دے عمر کو تیری
حق تعالیٰ بحقِ جسدِ و آل
رشتے میں برس گانٹھ کے تیرے
تا قیامت پڑے گرہ ہر سال

دل سے تیرے خوشی رہے تو ام
یہ دعا ہے و لا کی در ہمہ حال

قطعہ تہنیت میں شادیِ بہم الشہرزا احمد رضا کی جو بیٹا غلام رضا خان بہادر کا ہے

اے امیرِ ابنِ امیرِ ابنِ امیر
قامت ہے تیری جہاں کا افتخار
اسمِ ساری ہے ترا احمد رضا
تجھ سے راہِ نیت ہے پروردگار
باغِ دولت کا ہے تو نخلِ مراد
گلشنِ عالم میں ہے تجھ سے ہر بار

ابرنیساں کی طرح سے خلق پر
والدین اپنے کے سائے میں سدا
اب جو یہ قریب شادی کی تیری
ناخن رکھ کر تیرے روح و قلم
ہم اما یق و معلوم خوش تو میں
ہے یہ ساعت سدا تراب کیجئے

دست بخشش ہے تیرا گو ہر نثار
بخت و دولت سے رہے تو کامگار
سارے عالم میں ہوئی ہے آنکار
کہ کے تجھ پر سے دور و گو ہر نثار
اہل محفل سب کہیں تجھ سے پکار
سورۂ اقسرا کی قرئت ایک بار

ق

کر دلا تو اب دعا یہی پر خستہ
اب یو بسم اللہ کی شادی تیری

ہاتھ اٹھا سوئے جناب گرد نگار
ہو مبارک تجھ کو باغ و شیش و تبار

ق

بکا مت حشمت و دنیا و دین باد
جہا نگیر و جواں بخت و جہا نادر

سلیماں وار نامت برگیں باد
سعادت یاورد دولت قرین باد

ق

ہم صورت و سیرت امت ہم چنے علی
در شان وے ست خان جعفر صادق

موصوف باد صاف و پرا از خدے علی
در وے بستر صفات نبی کوئے علی

قطرہ تعریف میں کوٹھی کی جو کپتان جیسے مویٹ صاحب نے بنائی ہے

دلا تعریف کہ اس تصر کی تو
لب و دریا بنی کوٹھی وہ تصویر
صحفا سر بلند ایسی کہ جس کے
علو خان اس کی کیا کہوں میں
ہے خوش اسلوب کوٹھی کا نقشا

کہ جو ہے غیرت صد قصر خاقان
کہ ہیں مانے بے مانی بھی ہر ایک آن
نہیں رہے کو پہنچے چرخ و دریاں
کہ جس کے رو رہے بست کیواں
مہندس دیکھ جس کو ہیں گئے حیراں

یہ موریت صاحب اس میں رونق افروز
کہیں حورو ملک سے تاجہ انساں
گویا برقعہ گل میں وقت تھوڑی
ہوا ہے جسلوہ گر مہر و خشاں

قطعة تعریف میں کپتان جیس موریت صاحب کی ہے

جیس کپتان موریت صاحب ہاں
کہ جس کے فیض سے عالم ہے مہمور
میں اس کی خدمت عالی میں لے نذر
ہوا ہوں آج جو حاضر بدستور
یہ کہنے شعر بھی کہ تہنیت کے
کرد ہوں عرض گرم ہوں یہ منظور
تو باعث مدد کے تیری لے نمود
مجھے عز و شرف ہو پیش جمہور
وہا کی ہے شام و محسریہ
بڑے دن کی طرب سے تو ہوسرور

قطعة تعریف میں کپتان موریت صاحب دام دولہ کے مدرس ہونے کی ہے

میرے دل نے خوش ہو کر کہا آج بھر سے
خبر یہ خوشی کی میں دیتا ہوں تھوڑو
مدرس ہوئے آج کپتان موریت
سعادت کی ساعت میں اور وقت نیکو
یہ سنتے ہی مژدہ سن جیسوی میں
کہی میں تے تاپیرا ایسی سنے جو
بعد فرحت و شادی وغری سے
کہے دور کہ پائے رنج اولاً و
وہا تو نے تاریخ اپھی کہی یہ
نشاط و طرب پیش و عشرت سدا ہور

قطعة تعریف میں حسین علی خان بہادر کی جو بیٹا حمید بیگ خان بہادر کا

فلک شکوہ سوا مکان وہ عالی قدر
ہے جس کے در پہ شبے روز جہد سا غور واد
وہ یعنی کون ہے عالی تبار حاتم عصر
کہ جس کے فیض سے ہے کامیاب خلق اللہ

وہ ہے حسین علی خاں بہادر دوران
غریقِ محن و اشجع کریم و عالی جہاد
تیری وہ قات جہاں میں غریب پڑوے
کہ دانا گدہ و مد کا یہاں ہے تجھ سے نہاد
غرض کہ حاتم طائی کو کیا دیکھے ہے
کہ جس کسی کو ہے ہمت یہ تیری تو بنگاہ
تو وہ شجاع ہے ورنہ عرصہ گاہ روزِ نبرد
کہ یوسے رستم و یزد و بھی تیری آنکے پناہ
یہی دعا ہے و لا کی مدام حق میں ترے
کہ ہوئے فرق مبارک پہ تے نعلِ اللہ

قطعہ تہنیت میں حسین علی خاں بہادر کی جو بیٹا امیر الدلہ بہادر کا ہے

جہاں میں صاحبِ علم و حیا و جود و سخا
وہ ہے حسین علی خاں امیر والا جہاد
اسے وہ بخشے مدحیہ خلعتِ نازیں
بھائے رختِ میسر نہ ہو جسے پرکاد
زبانِ اُس کی سے گزرا نہ حرفِ لہر گز
مگر کہ آفتمند آق لا ایل الا اللہ
تو وہ ہے حاتم دوران امیرِ چل و حرکت
بھال کیا کہ ہو جو رنگ سے کوئی تباہ
نہیں ہے اُس کو نہ ملنے دے اُٹھو پھر گز
جو تیرے دامنِ دولت کی یوسے لگے پناہ
برو تو عیدِ ضحیٰ بعد از فراغِ نسا
یہ تہنیت سمجھو دے ہے تمام خلقِ اللہ
چراغِ دولت و اقبال و بختِ ہوتیرا
جہاں پہ نورِ نساں جب تک ہے خور واد
ہوں خود بخود تیرے امداد تمام قربانی
ہمیشہ خوش رہیں تیرے محب دولت و خولہ
یہی دعا ہے و لا کی ہر ایک صبح و ساء
رہے تو سنو اقبال پر بصورت و جہاد

تایخ تولد صاحبزادہ سعادتمند طالع عمرہ

کیا آمد بہادر ہے اے بیٹل چمن
نور و زکا سا جشنِ بے ہرجا ہوا شروع
ہر گلِ زمین کا رنگِ رنگِ دگر ہوا
ہے کس سروِ تازہ کا آفتاب میں وقوع

مُن کر گما صہا نے تجھے کیا خبر نہیں
 بارغ جہاں میں اس کا توجہ ہر طرف شروع
 دوسرے ذاک جہاں سخن جس کو کہتے ہیں
 ہے اہل اُس کی طبع سخن اُس کا بے فزع
 کا شانہ بہا ہے گھر اُس کا اُس میں اب
 دہلِ طرب ہیں جیسے میں ہر دم بعد شروع
 ہے وہ یہ کہ اُس کے تولد ہوا پسر
 ادب آبِ عیش دہلِ طرب کی ہے دہاں طرح
 تاریخ تو بھی لکھ یہ دقا از سر و دعا
 برقعِ محل سے بزمِ شرف یوں ہوا طلوع

قطعِ تہنیتِ عید میں حسین علی خاں بہادر کی جڑیٹا حیدر بیگ خاں بہادر کا ہے
 سپہِ مرتبہ خورشیدِ فخر طلعت
 ہے اشرفِ امراء زمانہ اُس کی جانب
 امیرِ عظم و کیواں غلامِ عرش مقام
 سخا و حلم و مروت ہم ہے یہ اُس کا
 جہاں میں جس کی ہے جو دغا کا شہر و عام
 کروں حضور میں اوصافِ بیاں تیرے
 کہ جس کے در کے گدا کا گدا ہے حاتم نام
 تو وہ جہیں علی خاں ہے انھنصلِ صفا
 کہ جس کے شے سے خوش مل ہوں ملیں گا
 نماز میں تیرا پھر کیوں نہ مقتدی ہوا مام
 پھر آگے عزت کرے کیا جناب میں تیری
 یہ تہنیت تجھے دیتے ہیں سب خواں و خواہم
 کہ جس کے ہمارے صوم و صلواتِ عید و صیام
 دعا و آقا کی یہی ہے دوام حق میں تیرے
 کہ ہے بہشت و اجل تو با وجہ تمام
 جہاں میں جو کوئی بد خواہ ہو ترا یا رب
 رہے ذلیل بن بنی و آلِ کرام

قطعِ تعریف میں حسین علی خاں بہادر کی اور ان کے بیٹے کے پیدا ہونے کی ہے
 دلِ شاد آ کے برہیں زہو کے ہم قریں ہو
 کہنے لگا خوشی سے کراے سرو قد موزوں
 اللہ سے یہ تیرے مشاوی کا بریں جوڑا
 اور یہ تمام نر و ہر ایک دُتر کنوں

بن ٹھمن کے اس طرح سے متا کہاں چلا ہے
 قہر و نے مسکا کر کی عرض مشتری سے
 دربار اُس کا عالی و فیاض لا وہاں
 یعنی حسین علی خاں ابن امیر دولہ
 ہر صبح اُس کے در پر طالع ہے مہر اور
 بخشش ہے ایک دم میں یک دست ملک ارا
 اوج شرف سے اُس کے اختر ہوا ہے پیدا
 شادی ہے آج اُس کی وہاں نیاں ہوا ہوا
 ہوا تیرے میں بھی یہ سیریل کے دیکھوں
 جانا ہوں وہاں کہ جس کے دربار کا ہوں منوں
 مصروف ہے اُس کا دائم حصول رہے سکوں
 با طالع سکندر با شوکت فریدوں
 ہے عتبہ بوس اُس کا ہر شام صبح گزروں
 ایک آن میں نئے یک مشت گچ گاؤں
 مہر شیر رشک صبح سعادت افزوں
 ہے جا بجا صدائے جنگ و درباب و قانون

ق

تجویز کر کے تاریخ تاریخ سے دلانے
 اُس کے جواب میں وہاں آیا سر شرف شہی
 ہاتھ سے پھر کیا یہ کچھ آپ کیے موزوں
 ہے ساعت تولد با طالع ہماروں

قطرہ فارسی

رفت ازین دہر چوں غیر النسا
 بخشش او داست بجاں شیوع
 سینہ مروم ز غش جاک جاک
 از رو السام سر جلتش
 در ہمہ ایمان و عمل مستقیم
 نعمت او بود بگیتی عیسیم
 ماتم او ساختہ دلسا و ونیم
 گفت دلا دالی باغ نعیم

قطرہ تاریخ میں شمس الدولہ کی مخلصی کا ہے

شمس دولہ امیر دلا جاہ
 بعد چندے چہنا ز فضل اللہ
 غوشی و غری ہوئی سب کو
 فکر تاریخ میں نے کی دوہیں
 تھا جو دام بلا کئے بیچ پنا
 مقصد دل بر آ یا عالم کا
 دیدہ دل نے پایا نور و ضیا
 گوش دل میں میرے یہ پہنی مڈ

اے دلا کہ تو از سر بہبود
خود کو منہ الم سے اب نکلا

قطعہ تعریف میں حسین علی خاں بہادر اور ان کے بیٹے کے پیدا ہونے کی ہے

| | |
|-------------------------------------|--|
| جہاں فقط خرمی تھا شام و صبح | صدائے غیب یہ آئی گرد و خوشی دن رین |
| میں پوچھا کیا مزدہ خوشی کا ہے یا رب | کہ جس کے سینے سے آئے ہے دل کو خلق کے چین |
| کہا حسین علی خاں بہادر دوران | سحید کون و مکاں برگزیدہ دارین |
| ہوا گھر اُس کے ہے فرزند از بند نصیب | خوشی ہے اُس کے تولد کی خلق میں دن رین |
| بلند بخت جہاں طالع و سعادت مند | بجاسے کہنے اسے نور وید و کونین |
| ولادت اُس کی شب نچینہ یہ ساعت نیک | مر محرم و عشریں پر بکسر اُغنین |
| جو اُس کے سال تولد کی فکر کی میں نے | کما خروئے یہ مجھ سے کہ ہے غلام حسین |

رہے یہ سلسلہ حیدری سدا قائم
بجی حیدر کرار و سید اشقلین

قطعہ تیانج میں مرزا جان پیش کی مخلصی کی ہے

| | |
|----------------------------------|----------------------------------|
| فلک سے دلائیں کہ ایک حیلہ ہے | بتاؤں میں کیا اُس کی صورت غلش کی |
| مقید کیا ایک بہانے سے اُس کو | ہے آفاق میں دھوم جس کی منش کی |
| جو ہر دو قاف میں وہ ثابت قدم تھا | محنت کے جذبے لے ایسی کشش کی |
| کہ زبنداں سے مانند یوسف نکلا | صفت کیسے ہو اُس کی داو و دیش کی |
| سہن میوی میں کہا دل نے مجھ سے | تو کر فکر تاریخ ایسی روشش کی |
| کہ دل باخ باخ اُس کو سن کر ہوسکا | تراوش کے مضموں کے جو ہیں عکاش کی |
| الم کی کمر توڑ دانت پکارا | ہوئی مخلصی مرزا جان پیش کی |

قطعہ تعریف میں حسین علی خاں بہادر اور ان کے بیٹے کی ہے

| | |
|----------------------------------|-------------------------------|
| اے گلِ نر باؤءِ عز و شرف | وے رفیع خانہاں بے نظیر |
| ہے جہاں میں اُس کا تہم و نشان | کہتے ہیں جس کو امیر ابن امیر |
| فیض اُس کا ہے خوش و طیر پر | کہ ریزہ ہیں اس کے ہیں سب بندہ |
| شوکت و شان و بزرگی اُس کی دیکھ | ہے اوب سے پشتِ خم چہاں دیر |
| اُس کی ہمت کا کسے کوئی کیا بیاں | بخش وے سائل کو جو گنجِ خیر |
| پہنچے ہل میں وہ اوجِ جاہ کو | جو کہ قعر چہاں غم میں ہوا میر |
| بس نہاں قاصد ہے اُس کی مدح میں | ہے صفات و ذات میں وہ بے نظیر |
| ہر قلمِ مدح پھر اُس کے وصف میں | جو درِ یکیت ہے وہ روشن ضمیر |
| یعنی صاحبِ زاوہ عالی منزلت | جو میرے مدوح کا ہے دل پذیر |
| ہے جہاں اتنا کہ بے شک جس کو دیکھ | منفعل ہو یک بیک بدرِ منیر |
| دنگت ہو کو نگ سکے اُس گل کے کب | مشک و عنبر مند و صحر و صحیر |
| اُس گلِ حسن کی زبانی کو دیکھ | ہو فیل و نگِ حش مثلِ زور |
| کیا فراست کا کڑن اس کی بیاں | فضلِ مکتب کے آگے ہو دیر |
| یوں ترا سایہ رہے اُس پر سدا | جس طرح گلین پہ ہوا بر طیر |
| یہ دعا تیرے حوٹا کی ہے دوام | نن کے سب آہیں کیوں نہ ناویر |
| بار و بار ہو ترا خیر و الام | اور دستِ بر ترضی ہو دستِ گیر |

قطعہ تاریخ میں بر خوردار ہاشم علی کے نصتے کی جو بیٹا کاظم علی جوآن کا ہے

| | |
|------------------------------------|--------------------------------------|
| ہوا جو خستہ ہاشم علی تو دل میں دیں | ہوئی یہ فکر کہ تاریخ کیسے خاطر خواہ |
| اسی خیال میں تھا کہ ہاتھِ نبی | خوشی کا دیتے ہی خردہ بچارا مٹا ناگاہ |

تو کر کے قطع سہ کفر و جہل کے سر کو نوید دے اسے ہے گایہ جس کا لڑنگا
جوان تخلص و کاظم علی ہے نام اس کا خدا کے فضل سے انور ہیں ہواں کی عرشا
و لا اب اس سے ہر شاد و دل ہیں از مبارکاد
اداک کی خوب یہ کہ سنت خلیل اللہ

قطر

جو بے سبب ہو تیرا دوست در پہ آزار نہ دوست اس کو کچھ ہے وہ دشمن خوشخوار
جو کوئی درد و الم میں نہ ہو تیرا مونس و لا حبش کو تو کیوں غم میں اس کے ہویا

ق

نہ جو دے تیرے شرمندہ آفتاب ہوا دُر و گرہی نکالت سے آب آب ہوا
یہ وہ جناب مہلی ہے شش جہت کے بیچ جو در تلک تیرے پہنچا دو کا میاب ہوا

ق

گل نطہ ہستی میں ہر شام و بچاؤ خرم و غنڈاں رکھے تجھ کو اذ
ہو مبارک تجھے یہ عید شجار دوست تیرے شاد ہوں دشمن تبا

قطر تہنیت نور و زمیں محمد رضا خان بہادر کی بحر

ہوا بارغ و ہر آج عشرت سرا زیں خوش ولی میں ہے ہر رنگ دیار
کریں ہیں ترنم بہ آواز خوشش ہر ایک سمت اہل طرب بازار
دلت و دائرہ تا بمرنگ و تال رہا ب اور طنبور و بین و ستار
یہ آواز پردے سے ہر ایک کے نکلتی ہے ہر آن بے اختیار

محمد رضا خاں یہ نور و زاب
مبارک تجھے ہو بجز و وقار

قطعہ تعریف میں ستر ڈاکٹر بنو ام دو لاشہ کی ہے

آن بس پر حشمت و جہاں تو ستر ہے ز فضل خدا
تو دو انسان ہے ڈاکٹر بنو ام کہ نہ تجھ سا ہوا نہ ہوئے گا
عدل و ہمت تجھ میں ہے کہ کوئی نام کسرا کا لے نہ حاتم کا
بس کہ فیاض ہے تو دریا و لبحر و رکان کھل میں شے نہ
تو دریا شمع کہ دیکھ روئیں تن موم ساں ہو گل کے بو و وفا
تیرے اوصاف میں زباں تمام کیا کہے آگے کچھ نہیں یا را
یہ دعا ہے دعا کی شام و سحر

قطعہ تہنیت عید میں بخشی الملک ظاہر الدلہ بہادر کی ہے

اے محیط سنا و چشمہ وجود بعدی بطن منبع احساں
تو سیدان عصر ہے بے شک انس و جان تیرے تاجی فرماں
تیرے دست سخا سے عالم میں ہے خوف سے فوجوں و دروہاں
طے ہوا تیرے عہد ہمت میں حاتم طے کا و فرح احساں
تجھ کو یہ عید اب بہادر کی جو بخشی الملک رستم و درواں
بخشی الملک رستم و درواں

قطعہ تہنیت وفات میر احمد علی کی ہے

جب کہ میر احمد علی کی ہوئی وفات کی وہیں تاریخ میں میں نے تمیز
یوں کہا بافت نے روئے حمد سے داخل جنت ہوا ہے وہ عزیز

قطعہ تعریف میں محمد رضا خاں بہادر کی اور تبلیغ میں ان کے بیٹے کی پیدا ہونے کی ہے

میں منتظر تھا زورِ خوشی کا شام و سحر
کہ بچہ سے بات نہیں نے اب یہ کی تقریر
کھلا ہے غیب سے ناگاہ مرقعہ شادی
خوشی خوشی سے جہاں میں ہے عالم تصویر
کمالِ فحش و فطرتِ شیطانی سے تو بھی
تو لہ اس کے کی تاریخ آج کر تحریر
کہا میں کس کے تو لہ کی تب کہا میں نے
غلت کی اُس کے کہ وہ ہے امیر ابن امیر
خطاب اُس کا ہے عالم میں طاہر اللہ
امیر زادہ ہے بے مثل و بے عدل و نظیر
ہوا ہے اُس کے وہ غلت رشید نیک اختر
کہ جس کے نام مبارک سے سب کی ہو توفیر
حضور اُس کے خوشی سے تو کہہ مبارک باد
کہ تہنیت کہ جس حاضر و اہلِ صفیر و کبیر
سرمہ سے یہ ہاں بخش میں سنی تاریخ

بھلا ہے اوجِ شرف سے طلائعِ ماہِ نیر

قطعہ تعریف میں احتشام الدولہ بہادر و منشن صاحبِ امِ ثروت کی ہے

اے سپہر شکت و شان و شکوہ
کاش دولت ہے ترا گردوں جناب
ہے تو وہ روشن ضمیر ایک پر توہ
راے انوار کا تیری ہے آفتاب
ہے تو وہ شیخِ تیرے روبرو
تابِ لامے رستم و افراسیاب
امریاں ہے تیرا دستِ کرم
ہر گدا کو بخشے ہے تو خوشاب
مہرِ رخشاں ہے کرخِ افریسیا
عکسِ روتیرے سے روشن ماہتاب
وہ عا اپنے کو پہنچا وہ کوئی
جو ہوا مجھے کا تیرے بارِ یاب
ہے عجب مجموعہ قدرت میں ثبت
صورتِ دینی کا تو ہے انتخاب
تو ہے وہ نابِ دلا کر میت
حاضر و غائب ہے تجھ سے کامیاب

منہرِ حشمت مبارک ہو تجھے احتشام الدولہ اسے عالی جناب
 کرو فرو بہاد و شوکت ہو نصیب ہو دیا یہ اب و لا کی مستجاب
 دوست تیرے شاد و دشمن پائمال
 جب تلک ہے مہر سے مر نور یاب

قطعہ تہنیت عید میں نواب قیام جنگ کی جو بیٹا سالار جنگ بہادر کا

اے رفیع القدر والا منزلت خوش لقب گروں شکوہ و خیم سپاہ
 خاص ہے انعام تیرا عام پر عام ہے اشفاق تیرا غمراہ غمراہ
 منزل مقصود کو پہنچے شتاب فیض تیرا جس کا ہو دے خضر راہ
 صاحبِ جود و سخا عالی جناب میرزا قاسم عالی جمشید بہاد
 دامنِ دولت سے ہو غور شید رو جس کے تئیں تو بخش دے زریں کلاہ
 دستِ بزرگ سے ہر روز شیب چرخ لاوے کارے غور شید راہ
 ہو تو چاہے جس کو کو بخش دے حق نے بخشی ہے یہ تجھ کو دست گاہ
 تو وہ ایچ ہے کہ روزِ رزم کے رستم زال آگے تیری سے پناہ
 جب نافر عید کو تو ہو رواں ہم حناں ہو دے تیرے حفظِ الا
 ہو تری قسطنطنیہ کو عسرا ب خیم پہنچے تو جس وقت ہا کر شد گاہ
 سب کہیں یہ اہل عید عیدِ انصافی ہو مبارک یہ تجھے باغِ و بہاد

ہو مرادات ولی اور سچ نصیب

ہے و لا کی یہ دمانے مج گاہ

قطعہ تعریف میں جناب ولزی گورنر بہادر دام اقبال کی ہے

فلک جناب کند چشم فریہ دل فر کہ جس کے امر کے تابع ہیں قیصر و غفور

جناب ولوی جزل گورناست وقت
 دوا ہے مدل سے جس کے جہاں مستی
 تو بیخ مہارک ہو تجھ کو والا ہوا
 رہے تو دہر میں وایم مظہر منصور
 یحیٰ بن بیش در لب تجھ کو ہو نصیب ہوا
 رہے بخت و اہلال تو بایں دستور
 ہمیشہ دوست ہیں تیرے نرم و خنداں
 وہیں مدد تیرے اقبال کے سدا مقمور

قطعہ تعریف میں ڈاکٹر منظر صاحب دام دولہ کی ہجو

ایسا عالی جناب و آغا
 نام نامی دو ڈاکٹر منظر
 اس کے اوصاف سے کبھی شک
 گر رقم کیجیے تو ہو دمسر
 دوست جو دس کا بھر عالم میں
 بے صدف کی لعل پڑا گوہر
 کیا لکھوں پل میں اس کی ہست
 و فزے کو کر دیا ہست
 بے قصع وہ کامیاب ہوا
 سامن اس کے سوا ہر کوئی مدپ
 جس طرح سے اس کا کام ہوا
 خلق لگا بہرہ در ہوں ڈاکٹر
 روز افزوں ہو تر آغا و جلال
 ہے وہا کی دغا یہ شام و کمر

قطعہ تمینت و تہنخ شادی کھدائی میں قیام جنگ ہمارے بیٹے کی ہے

نوشہ گوراست بیاہ کی شاہی سے کم نہیں
 قریب ہے کھدائی کی شب اس کو خشت تاج
 ہے پس کہ انہما طے شادی کی دھوم و دھام
 ہر دل کو ہے سرور ہر ایک شاد ہے عزت
 یہ جو ہوئی ہے شادی پر قیام جنگ
 وقت سعید پایا ہے اس نے یہ ازدواج
 شادی کہوں میں پا کہ کہوں خشت کی خوشی
 حاصل ہوا ہے اس سے دو عالم کو دہماج
 فیض سخا و حمد کا اس کی ہو کیا بیاں
 بخشش نے اس سے پایا ہے غلختیں ابواج

فیضِ طعام اس کے میں طبع کا ایک اکو
تھی ہر طرف یہ موسم وہاں رنگ رنگ کی
کافی فضا شکر کو نہ ہو مگر کاغذ سراج
بسوے قہقہے غنچے کے جہ اپنا کام کاج

چاروں طرف تھائے مبارک ہوئی ہند
دستِ دعا اٹھا کے دھائے بعد بھراج

فرحِ عیسیٰ کی حضور میں تاریخ امتاس

یہ عقدِ نور ویدہ مبارک ہو تم کو آج

قلعہ تعریف میں جناب ولزلی گورنر بہادر دام اقبال کی سرے

ہے جناب سپہرِ رفعت وہ جس کا آفاق میں ہے فیضِ عیم

گرفتاری سے اس کے کچھ بیان کیا عجیب مستح ہو گوشِ مسیم

اس کی طبعِ فیم و مددک سے لے اسطوبی آن کر تعلیم

عدل اس کا جو دوسے عالمی اور اس سے بلِ دماں کے طلا میں بوج

کرے فیض اس کا فخرِ دل کو یوں شگفتہ لگی کو پیہ نسیم

وہ گورنر ہے شہرہ آفاق وہ ہے جس کا ہے بہنت ائیم

نذر لایا ہر ایک ہمدِ اپنے دُر و گوہر سے لے کے تان و نیم

نذرِ خیری و قلابی لایا ہے گو ہر درجِ مثل کو تر تسیم

جسے شرفِ گر قبول ہوئے یہ اذ رہِ نعت و فضل و فیضِ عیم

اب و جائید پر کر اس کو ختم یوں ادب سے ہوئی تجھے تعلیم

جسے دن کا نشاط و شیل تجھے بڑے دن کا نشاط و شیل

ہو مبارک بحقِ حقِ قدیم ہو مبارک بحقِ حقِ قدیم

قلعہ تعریف میں جناب ولزلی گورنر بہادر دام اقبال کی سرے

ہند در تہ و قلابِ حشم و عالی ہوا کہ جس کی شان سے ہے دامِ عزت و عظیم

خلیق ایسا ہے تو صاحب مروت و علم
تو ایسا دود و دہش میں ہوا ہے لاشانی
غرض کہ شادی میں سب صاحب ہنر تھے سے
مہ پھنچے کوئی تھے سا خلق میں غفلت
وہ آستان ہے رفیع المسکن کییں تیرا
تو وہ جہاں میں ہے مالی حرب و جنگ
شرقت نہیں تو فقط ملک و قوم کا اپنے
تری جناب گور و زور ہے سکندر و فر
اسید و اربوں اے فیض بخش دریا وں

کو تھ سے خلق میں رائج ہے خلق کا کہیں
کہ تیرا عالم و نور شیر و ان نظیر نہیں
ہے اہل علم سے محفل تیری سدا انگیں
اگر چہ کیجئے غم و بال آسمان و زمین
کہ جس کا نام ہے عالم میں رشک و خلدیری
کہ تیرے عقبہ عالی پر جم رکے ہے جہیں
رکھے ہیں نور تری ذات سے سب اہل زمین
کہ جس کے روئے نور میں ہے تامل و انگیں
کہ تیرے لطف سے ہوش و خام و غمگیں

جہاں ہے جب تکیں تب تک ہے یہ نام تیرا

و لا و ما کرے اور قدس ہاں کیں آئیں

قطرہ تعریف فتح میں جناب و لالی گور و زہا و دام اقبال کی ہر

اے ملک و لغت و کبواں فروغ و رشید حشم
حول و قوت سے تری نسخ نمایاں یہ ہوئی
بزم عشرت کی تری و موسم بھی ہے ایسی
ہے و لا کی تیر و عاشق و محرابے محراب
تج و فیروزی احبت کو ترے ہووے مدام
اور اعدا و دشمن ویدہ خسرت سے تک

قطرہ تہنیت میں جناب و لالی گور و زہا و دام اقبال کی ہر

گور و زہا و دام اقبال و ما رہے جب تک و در و گور و زہا

تری بزم آفاق میں اے امیر سائے میش سے ہرہ گلگوں رہے
 نہ جو دے تو منت کش آساں فلک بلکہ تیرا ہی ممنوں رہے
 دعا میں تری جو رہے روز و شب اہا بت سدا اس سے مقبول رہے
 و لا کی دعا ہے یہ شام و سحر کہ تا طبع شاعر کی موزوں رہے
 ہر ایک وقت ہر دم ہنسکہ بھنی دعا کا تری پاؤں مضمون رہے

وہیں سرخ و تیرے احباب سب

جو دشمن ہو دل اس کا نت جوں رہے

قطرہ تہنیت میں جناب و لالی گورنر بہادر دام اقبال کی ہے

اے پھر رفعت و عرشید لئے دے امیر مملکت کیواں حشم
 ہے ترے اوصاف میں عاجز ہر ایک وہ گورنر ہے قوائے خسر و خدم
 قوم کا اپنی تو ہے گارفتار بلکہ لندن چین سے لے کر تا بجم
 تو وہ اشع ہے کہ تیرے دودھ روئیں تن کی تاب کیا جو یوے دم
 پھر نہ ہو کس رنگ سے آباد حق جب کہ ہو آفاق میں تجھ سا حکم
 ہمت و انصاف میں بندے ترے حاتم و کسر نے ہیں بے دام و دم
 تو وہ عادل ہے کہ تیرے عد میں ایک جا پانی بیتیں شیر و غنم
 چھانے غرابال سے سا راجھاں تجھ سا لسان کوئی نہ پہنچے پھر بجم

تہنیت سے ہے ہنسے دن کی دلا

خرم و شان رہے تو دہم دم

قطرہ تعریف میں جناب گورنر بہادر دام اقبال کی ہے

گورنر بہادر کا مقدم بخیر بعد شان و شوکت ہو شام و سحر

علم اُس کی دولت کا برپا رہے جہوں میں چلے اُس کی فسخ و فخر
 طوق آگے اقبال و جہاں جہوں کی بخت ہو وہ جہاں
 حضورِ یس تیری میں لایا ہوں نذر یہ دُور سخن یہ سلکِ گہر
 ہے الطاف سے تیرے چشمِ قبول کہ اہل سخن میں ہوں تانا مورا
 و لا کی دعا ہے یہی روزِ شب بدرگاہِ عشاق جن و بشر
 الہی یہ ہر سہرے شکوہ
 وہ سایہ کسرتِ آفاق پر

قطعہ تعریف میں گلکرسٹ صاحب دام دولہ کی ہے

اے رفیع المراتب کیوں حشم وہ جناب گلکرسٹ حالی مقام
 فیض ہے اذیں کرتیرا خلق پر پرورش پالتے ہیں تجھ سے خاص عام
 کالج ہندی کی روٹی تجھ سے ہے اے مدرس حق رکھے تجھ کو مرام
 مثل گل خنداں رہے نہ پیش میں ہے بڑے دن کی خوشی کا یہ پیام
 ایک و لا ہی نہیں فقط ذرا ہے
 ہے جہاں تیری دعا میں صبح و شام

قطعہ تعریف میں انوشن صاحب دام شروٹہ کی ہے

ہے سکندرِ عالم و ہر جیس رائے استقام الدولہ وہ والا خطاب
 انوشن نام نامی اُس کا ہے خلق ہے گی جس کے دوسے کامیاب
 بہت والا ہیں اُس کی کیا کہوں بخش دے ہائے خدمت دُورِ خوشاب
 پہنچا وہ مقصد کو اپنے بے گناں جو ہوا میرے کا تیرے ہارِ یاب
 تو وہ عادل ہے کہ تیرے عمر میں ہوتے ہیں پڑاں ہم زان و عقاب

دروہ بھجاکے مقابل کب تمہے ہو سکے ہے رستم دار فراسیاب
 ہوڑے دن کی غشی تجھ کو مرام
 ہے دلا کی یہ دعا عالی جناب

قطرہ تعریف میں مشرب رنگشن صاحب دام چشمہ کی ہے

| | |
|------------------------------|-------------------------------|
| اے فریدوں شوکت و دار چشم | وے سکندر رتبہ دعا کی مقام |
| صاحب لطف و کرم ہارنگشن | شیخ جو دوسرا فخر کرام |
| دل گستر تو مجھے آفاق میں | میں غوش و خرم جہاں میں غام |
| تو وہ شیخ سے کہ تیری تیغ کی | دھاک پہنچی روم سے لے تا بام |
| ہوڑے دن کی غشی بکوا کو غیب | اور ہوں سب دوست تیرے شکام |
| دہر میں جو کوئی ہو دشمن تیرا | روز غرض دیکھے نہ وہ گاہے بنام |
| یہ دلا تیرا جو مراحوں میں ہے | جو دعا اس کو نہیں ہے اور کلام |

ق

ساز تو جب محفل عشرت کرے ہو ویں آ اہل طلب حاضر تمام
 زہرہ تیری بلام میں رقصاں رہے
 ماہ بھی حاضر ہوئے کالے کے جام

قطرہ تعریف میں بارلو صاحب دام شوکتہ کی ہے

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| وہا کرم والا ہم کیوں چشم | بارلو صاحب ہماور غوش خصال |
| صورت مجھ سے معنی ہے تو | انتخاب عجب سحر اہل کمال |
| بہر تقسیم ادب تیرے حضور | غم کرے ہے پشت کو چنی ہلال |
| جو تیرے بحرے کا ہوڑے ہارباب | مدعا اپنے کو پہنچے بے سوال |

تیری ہست کا کہے کوئی کیا بیاں
تو کہے عالم کو ایک ہل میں نہال
ہے مرتبہ مستند فرماں دہی
فقیہ واور سے تجھے ہر ماہ و سال
ہے دلا کی یہ دعا صحیح و مسا
روز افزوں ہو تیرا جاہ و جلال

قطعہ تعریف میں گلگست صاحب دام دولت کی ہے

نذر کیا اس کی کروں سے نگر میں جو سنگ نظم
ہووے جس ولا گھر کا ہر سخن رشک دلاک
عالم علم و ہنر یعنی وہ مستند گلگست
نبیج جو دو سنا ہے جامع فضل و کمال
طبع عالی اس کی رکھتی ہے یہ کچھ ذہن و دکا
اہل بنیش و نگہ کر جس کو کہیں ہیں بے مثال
ناطق لا ریب ساکت جو فصیح کا دہاں
جس بگہ لفظی فصاحت کا کروں اس کی مثال
گو جہاں بفرط و تقان وادعوی ہوں تمام
خلف مکتب و درو اس کے ہے ہر دلی کمال

ق

فاستور عالی سے یہی رکھتا ہے استدعا دلا
سایہ گستر ماحضت تیری ہے ہر ماہ و سال
ہو جہاں زیر نگین تیرے سکند وادادور
مستند اقبال پر ہو تو بعد جاہ و جلال

قطعہ تعریف میں مشربارنگش صاحب دام حشر کی ہے

پہر رفعت و خورشوکت و قمر طلعت
ایمرا عظم و برجیں دانے و گیواں جاہ
وہ یعنی مشربارنگش عظیم الشان
کرم پر جس کے ہر ایک شخص کی ہے خوشگاہ
پھر اس کی داود و دیش کا بیاں کہے کوئی کیا
کس جس کے فیض سے عالم کا ہے جہاں ہیں نہاد
دلاوری و جواغروی میں وہ شج ہے
کہ روز و رزم کے لئے بہستم اس کی کہے چاہ
علوم مرتبہ جہاں کیا کہوں اس کا
کس جس کے در پہ ہے دن رات جہاں غولہ

وہ فہم و مدد کہ تجھ کو خدا نے بخشا ہے کہ ہے ہر ایک کے مافی الضمیر سے آگاہ
 نہ تیری کہ نہ فطانت کو پہنچے اشراف میں اس امر میں تیری ملنے نبھ سہی گرا
 کہ ہے پاس اوب بار بار اب جھ کو یہی ہے خوب کہ طول سخن کو کر کوتاہ

ق

سدا تو مسندِ حشمت ہے ہر پار و پیر تمام دعا دعا میں ہے آئیں کہے سے خلق اللہ
 جناب باری میں یہ دوسری ہے میری دعا
 کہ شاد ہوں تیرے احباب اور وعدہ ہوں تبتا

قطعہ تعریف فتح میں جناب ولزی گورنر بہار و رام اقبال کی ہے

ولا کو فکرتی تاریخ پنج بہر نذر کہ خلق کہتی تھی بہار ہے نشانِ نظر
 سراخا سے سے لی انور گوشِ زور اس کے ندائے غیب ہوئی وار ہے نشانِ نظر

قطعہ تعریف میں ہارنگٹن صاحب دام حشمت کی ہے

رائے عالی کا تیرے کیا ہو بیاں ہے تیرے تو ایسا والا جاہ
 سوچے پیش از دو قوع قدوہ امر ہے ہو جس امر سے کوئی آگاہ
 تیرا وہ فیض عام ہماری ہے کہ کہہ دہمہ کا جس سے ہے گناہ
 تو وہ عادل کہ حمد میں تیرے نہ کبھی ہو کوئی عزیز بے جا
 حول و قوت سے تیری ہر داتا شیر کو بگے بدتر از رو باہ
 اس لئے رشتہ برابر تر ہے بس کہ معروف ہے گا تو لاہ
 دے اُسے خلعت معجز ہے ہو میرے نہ ایک پر کاہ
 ہو بڑے دن کی عید تجھ کو نصیب یہ دلا کی دعا ہے شام و چہا

رہیں احباب تیرے خوم و خواہ

اور غمگین رہیں ترے بدخواہ

قطرہ تعریف میں جناب ولزی گورنر بہا اور دامہ اقبال کی ہے

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| وہ ہے جس کا سے بہفت اعلیم | ہے گا اقبال اس کا عالم گیر |
| وہ گورنر بہا اور دوراں | جس کے قراں میں ہیں صغیر و کبیر |
| یعنی وہ لارڈ ولزی گورنر جنرل | نہیں آفاق میں اب اس کا نظیر |
| مرتبے کو گزاس کی وحیائی کریں | تو جہاں ہے سب اس کے عشر عشر |
| اب حضور ی میں تیری اسے مخرج | ہے ولا کی بعد زباں تقریر |
| ہے وہ دُرِ ریتِ سراستِ کم | ہو تجل جس کے آگے ابڑ طیر |
| عدل دیکھا جو تیرا دہر کے نیچ | نیک و بد کو ہے وہ بشیر و فذیر |
| پائے قدر تیرا ہے وہ بلند | جس کے پائیں رہے ہے پر شاہیر |
| یہ بڑے دن کی عید اور ہزار | ہو مبارک تجھے بعد تو قیسر |

تیرے خدام کو خوشی ہو سدا
دشمنوں کو ہو طوق اور زنجیر

قطرہ تہنیت عید کی ہے

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| اے سموالکان والا قدر | خج فیض وجود والا احسان |
| نیرِ برج شوکت و حشمت | فلکِ اوج دولت و دریاں |
| ہے جو مجموعہ جہاں کے چرخ | صور ی و مغزی کا تو ہے بیاں |
| غوانِ یمنان تیرے کن و کویت | بر و درمختہ ہیں گے سب یکساں |
| تابِ لاوے نہ کارِ زامہ کے دن | رو و دتیرے کسٹم و ستان |
| ہوئے روئیں تون کا زہرِ آب | گر تہوڑے تیرے کیجے بیاں |
| آ صفتِ عہد ہے سلیمان فر | انس و ہاں تیرے تانچِ قراں |

تہنیت کہ دولہا تو سن کے ہے غوم و شاد ہوویں پیرو چراں
تجھ کو عید اونی مبارک ہو
دوست ہوں شاد و اور وعدہ قرباں

قطعہ تعریف میں جیس مویٹ صاحب دام دولہ کی ہے

وہ مویٹ صاحب ایسا ہے مدرس کہ جس سے ہندی کی کالج ہے آباد
زبان آندو کا ماہر ہے یہاں تک کہ دے ہے نخر کے ہر فقرے کی داد
تو ہے والا اگر خلق مجسم کہ نیک و بد ہیں تجھ سے غوم و شاد
تیری ہمت ہے ایسی جو گدا کو کہے ہے تاج شاہی بل میں ادا
مبارک ہو بڑے دن کی جگہ عید و آ کا ہر گھر ہے گایا اوراد
مد میں پیش و طرح میں دوست کیسز
جو ہیں ادا وہ ہوویں جلد برباد

قطعہ تعریف میں احتشام الدولہ ہا دراد فحشش دام شروٹ کی ہے

احتشام الدولہ والا حشم ایک عالم کو ہے جس کے دسے فیض
جو کہ فیاضی ہے اس کی ذات میں وہ نہیں دیکھا ہے سیم و ز سے فیض
دہر میں ریل فیض تیرا عام ہے بزم عشرت میں ہو جو ساغر سے فیض
فیض جاری ہے تیرا در دغیب کس نے پایا وہ شے غاویں سے فیض
مزدع امیدت سرسبز ہو جب ترے ابرکم سے ہے فیض
جو اثر اکشر میں ہے وہ سدا ہے تری بھر کی خاکستر سے فیض
ہو بڑے دن کی خوشی اے و آ
خلق میں جاری رہے اس گھر سے فیض

قطعہ وصف میں بخشی ملک میرزا جعفر صاحب کی ہے

اے امیر مملکت کیوں چشم
گوہر عثمان دژدا کے شہرت
ہے گا ادنیٰ وہ ترسندام سے
ہے جو کچھ مجبور قدرت میں ثبت
بجہدہ سا ہے درپے تیرے ہر وہ
کیا ہم کا کوئی کہے تیری بیاں
بخش دے اُس کو تو انبارِ طلا
تہنیت پر خستہ کر آگے وِلا
پھر مکرِ خلعت بخشی گرمی

وے رفیع منزلات والا حسب
اے جناب میرزا عالی نسب
جس کا ہے آفاق میں رستم لقب
صورتِ دہنی کا تو ہے منتخب
پشتِ خم ہے چرخِ اژدرِ او ب
کے کیا ہے دفترِ حاتم کو اب
تنگِ دہنی سے جو ہوئے جاں لب
سامعینِ خوش ہو کیوں تاس کے لب
ہو مبارک تجھ کو بایشِ دطلب

شا دہوں تیرے احبابِ دم

اور دشمن ہوویں در رنجِ وقع

قطعہ تعریف میں ولایتی گورنر بہادر و امِ اقبال کی ہے

ہے سوا مکان وہ عالی جہا
تیغ کی دھاگِ خرق سے بے تاخیر
نہ فقط کانچے اُس سے روئیں تن
بہرہ ورجس کے فیض سے آفاق
ہے گوہرِ زسہرِ رفعت تو
کیا ہم کا بیاں کروں اُس کے
تو وہ عادلِ زمان کہ جو نہی بھی

صلِ دژرجس کے دیکھے سنگِ دشتال
شہرہ اُس کا جنوب تا بشمال
روبرِ درستم اُس کے صورتِ ذال
روفقِ انسا ہوا وہ ہر خصال
جس کا طالع ہے نیرِ اقبال
کہے سائل کو ایک پل میں نہال
پاؤں سے پیل کے نہ ہو پامال

ہو میں مقبول گریہ مسخرہ چند تو سرا سر ہوں بہ ز عقدِ قائل
 ہے دلا کی دعا یہ صبح و ساء روز افزوں ہو تیرا جاہ و جلال

قطعه تعریف میں مرزا قاسم علی خاں بہادر کی جو بیٹیا نواب سالار جنگ بہادر کا ہر

یہ جو ہے نواب والا مرتبت میرزا قاسم علی جمشید جاہ
 گرچہ کیوں ہے وہ ادبِ ہادیں پر اسے کہتے ہیں سب انجمِ سپاہ
 کوئی عرصہ جاہ اس کا کیا کہے ذرہ جس در کا ہو گزروں بارگاہ
 اس کا اگر ابر کرم بر سے ذرا تازہ گل پیدا کرے شاخِ گاہ
 خاؤ دولت میں جب اس کے ہو وہ گرامی گو ہر فردی کلاہ
 ان کی تاریخِ تولد سے ہوئی ہیں نگو پیکر وہ رشکِ سر و ماہ

اب دعا پر ختم کرتا ہے دلا

و یہو سائے آن پہنیرا دیر گاہ

قطعه تعریف میں قیام جنگ بہادر کی جو بیٹیا نواب سالار جنگ بہادر کا ہر

اے امیرِ ملک کو و کرم گردوں مشکوہ دے کرم خلق پر و در صاحبِ جو و دغا
 بس کہ تیرے فیض سے ہے ایک عالمِ مستفیض غلق میں وہ کون ہے جس پر نہیں تیری عطا
 اپنی ہمت کے موافق دے تو جس کو گنجِ زر ہو وہ رشکِ پنجہ غورِ شیدائیاں و طلا
 جس کے سر پر دستِ بخشش ہو ترسا فیلین پھر اسے در کا د کیا ہے سائے بالِ بہا
 جب غاؤ عید کو تو ہو دے تو سن پر سوار ہم عنان ہو تیرے حفظِ خالقِ ارض و ساء
 تیرے مقدم سے نہ ہو کیوں رونقِ افروزِ جہ گاہ ذاتِ تیری ہیں کہ ہے مقبول در گاہِ خدا
 اتنی تیرا ہے وہ اے میرزا قاسم علی در و در عرابِ مسجدِ تیرے دے ہے سرجہ کا

ہوے خادشا پڑھ کے جس دم تو خاد عید کو دیں مبارک باد اہل عید کر کے یہ دعا
 صد ثواب حج و حسانات زیارتہ و نصیب اور پرا دے قلابو کچھ کہ ہو دے دعا
 دوست ہم آنکوش ہو کر شاد ہوں تیجے میں اور مدد و قربان ہو تو سن کے تیرے گرد
 یہ دعا کی ہے دعا حق میں تیرے عالی جناب
 منت مبارک ہو بعد عز و ملا عید انصاری

قطعہ تعریف اسد علی خاں کی ہے

حود و سخا ہے تجھ میں اور دست کوئی ہو ہے اسم ہاسنی بے شک اسد علی ہے
 محبوب و دو جہاں ہے مقبول حق تعالیٰ جس کو دیا یہ رتبہ مخفی نہیں جہاں ہے
 قطعہ تعریف میں جہاندار شاہ بہادر عرف مرزا جواں بخت کی ہے

فارسی

اے مشکوہ فلک حشمت شاہنشاہی بد تو زیندہ و خطائی ست سیماں بہاوی
 صیت عدل تو شد آویزہ گوش عالم شہر و جہد تو بگرفت ز سرتا مای

فارسی

خدا و ندر جہاں مست ازادو ترا باطن خلق اے رشک مریم
 چہرہ در محفل انجسم نماید بہ بزم ہم نشیناں حمد و بیگم
 زبے صفیر شہناج و آصفی جاہ کہربان سعادت یافت بہراہ
 بحول و قوتہ حضرات معصوم مظفر بادیرا عدائے بدخواہ

فارسی

زبے شوکت و شان نعل شد کہ ہمیشہ فرست و دارا سپاہ
 پے عدل و انصاف و جود و کرم ترا کرد خالق جہاندار شاہ

قطعہ تعریف میں جہاندار شاہ بہادر عرف مرزا جواں بخت کی ہے

بکاست حشمت دنیا و دین باد سلیمان و ازانماست برنگین باد
جہانگیر و جواں بخت جہاندار سعادت یا دود دولت تری باد

قطعہ تعریف میں مرزا ابو علی کی جو پوتا نواب صاحب محل ہے

ہم صورت و سیرت است وہم بے علی موصوف باوصاف و پیراؤ خدے علی
در شان وے است شان جعفر صادق در وے جنگ صفات نیکوئے علی

سلام

اس پر سلام اب کہتی جو بے پراکیر میرا دن سے نہ آیا
ثانی احمد و لیر حیدر اکبر میرا دن سے نہ آیا
کس سے پوچھوں کہ ہر ڈھونڈوں نے میرے پہلے لکھا
کس کو پکاروں اکبر کہہ کر اکبر میرا دن سے نہ آیا
کھڑے کھڑے ترس گئی ہوں کوئی دکھا دوں کو لا کر
تکس سے کہوں جو گھٹنے ہے بھو پراکیر میرا دن سے نہ آیا
کیسی گھڑی تھی جس میں سدھارا پھر نہ پھرا وہ میرا پیارا
کب تک تشرپوں حال ہے ابھرا کبر میرا دن سے نہ آیا
ہائے کہ مرے پیارا میرا کس سا پردہ ہاے سدھارا
کیوں کہ نہ کوئی غمک اُڑا کر اکبر میرا دن سے نہ آیا
کیا تیرے دل میں پہاڑے سائی جان جو تو نے اپنی گنوائی
آئی بلا یہ کسی سسر پر اکبر میرا دن سے نہ آیا

بختوں جلی ہوں کو کھٹنی ہوں کوئی نہیں ہے والی وارث
 یہی پکاروں تا دمِ محشر اکبر میرا رن سے نہ آیا
 کچھ دہم حیدر و صفدر داد و لاؤ شافعِ محشر
 جا کے کسوں کی پیش داور اکبر میرا رن سے نہ آیا
 بھائی بھتیجے سب گئے اسے جنت کو ہے پیارے مدد
 کیا کیا کرنے چرخِ سنگھ اکبر میرا رن سے نہ آیا
 سب سے دانا خواست ہے کہ تا بھیجہ سلام اہل سے اس پر
 کتنی ہے جو رو کر مضطر اکبر میرا رن سے نہ آیا

سلام

| | |
|--|---------------------------------------|
| دیکھا ہے حق اسے عالی مقامِ شاہِ نعمت | کھئے جو صفِ ذل پر سلامِ شاہِ نعمت |
| کہ جس کو ہووے میرا سلامِ شاہِ نعمت | سلامی اُس کا ہو اگر ہر ایک جن و بشر |
| کہ روزہ رکھے ہاں میاں شاہِ نعمت | یہ منہ ہے کس کا بغیر از بقول اور حسین |
| تمام عمر تک صبح و شام شاہِ نعمت | نہیں تھا ذکرِ الہی سے ایک دم خالی |
| سے ناز و قہود و قیام شاہِ نعمت | کیا ہے بھدے میں فرضِ خدا کو سرے لدا |
| وہ معجزہ تھا کہ جو تھا کلامِ شاہِ نعمت | سنوے مومنو بعد از حدیثِ نبوی کے |
| کہ ہے نشانیِ ظفر از حسامِ شاہِ نعمت | ہوا یہ خلق پہ ظاہر و درِ جنگِ احد |
| کہ دل سے جو کوئی ہوئے غلامِ شاہِ نعمت | بلا حساب وہ جاوے ریا حقِ جنت میں |

غرض یہ عرض ہے تیری جناب تک یا رب
 گناہ بخش و تالے بنامِ شاہِ نعمت

سلام

اگر ہو دل سے محبوبِ غلامِ شاہِ نعمت سلام بجز ہمیشہ بنامِ شاہِ نعمت

شبائے کون و مکان و درواجن دین نہیں
 علی ہے بعد نبی محسن خیر خلق خدا
 غارتِ شام سے بہرِ نماز ہے مشہور
 نجات اُس کی نہ ہووے گی تا بروزِ جوا
 ہر ایک صبح کو تو بعدِ انفرارِ قسا
 خدا جو حشر کو وہ بھوکے جام کو شرا
 کہ صدقِ دل سے دلا ہے غلامِ شاہِ نجف

سلام

چراغِ دودۂ خیرالودا پہ بھیجو سلام
 سرِ دوسینۂ خیرالنسا پہ بھیجو سلام
 حسبِ نسب میں نہیں اس سے دوسرے
 وہ آسمانِ امامت کا ہے مہِ انور
 اسی نے سرگورو دوست میں کیا یاد کو
 اسی نے ظلم سہا ہے ستم اکھایا ہے
 دلائلِ وحدۂ حق سر سے وہ بجالایا
 سوائے مشکوٰۃ ہرگز زبان پر لایا
 شہیدِ غرقِ بخولِ پاؤں شاولشہ لبان
 غریب و بے کس و غفلتِ خمرِ بڑاں
 بلا پہ مشاکر و صابرا نامِ برد و سرا
 حسینِ دین علی راہِ دین کا راہِ نما
 دلا کے دل میں تھا ہی ہے یا شہرِ دین

فروغِ دیدۂ شیرِ خدا پہ بھیجو سلام
 برا و بر حسنِ محبتِ اُپا پہ بھیجو سلام
 وہی ہے عز و شرف میں ہر ایک سے بہتر
 موالیو اُسی بد راہِ دینی پہ بھیجو سلام
 اسی نے خاک میں گھرا دسبِ نایاب کو
 غم و بلا کے نشت اُس مبتلا پہ بھیجو سلام
 موئے جگر و خروشِ ویرانہ نہ جیت کچھ کھایا
 ہمیشہ مومنوں اُس با وفا پہ بھیجو سلام
 قاتلِ بے سرو و جھرجھج و تیر و سناں
 شہیدِ عظیم و قاتلِ جفا پہ بھیجو سلام
 نہ منہ کو پھیرا اُدھر سے جدھر سے آئی بلا
 محبتور و زو شب اُس چٹوپا پہ بھیجو سلام
 کہ ہووے در پہ تھا بے سنج کے ملک نشین

کوئے یہ عرض اسی آہناں پہ رکھ کے جس
شہیدِ معرکہ کر بلا پہ بھجیو سلام

سلام

شاہ دیں مجھرا جو اس علاج کا منظور ہو
اہلِ مجلس پیٹ سر کیوں کرنے ہوں زلزلہ
ہے یہ کیا ہائے تھوب اے محبت و کجیو
کس نے کاٹا ہے نبی اپنے کے نافی کا گلا
ایک طرف میدان میں تھا ہو کھڑا سید رسول
ساقی کو شرکا پیا راؤنچ ہو جب تشنہ لب
تن پڑا ہو پئے پئے ہوئے کے خاکِ خون میں
جس کے غم سے چاک ہے سیدِ قوم کا روزِ شب
تو یقین ہے ساتھ تیرے حشر کو محشر ہو
جب کہ تیرا محفل اندوہ میں مذکور ہو
لال زہرا کا ہو غمگین اور دردِ مسرور ہو
کوئی بتا دے مگر کسی فرقے میں یہ دستور ہو
ایک طرف کو آہ یار و بلوئے جمسور ہو
کس طرح سے پھر نہ یاد بے شیشہ دل چور ہو
اور سزاؤں کا بدلہ سے کٹ کے ہو تھو دور ہو
کیا کسو سے حال اس کا آدابِ مسطور ہو

آرزو ہے یہ دلا کی ہو سلام اس کا قبول
تاکہ شاہِ یہ تیرے خدام میں مشہور ہو

سلام

آستانے کا ترے جو کوئی بجرائی ہے
فکر کو نہیں سے دل اپنا اٹھایا اس نے
رتبہ و قدر وہ بھگانے ہے تیرا بادشاہ
غیر تسلیم و رضا دم نہیں مارا تو نے
ابو کیوں کرنے لھے نو سر گروں کو تیرے
سجدہ حق میں جو سر قونے ویسے غمش ہو
باغِ فردوس کا بے شک وہ تماشاں ہے
جس نے جا بیٹھنے کی ور پہ ترے پائی ہے
حق پرستی کی جیسے نگ بھی فنا سانی ہے
باتِ جزو مشکِ زباں پر نہ تیری آئی ہے
قونے گردنِ رہِ محبوب میں کٹوائی ہے
انس و جاں کئے ہیں یہ ورثہ آبائی ہے

سرگزشتِ آہِ خضامت کی کرلیں کیا ہیں یہاں تابِ سخن کی ہونے عاقبتِ گریانی ہے
 جو زیادتِ ترے روضے کی تلاکری نصیب
 طوفِ درکا ترے دست سے تنائی ہے

واسوخت

رو برو کس کے کروں حال کی اپنے تقریر وا کروں راہِ سخن کس سے بھلا میں و لگیر
 کوئی بھروسہ نہ بھرم ہے یہاں اُنس پذیر دل کے بھلانے کی آخر میں کڑی کیا تدبیر
 ناکرتا ہوں تو نالے میں نہیں کچھ تاثیر گر کروں آہ تو کوئی ہے اثر میں تقصیر

ضبط چاہوں کہ کروں سو تو نہیں عاقبتِ ضبط

سچ کروں داؤدوں کو بری ہے کہیں عاقبتِ ضبط

کیونکہ خاموشی رہوں میں کہ جگمگیں ہے درد گر کروں آہ تو سب لوگ کیسے گمے نامرد
 ضبط کرتا ہوں تو کچھ رنگ ہوا جھلے ہے درد چپکے چپکے میں غرض کچھوں ہوں میٹھا مہر
 نہیں پہنچے ہو کسی ڈھب سے دل غم پرورد عاشقانہ سا پڑھوں ہوں میں کوئی مطلع و فہر

نہیں پہنچے ہے جو بھروسہ کوئی مجھ کو بھرم

دل کو کرتا ہوں تبھی کہہ دو دو دیوانے غم

اغرض صورتِ وحشتِ زندگان میں غفلت جب کہ دیکھوں کہ کوئی نہ ادھر ہے خاموش
 درد و دیوار پہ نویسدی سے کہ کر کے نظر کہنے لگتا ہوں میں احوالِ دل اپنا بیکسر
 شب یوں کشتی ہے جس وقت کہ ہوتی ہے بحر باد سے صبح کی کتا ہوں کہ اسے باد اگر

نہک گزارا ہو تو اُس گلِ رعنا کی طرف

تو یہ کیونکہ کوئی مفت میں ہوتا ہے ملت

یاد نگ آس کر دلا دیجیو وہ سب باتیں وصل کی یعنی کہ جس طرح کہیں تیسں راتیں
 شوق اور شرم میں ہوتی تھیں ہم کیا لگاتیں گزرا ہوا تھمڑا حلوں تھا چلیں نہیں باتیں

اور کچھ غوروں میں جو تیس تیس حبیب سی گمائیں کیا ہی خوش گزرتی تھیں انھیں ہر ماں ہفتائیں

آپ تھے اور یہ مجبور تھا اور خلوت نمی

آگے ٹھک گرد پھرے غیسر کی کیا طاقت تھی

تھے وہ ایک روز کہ کتنے تھے مراعات و وقار بن مرے آپ کہ ایک دم ہی نہ آتا تھا قرار

ٹھک میں رگ جاؤں تھا گر آپ نہ تھے سوار پیارا اخلاص میں ہوتا تھا بسیریل و نہار

داخل کیا تھا جو مرے سامنے ہوتے غیار کیا قادر تھا مرا غیر تھے کیسے ناچار

ایک دن یہ ہیں کہ ہم آ بھی نہیں سکتے ہیں

اس طرف ہائے جو کوئی تو اسے سکتے ہیں

شعلہ خور و جفا کرتے سے اب آ تو باز کہ تیری آنتی غم کرتی ہے جوں نصح گزار

امتحان پر ہے اگر طبع تری اے عطاء ناز سے تیرے لیا وہ ہو کیس اپنا نیاز

مغرب لمحے کا جس وقت ہر لمحہ سا دلاز کیا کروں تو ہی بتا مجھ کو مرے محرم راز

کس کو احوال دل بہ زار سناؤں اپنا

کون ایسا ہے جسے حال و گماؤں اپنا

گو کہ خیر و بے سب کچھ تری رعنائی پر ایک مغرور نہ ہوا اپنی تو زربانی پر

تو نے کیا کیا نہ کیا اس دل شیدائی پر جو رکھتا ہے کوئی اتنا بھی سودائی پر

کام پہنچا یا مرا تو نے یہ رسوائی پر کہ حوسے ملنے کی امیدیں نے قسم کھائی پر

دل مرا عشق سے تیرے نہیں باز آتا ہے

ساتھ اپنے تری باتیں مجھے سنواتا ہے

نام کس رنگ زباں پر تھا اوں ظالم دل مرا تیغ جفا سے ہے تری خون ظالم

کیا کیا سحر و جلا تو نے یہ انہوں ظالم کہ ہوا دیکھتے ہی تجھ کو میں جہنم ظالم

ہوں ترا وحشی و دیوانہ قرار ہوں ظالم شیفہ گل کا نہ ہوں باغ کا مفتوں ظالم

غوش نہیں آتا ہے تجھ بن گل و گلزار ہے

ماسوا یا تیرے گتے ہیں سب خار ہے

کوئی ہاتھ سے بے کمر لیں بھی جتنا کامی پر مستعد نہ ہوا اتنا قول آزادی پر
چشم نم تو نے نہ کی اس مری غول باری پر دم و دم چشم سے ہے چشم غول باری پر
آہ افسوس پس بجا نہ مری زاری پر رو کیے تخت پہلے سینے تری باری پر
یہاں ہر ایک ظلم پہ ایک تازہ دغا داری پر

رولہ ایجاہ وہاں وضع دستگیری ہے دیکھے دشمن بھی نہ اس وقت جو ہم دیکھیں گے
ساتھ فیروں کے تھے جب کہ ہم دیکھیں گے دیکھے دشمن بھی نہ اس وقت جو ہم دیکھیں گے
گر بھی ظلم بجا جو دستم دیکھیں گے آنکھ موٹریں گے سرا و عدم دیکھیں گے
غیر راحت کریں ہم آہ و الم دیکھیں گے جی بے ہم دیکھیں گے غم غیر کرم دیکھیں گے
غیرت غیر سے آخری ہوئے جاتے ہیں اور کا نام نہ لیجئے کہ ہوئے جاتے ہیں

غیر سے ربط نہیں آپ کو جانا بہتہ ایسے ہر میں کو نہیں جس دکھانا بہتہ
عیب بچوں کو نہیں پاس بخانا بہتہ نہیں کہ غرت کریں نہ لگانا بہتہ
نہیں ہے دوسرے ہر گھر میں یہ جانا بہتہ آگے غنا ہو تھا ہم کو جتنا بہتہ
کیجئے غرہ خود آرائی و خود رائی کا کیجئے غرہ خود آرائی و خود رائی کا
کچھ رہے دوسرے بدنامی و رسوائی کا کچھ رہے دوسرے بدنامی و رسوائی کا

اس طرح خانہ بخانہ بھرا کیجئے آپ ساتھ ہر بے سرو پا کے نہ رہا کیجئے آپ
باتیں غلط کی نہ ہر ایک سے کیا کیجئے آپ لب نہ ہر ہر زہ و دیوہ سے دیکھئے آپ
سخن غیر پر کم گوش رکھا کیجئے آپ دوستی سے جو کہیں کچھ نہ مٹا کیجئے آپ
ور نہ یہاں کچھ غرض و مطلب مقصود نہیں فائدہ آپ کا ہے بندے کا کچھ سود نہیں

جان و دل سے میں گرفتار ہوں تم ہالو ہو بسۂ مژدہ طرار ہوں تم ہاں تو ہو
چشم بیاد کا بیاد ہوں تم ہاں تو ہو چشم بیاد کا بیاد ہوں تم ہاں تو ہو

میں زخموں پر رشتہ ہوں تم جانو ہو سب ہوں پر دشمن اختیار ہوں تم جانو ہو
 واسطے غیر کے یاروں پہ جفا کرتے ہیں
 دوستوں کو پتے دشمن بھی جفا کرتے ہیں

تم سے امید یہ ہم کو تھی تمہاری ہی قسم بلا شرکت اختیار رہیں کے اہم
 غیر کو راہ نہ ہووے کی زیادہ نے کم ایک خلوت میں سدا ہووے کے صاحبزاد
 خاطر اپنی میں جو نقشہ تھا ہو اسو برہم یہ تو فتح بخدا تم سے نہ بھی ہم کو منہم
 آپ کے ہاتھ فریاد و فغاں ہے صاحب

نیم ہاں آپ کا صاحب ہے کہاں ہے صاحب
 جو کہ یہاں گنبد ہے کوئی کسے کیا جانے ہے جو بلا ہم پہ ہے صاحب کی بلا جانے ہے
 مال دل زخم کش تیغ جفا جانے ہے ہر شہر پرستم درو مرا جانے ہے
 حال میرے کو نہ ہر بے سرو پا جانے ہے عاشق زار ہوں صاحب کا خدا جانے ہے
 دل نا شا دو کو میرے بھی کبھی شاد کرو
 کبھی اس خانہ ویراں کو بھی آباد کرو

ہم پہ جو رتو کچھ آج کا ایجاد نہیں کچھ سر نوسے یہ اب ظلم کی بنیاد نہیں
 کون سا دزد ہے جس روز کو بیدار نہیں کون سی وضع ستم ہے جو کچھ یاد نہیں
 لیک ہنگ و رحم کرسی ہے یہ فلاں نہیں آکر چن تیرے قرار دل نا شاں نہیں
 آدیک لحظہ نہیں چین سے کچھ کام لے
 ایک ہل دیکھے ترے ہیں نہیں آرام لے

غیر سے یوں ہیں طاقت اگر ہے منظور اس سے غلط ہیں میں دن رات اگر ہے منظور
 اور سے دوستی کی بات اگر ہے منظور آغوش دشمن برداں اگر ہے منظور
 و ہمد ام اس کی عادات اگر ہے منظور یہی اب آپ کو رسومات اگر ہے منظور
 ہم چلے صحبت و احسان مبارک تم کو
 خلوت و جلوس و احسان مبارک تم کو

یاد رکھئے یہ کتنے ہاتھ ہیں تم کو آگاہ
دل لگا دیں گے کہیں اور ہی انشاء اللہ
رنگ خورشید کوئی ڈھونڈیں گے اگر تم ہو
قابل دوستی ہیں آپ اور ہر دیکھو واہ
تم کو اور دعویٰ محبوبی ہے سبحان اللہ
سوچئے دل میں کہ کس بات پہ ہر دم سے روا
آپ فرمائیے نہ آپ میں کیا غولی ہے

کیئے نہ کرن سی رسم و رسم و محبوبی ہے
دہی معشوق کہ ہو جس میں ذرا ہو تنگیں
اُس کی کم گونی پہ قراں ہوں مدد جستجی
نمک ذرا شرم و حیا کا بھی جو جس میں آئیں
ہو سے شوخی کا بھی انداز تو مریخ چکیں
اُس کو احباب سے ہو سے نہ سرخوش و کیں
نہ کہ یہ قہر کہ ہر بات پہ ہو جس جہیں
الغرض ایسی ہی معشوق کو دیں گے دل

خمن میں غیرت سے ہو سے وفا میں کامل
جا بجا نام کو اُس کے میں کروں گا شہود
شعر میں نام نہ لوں اُس کا بجز غیرت و ہر
تم سے کہے کی طرف منہ نہ کروں تا مقدر
اُس کے کو کے پھروں گرد نہ نزدیک دور
آرزو وصل کی تیرے نہ کروں میں مجور
اب تم سے دور نہیں ممکن و اما منظور
کوچہ ایک اور کا اب قبلہ مقصود کروں
دکری اور کا ہوں کعبہ میں مسح و گردوں

ہیں ہوں اور وہ جو سدا دیکھتے ہیں شطرب
خمن و خوشی سے نہت اپنا دل و دل طلب
روپہ مدد سینے سے سینہ سے اور لب پر لب
اس طرح گزرتے مجھے صبح سے کن شیب
خمن کے یہ باتیں کہے رنگ سے اے غضب
شیفتہ اپنا ہوا ہے کسی اور پہ اب
الغرض رنگ سے تجھ کو بھی خبر دار کروں
جھپٹنے کے لئے تیرے میں اے پیار کروں

صلح کے پھر کریں گو آپ بڑا دل پیغام
برگزی بھیجئے ہر ایک سے پیغام سلام
سو لگا دے کے مجھے ہر روز پیغام
عجز آ میسر نہ تھیں کیجئے آ آ کے مرام

کہنے نہ آئے تلافی تعاضل کے کلام ایک بالند کہ ہر گاہ نہ لوں آپ کا نام

گورگے جاؤ وے منہ نہ لگاؤں تم کو

گر میاں اُس کی بیاں کر کے جلاؤں تم کو

باتیں یہ چھری ہیں اِس کو دیکھیے کا بقیں کون ایسا ہے کہ جو تم سے زیادہ ہوشیں

کس میں یہ تازہ شغفی یہ جیسا یہ نگہیں کس کا یہ چاند سا کھڑا یہ زہر و سی جہیں

یہ تلک کس میں ہے کس کے جس محل شیریں میں کسی اور کو دل و دہن گانہیں جان نہیں

مجھ سے کب ہوتی ہے اب ترکِ محبت تیری

چھوٹ سکتی ہے ولا سے کوئی الفت تیری

غمنس

کس شوق کا کشتہ ہے مرا دل نہیں معلوم ہے کون سے جلاؤ کا مال نہیں معلوم

کیا پردہ تھا اس چشم کے مال نہیں معلوم افسوس دل کشتہ کا قاتل نہیں معلوم

ہے کس کی یہ شمشیر کا گمال نہیں معلوم

غدا کو سننے پر تو ہوا ہے یہ مرا حال آتی جو نظر شکل تو کیا ہوتا بھلا حال

کیا بے چہرہ ہو کس حور پہ مرا بنا حال دل شیفہ اس دھجکِ پردی کا ہے کہ حال

جس کی مجھے کچھ شکل و شمائل نہیں معلوم

یہ دستِ ہوس باز کی گردن میں پہنچا ایک روز ہوئی دستِ رس اتنی غدا یا

کب دستِ و بخل اس سے میں ہوں باز لہنا کیا جانے کس رات مرا دستِ بخت

ہو یا ر کی گردن کا حائل نہیں معلوم

زہرِ زہے دشت سے مریاں ہر گاہ و ریشہ آوازہ رہوں دشتِ بدشت اب یہ ہمیشہ

ہر روز نظر آتا ہے اک تازہ ہی ہمیشہ جوں دیکھ رواں عشق کی واوی میں ہمیشہ

جاتے ہیں چلے پر نہیں منزل نہیں معلوم

ایک جاگ تھا ایک روز عجب بچ خواں ہر ایک تھا عاشق کا مددے جگ و جاں
 ہر ایک سے بس آنکھ لٹاتا تھا میں ناداں تشپے ہے پڑا خون میں جواب ٹٹول یہاں
 کس تیرنگہ کا ہے یہ گھائی نہیں معلوم
 واقف نہیں ہوں شمر کے میں کہ چے میں شیدا مدت سے گزر راوی دشت میں ہے میرا
 چھوڑا نہ مرے پاسے طلب نے کوئی صحرا مجنوں کی طرح دشت میں بھنگوں ہوں میں کہا
 کس سمت کو ہے یا رکامل نہیں معلوم
 دہر کر جو دھونڈے ہے مرا ایک ست میں دھونڈ دل اُس کا چوراے گیا جس دم وہ جہاں
 کس نیند میں اُس وقت وہ نادان گیا تھا سو مرگذا خبر اُس بت کی نہیں بد جو دلاکو
 کس خواب میں رہتا ہے یہ غافل نہیں معلوم

نامہ

نسیم صبح او دھر کر رواں ہو وہ تازہ گل بدھر جلوہ کناں ہو
 یہ کہیو کہ اسے سرورِ جانِ بھگیں دل بے تاب کے آرام و نسکیں
 تری دوری میں کوئی جاں بلبے کہ بھوری میں کوئی جاں بلب ہے
 عجب صورت بنی ہے روزِ گت جہاں چہرے پہ ہیں آثارِ دشت
 وہ کچھ بکتا ہے آپ ہی آپ بیٹھا بکتا ہے وہ آپ ہی آپ بیٹھا
 نہیں واقف کسے کہتے ہیں آرام شکیب و صبر کا کجے نہیں نام
 زبیں اٹھتا ہے دل میں دمدم درد بھرا کرتا ہے بیٹھا وہ دم سرد
 کبھی نالہ کبھی آہ فغاں ہے عجب آفت میں اب و سخت جہاں ہو
 کبھی گر گنا تنہائی میں گہرائے یہ نقشہ بہرِ نسکیں اُس کو یاد آئے
 تصور کر کے تیرا پیش و پردہ ذرا بہلائے دل وہ غم رسیدہ
 وہ صورت دہر دگر ہاتھ تاسر

کہ تشریف اُس کے گھر میں آئے ہوں
 وہ انگلیں دھیان کر کے وصل کی شب
 کے بے شکوہ ایام بھراں
 کبھی ہوتا ہے وہ قسربانِ اُٹھ کر
 کبھی جگے ہے گویا ہر خفا تم
 مروں یوں تم پہیں تم یوں خفا ہو
 زادِ مرآتے ہو صاحبِ بعدِ موت
 تمہیں کچھ یاد ہے اگلی ملاقات
 کہ سو ڈھب کی ہنسی تھی ہر سخن پر
 خدا کے واسطے سو نٹوں کو کھو لو
 غرض اس ڈھب سے وہ مجوزِ کام
 یوں میں کچھ غم میں بیٹھا تھا وہ جانور
 بڑا ہی پہنچا وہ تیرا نام نہ خوب
 یہ گھبرا یا اُسے قاصد سے لے کر
 غرض اُس نازِ ناسے کو کیسا باز
 ہوا وہ منکشف جو کچھ تھا مرقوم
 کرے کر نامہ بر سے خطِ دل کش
 ہوئی غش سے اُسے جس دمِ افات
 کہ کر کے یادِ تم کو رو رہا تھا
 بیاں کیجئے کہاں تک اس کا احوال
 یہ ہے پیغام اب اس ناقول کا
 سودہ اُس کشتہ دوری کو پہنچ

سفر سے پاس اُس کے آئے ہوں تم
 گئے کہنا ہے روزِ بھر کے سب
 کہ تجھ میں جاں بلب تھا میں میری جاں
 کبھی مسنے کرے ہے جاں وہ خطر
 تو کتنا ہے اُنکے ہونہر سے کیا تم
 ذرا دیکھو تو کتنے بے وفا ہو
 خدا کے واسطے بیٹھوڑ کے مست
 بہم کشی تھی کیوں کر وصل کی رات
 نہ یوں تھی اُس پر خاموشی دہن پر
 نہ یوں بیٹھے رہو چپ کچھ تو دلور
 بسر کرتا تھا بھوری کے ایام
 کہ آیا خطِ ترا اُس پاس یک روز
 کہ تھا بچیدہ مثلِ زلفِ محبوب
 رکھے تھا چشم پر گز گاہِ دل پر
 عبادت میں تھا جس کی سرسبز ناز
 ہوا مضمون اُس ناسے کا مظم
 ترے میوہ کو بس آگیا غش
 کہوں کیا اُس کی تھی جو کچھ کہ حالت
 مرزا اُس کی سے دریا بہہ رہا تھا
 حیاں کیجئے کہاں تک اس کا احوال
 وہ خط تھا جو تسلی بخش جاں کا
 شہیدِ تیغِ بھوری کو پہنچ

وہ خطِ جاں فزایاں بول ہی آیا تنِ مردہ میں اپنے جہان لایا
 غرض اب عرض اتنی ہے کہ سے جان خدا کے واسطے اتنا کما مان
 رہے تمک آپ کی خاطر میں یہ بات کہ ہووے جب تک باہم ملاقات
 مردِ آدم شد خط رہوے جہادی ہل سکیں سے تا ہو بے قراری
 ولا یہ ہے مشہور سمجھو جو اسے خوب کہ ہے نصف الملائکات ایک مکتوب

تا چند قصہ بس ہو خاموش
 یہاں سے حرفِ مطلب کر خاموش



